حالات و مقالاتِ صُوفیہؒ

فہرست حالات ومقالاتِ صوفیہ (از: حلیۃ الاولیاء)

جلد اوّل

جلد اوّل

جلد اوّل

تمت

بالخیر

خطبہ

بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔ الحمد للہ الذی فضلہ وکرمہ علینا عمیم۔ وعنایتہ ورحمتہ علینا قدیم۔ الذی ھو فوق کل ذی علم علیم۔ لا الہ الا ھو رب العرش الکریم۔ یسبح لہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم۔ فلا تخزنا یوم یبعثون یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ وقنا عقابک و عذابک عذاب الجحیم وماءہ الحمیم۔ وادخلنا دارک دار الخلد جنات النعیم فی جوار نبیک الکریم۔ الذی ھو بالمؤمنین رؤف الرحیم۔ وصل علی حبیبک محمد قلت فی شانہ انک لعلی خلق عظیم۔ وآلہ وصحبہ واتباعہ الذین جاھدوا باموالھم وانفسھم والسنتھم فی سبیلک الکفار والمنافقین وکل ھماز مشاء بنمیم۔ مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم۔ ومن جادل نبیھم بالباطل لیدحض بہ الحق ودینہ القویم۔ وللہ در من قال فی مقامہ العظیم ؎

ما ان مدحت محمدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

؎ محمد کہ آبروئے ہر دوسراست　　کسے کہ خاک درش نیست بر سر او

آدمیوں کو اللہ کی بندگی سکھانے، انہیں زیورِ اخلاق سے آراستہ کرنے، انہیں انسانیت

جلد اول

کے ساتھ دنیا میں رہنے کی قولی، قلبی تعلیم دینے کا سلسلہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود آدمی قدیم ہے۔ انسان چونکہ اپنی سرشت کے لحاظ سے مجموعۃُ الاَضداد ہے، اس میں ایسی صفتیں بھی ہیں جن کو وہ اختیار کرکے فرشتوں کی صفوں میں جا بیٹھے، اور ایسی خصلتیں بھی ہیں جنہیں اختیار کرنے پر وہ درندوں سے بھی بدتر ہو جائے۔

صورت، ناک نقشہ کے لحاظ سے سب ہی آدمی ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں مگر سیرت کے اعتبار سے ایک دوسرے میں زمین آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے ؎

گر بصورت آدمی انسان بُدے — احمد و بوجہل ہم یکساں بُدے

بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو آنکھ ناک حیوانوں کی بھی ہوتی ہے اور انسان کی بھی، مگر انسان کو اس کی بصیرت، خداشناسی، تقوی و پرہیزگاری اور قلبی صلاحیتوں کے باعث حیوانوں پر ہی نہیں بلکہ بعض اوقات وہ شرف و امتیاز میں فرشتوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے ؎

ز نورِ چشم سر چیزے نیاید — دلے را نورِ چشمی می بباید
کہ عیسیٰ را و خر را چشم سر بود — مگر چشمِ دلِ عیسیٰ دگر بود

آنکھ کی بینائی سے انسان کی عزت نہیں بنتی۔ ہاں دل کی بینائی اسے عظمت کے تخت پر بٹھاتی اور اُسے عزت کا تاج پہناتی ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام بھی سر کی آنکھ رکھتے تھے اور ان کا خرعہ بھی۔ مگر عیسیٰ علیہ السّلام کے دل کی آنکھ نے انہیں وہ مقام بخشا کہ کروڑوں انسانوں کے وہ نُورِ نظر اور لختِ جگر بن گئے۔

دراصل آدمی، اپنے اخلاق علم و حلم، جود و سخا، عفو و درگذر، ایثار و محبت سے آدمیت کا مقام پاتا ہے اور آدمی کی یہی خوبیاں اور ان جیسی دوسری صفات ہی آدمی کا ایسا جوہر ہے جن کے باعث نہ صرف اس کا ماحول پُر بہار اور اس کی زندگی خوشگوار بن جاتی ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ پیغمبرِ اسلام کے سکھائے ہوئے اخلاق پر عمل کرکے ہی انسانی معاشرہ ظلم و استبداد اور ہر طرح کے استحصال سے پاک ہو کر امن و سلامتی کا معاشرہ

جلد اوّل

عہ گدھا۔

بن سکتا ہے۔

اور جو آدمی یہ صفات اور ایسے اخلاق اختیار نہیں کرتے، ان کا معاشرہ درندوں سے بدتر معاشرہ، اُن کی دُنیا دکھ درد کی دُنیا اور اُن کا ماحول بد قسمت ماحول ہوگا۔ امریکہ، یورپ، چین، جاپان، روس اور افریقہ کے لوگوں کی زندگی ہمارے سامنے ہے ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام ہمیشہ آدمیوں کی سیرت سازی پر محنت کرتے رہے، اسی طرح وارثینِ انبیاء، اولیاء کرام بھی اپنی اور اپنے ماحول کی سیرت بنانے پر جان کھپانے کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کو تزکیہ نفوس، تحلیہ اخلاق اور طہارتِ قلوب کا درس دیتے رہے۔

"حالات و مقالاتِ صوفیہ" بھی اسی عنوان کی کتاب اور اس ضمن میں ایک کوشش ہے۔ اللہ نے مجھ فقیر سے یہ کام لیا اور اپنے ایک مخیّر بندہ الحاج چودھری غلام نبی صاحب غفرلہٗ ولوالدیہ فرم "چودھری غلام نبی عمردین اینڈ کو" کو اس کی طباعت و اشاعت پر مال خرچ کرنے کی توفیق بخشی۔ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری محنت اور ان کی دولت کو شرفِ قبولیت بخشے۔ ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت اور اُمّت کے لئے اس کتاب کو شمعِ ہدایت بنائیں۔ نیز اس کتاب کی تدوین و ترتیب میں فقیر کے استاد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث حال مقیم مدینہ منورہ زادہ اللہ قربا و معرفتہٗ کے مشورے، دُعائیں اور توجہاتِ صرف فقیر کے شاملِ حال رہی ہیں بلکہ خاص دلچسپی کے باعث حضرت شیخ نے خود ہی اس کا نام "حالات و مقالات صوفیہ" تجویز فرمایا اور سہارن پور (انڈیا) سے اپنے مکتوبِ مبارک میں تحریر فرمایا:

"دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی زندگی اور دے دے کہ مَیں اس کتاب کو اپنی زندگی میں چھپا ہُوا دیکھوں اور سُنوں ؏"

مَیں سمجھتا ہوں کہ حضرت شیخ کی یہ دُعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی اور کٹھن حالات میں بھی یہ کتاب

ع۔ اس وقت حضرت شیخ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ مگر اب الحمد للہ آپریشن کے بعد بینائی واپس آگئی ہے۔

ان کی زندگی میں تیار ہوگئی۔ میرا یقین ہے ؎

ہر کہ تنہا نادرے ایں رہ برید ہم بعونِ ہمّتِ مردان رسید

حالات و مقالاتِ صوفیہ کی ترتیب

جب تک اللہ نہ چاہے نہ کوئی کام بنتا ہے نہ کوئی بات نہ کوئی پتہ ہلتا ہے نہ ذرّہ"۔ ہاں اس کی مشیّت وچاہت اسباب کی منزلوں سے گذر کر اور مخلوق کے پردوں سے گذر کر نمودار ہوتی ہے ؎

کارِ زلفِ تست مُشک افشانی امّا عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند

"تیرا کام ہے مُشک پیدا کرنا۔ لیکن عاشق لوگ مصلحت کی خاطر یہ کہہ دیتے ہیں کہ مُشک چینی ہرن کی نافہ سے نکلتی ہے"۔

جب اللہ تعالیٰ شانہٗ دنیا میں کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کی تکمیل کے لئے اپنی مخلوق میں سے کسی نہ کسی کو کھڑا کرکے اس کے دل میں اس کام کی لگن لگا دیتا ہے۔ پھر اس کے وجود میں آنے کیلئے خود ہی اسباب بنا دیتا ہے اور اپنی توفیق کام کرنے والے کے شاملِ حال کر دیتا ہے۔

اگر وہ کام محنت چاہتا ہے تو اس کے لئے محنت والے کو اُٹھاتا ہے۔ اور اگر اس کام کو ثروت و دولت درکار ہوتی ہے تو کسی دولت مند اور صاحبِ ثروت کو اس پر خرچ کرنے کی محبت اور اس کے دل میں اس کام کی رغبت پیدا کر دیتا ہے۔ آخر اللہ کی عنایت سے یہ کام مکمّل ہو جاتا ہے، اور اس کام کی شکل میں خدا تعالےٰ کی مشیّت ظاہر ہو جاتی ہے۔ دنیا میں تم جس کام اور جس مخلوق کو دیکھو سمجھو کہ اللہ نے اس کے بنانے کا ارادہ فرمایا اور یہ بن گیا۔ یعنی یہ کام اور یہ مخلوق اس کی مشیّت کی تکمیلی صورت ہے۔

مخلوق کو دیکھ کر خالق کی معرفت اور اس تک پہنچنے کا یہی مطلب ہے۔ اہلِ طریقت اسی کو ہمہ اوست یا ہمہ از وست کہتے ہیں۔ غرضیکہ عالم میں جو کچھ بنا ہے، اس کے ارادہ اور مشیّت سے بنا ہے ؎

نہ میں ہوں نہ وہ ہے نہ کوئی جہاں میں
تو ہی کارکن ہے زمین و زماں میں

قصور وار ہوں لیکن شکر گذار ہوں - یہ تو حقیقت ہے کہ اصل کے مقابلے میں ترجمہ ناقص اور گھٹیا ہوتا ہے خواہ مترجم کوئی بھی ہو - جو قرآن ہے وہ ترجمہ نہیں ہو سکتا - حدیث کا ترجمہ حدیث نہیں ہو سکتا - اچھی تصنیف کا ترجمہ اگر بڑے سے بڑا عالم بھی لکھے گا، متن کے مقابلے میں ضرور پست ہوگا۔ شیخِ وقت، فریدِ عصر سیدنا ابو عبدالرحمٰن سُلمیؒ جو اپنے زمانے کے شیخ الشیوخ اور ابدالِ وقت ہونے کے باوجود امام بیہقی جیسے محدّث کے استاد اور پیر بھی تھے، ان کی لکھی ہوئی کتاب "طبقات الصوفیہ" خزینۂ علم و حکمت اور چشمۂ معرفت کا ترجمہ، اور حافظ الامام ابو نعیمؒ کی عظیم کتاب "حلیۃ الاولیاء" کے ترجمہ میں ان کے علوم و عرفان اور خیالات کی ترجمانی کرنے کے لئے مجھ سا حقیر، بے علم، بے فہم اور بے عمل بیٹھ جائے تو یہ جرأتِ رندانہ ہی کہی جا سکتی ہے - یقیناً میں نے بہت ٹھوکریں کھائی ہوں گی - بلاشبہ میں نے ان حضرات کے مطالب و مفاہیم کو غلط معنی پہنائے ہوں گے کیونکہ یہ حضرات اصحاب العلم ہونے کے ساتھ ساتھ علوم و عرفان کے مقام میں اصحاب المقامات العالیہ اور علم و عمل والوں کے امام و رہنما تھے - فقیر کو نہ ان کے علم سے کوئی نسبت ہے اور نہ ان حضرات کے عرفانی مقام سے آشنائی، نہ اُن کے مافی الضمیر کے اظہار پہ بیان کی قدرت - ہاں اتنا ضرور کر سکتا تھا، کہ اُن کے علم و عرفان کے دریا سے ایک کوزہ بھر کر لاؤں اور پیاسوں کی تشنہ کامی دُور کروں - یا جو لوگ اندھیرے میں بیٹھے ان کی شمعِ فروزاں سے روشنی حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں، ان کے لئے ٹمٹماتا ہوا چراغ روشن کر دوں - سو الحمد للہ! دینی جہالت کے اس ماحول میں "طبقات الصوفیہ" کو اردو میں لکھ کر اولیاء کرام کے پیشوا اور اُمّت کے مقتدا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے علم و عرفان کے بحرِ ذخّار میں سے چند قطرے، اُن کے آفتابِ فیوض و برکات کی کرنوں میں سے چند کرنیں پیش کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ وعمّ نوالہٗ نے مجھ ناتواں کو بخشی - میری بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ خدا تعالیٰ نے

میرے وقت اور محنت کو اس موضوع پر صرف کرایا، اور میری اس محنت اور وقت کو کار آمد بنا دیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے شریعت و طریقت کی جامعیت اور ان کی اخلاقی اقدار زندہ کرنے کی دعوت دینے کی مجھے توفیق بخشی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ دین سے نابلد آدمی سے دین کی خدمت اور بے علم سے عالموں کا کام لینے پر بھی قادر ہے۔ بجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (اوکما قال)

اللہ اس دین کو قوت بخشتا ہے اور بخشتا رہے گا بے دین آدمی کے ساتھ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اگر چاہتا ہے تو اپنے دین کا کام بے دین سے بھی لے لیتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کے اس احسان و انعام پر میں اپنے حال و قال اور اپنے قلم سے شکر کرنے پر نہ صرف قاصر ہوں بلکہ عاجز بھی ہوں کہ اس نے مجھ بے علم و بے عمل سے اپنے دین کی خدمت لی ؎

أُحِبُّ مُنَاجَاتِ الْحَبِيْبِ بِأَوْجُهٍ
وَلٰكِنَّ لِسَانَ الْمُذْنِبِيْنَ كَلِيْلُ
وَلَوْ أَنَّ نَفْسِيْ مُذْ بَرَاءَهَا مَلِيْكُهَا
مَضٰى عُمْرُهَا فِيْ سِجْدَةٍ لَقَلِيْلُ

"میں چاہتا ہوں اپنے یار کو اپنے دل کا حال پوری طرح سُنا دوں لیکن میں قصور وار ہوں اور گنہ گار کی زبان شرم و ندامت کے باعث حقیقتِ حال کہنے سے قاصر ہے۔ اور اگر میں شکر کے واسطے اس وقت سے سجدہ میں پڑا رہوں جب سے میرے خالق نے مجھے پیدا کیا ہے تو اس کی نعمتوں کے شکر کے مقابلے میں میرا ساری عمر سجدہ میں پڑا رہنا بھی قلیل ہے۔"

زعجزِ خویش می گویم کہ اے پاک
تو ئی معروف، عارف ما عرفناک

طبقات الصوفیہ کا ترجمہ اور اس کا سبب | حضرت ابوعبدالرحمٰنؒ کی عربی کتاب "طبقات الصوفیہ" کے پڑھنے کا مجھے عرصہ سے شوق تھا۔ آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کتاب مل گئی۔ اور شوق سے اس کا مطالعہ کیا گیا۔

اس کتاب کے پانچ طبقات یا حصے ہیں۔ مصنف نے ہر حصہ میں چوٹی کے بیس[20] اولیاء کرام کے اقوال واحوال اور حکایات و واقعات لکھے۔ البتہ پانچویں طبقہ میں ۲۳ صوفیاء کرام کے حالات و مقالات لکھ کر غالباً عدد طاق کی رعایت سے، مجموعی طور پر ۱۰۳ ایسے اولیاء کرام کے حالات و مقالات اور حکایات جمع کیے جو ان کے خیال میں شریعت وطریقت کے جامع اور مقام حقیقت تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان بزرگانِ دین کے حالات ومقالات پڑھتے ہوئے روحانی تسکین کے علاوہ اپنی اصلاح کی فکر، آخرت کی رغبت، اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور دین کی قدر منزلت میرے دل میں پیدا ہوتی تھی ——— اس کتاب کو پڑھتے پڑھتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ اگر اس کتاب کا سلیس ترجمہ اردو میں کر دیا جائے تو مسلمانوں میں جو لوگ ان جواہر پاروں کے متلاشی ہیں مگر وہ عربی نہیں جانتے، شاید وہ اس کتاب کا ترجمہ پڑھ کر مجھ سے زیادہ فیض یاب ہوں۔ اور کیا عجب ہے کہ اس کتاب کی برکت سے ان کے دل کی دنیا بدل جائے یعنی ان کے اخلاق، اخلاقِ نبوی کا نمونہ بن جائیں۔ کیونکہ رُبَّ مُبَلَّغٍ اَفْقَهُ لَهٗ مِنْ سَامِعٍ ۔ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے سامنے کوئی بات کہی جاتی ہے، وہ لوگ بات کرنے والے سے زیادہ سمجھ دار اور سنانے والے سے زیادہ اس پر عمل کرنے والے اور اس سے زیادہ اس کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔

آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے فقیر نے "طبقات الصوفیہ" کا ترجمہ اپنی استعداد کے مطابق لکھنے کا ارادہ کیا اور اللہ جل شانہٗ کی توفیق سے اسے مکمل کر لیا۔ لیکن نظرثانی کے وقت جب اس مسودہ کو پڑھا تو اختصار کی وجہ سے میں نے تشنگی محسوس کی۔ دل چاہا کہ ان ائمۃ المشائخ اور اولیائے امت کے حالات و مقالات، حکایات و واقعات کو کچھ تفصیل سے لکھوں تاکہ پڑھنے والے کی تشنگی دور ہو۔ اس کے پیش نظر مجھے

اس فن کی دوسری کتابوں کی ضرورت پیش آئی۔ دل میں آیا کہ یا تو "حلیۃ الاولیاء" منگائی جائے یا "شذرات الذہب"۔ اللہ تعالیٰ نے پھر میری مدد فرمائی، اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ کراچی کے مخیر تاجر میرے پرانے دوست حاجی غلام نبی صاحب، صادق آباد تشریف لائے۔ درسِ قرآن کی مجلس میں بیٹھے۔ فارغ ہو کر مجھ سے ملے۔ دورانِ گفتگو میں نے اُن سے کہا۔ "میں نے دین و اخلاق کے عنوان پر ایک کتاب لکھی ہے اور اسے مکمل کرنے کے لئے مجھے "حلیۃ الاولیاء" اور حدیث کی لغات النہایہ کی ضرورت ہے، کراچی سے ان دونوں کتابوں کی قیمت معلوم کر کے مجھے لکھ دیں"۔ حاجی صاحب موصوف نے فرمایا۔ "قیمت معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے، جس قیمت پر بھی یہ کتابیں ملیں گی خرید کر بھیج دوں گا، اور جو کتاب آپ چھپوانا چاہتے ہیں مکمل کریں، چھپائی کا اللہ مالک ہے، جو کچھ خرچ ہوگا، انشاء اللہ میں پورا کر دوں گا"۔ چودھری صاحب کی اس پیش کش پر میرا دل باغ باغ ہوگیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے اطمینان ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تکمیل کا ارادہ فرمالیا ہے۔ آخر چند روز کے بعد حلیۃ الاولیاء کی دس جلدیں چار صد [۴۰۰] روپے میں اور النہایہ کی پانچ [۵] جلدیں دو سو [۲۰۰] روپے میں خرید کر یہ دونوں کتابیں چودھری صاحب نے مجھے بھجوا دیں۔ عمر میں پہلی مرتبہ حلیۃ الاولیاء اور النہایہ کو دیکھا، ان کے مضامین پڑھے۔ حلیۃ الاولیاء میں طبقات الصوفیہ سے زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا دیکھ کر از حد خوشی ہوئی۔ میں جو چاہتا تھا، حلیۃ الاولیاء میں پالیا۔ طبقات الصوفیہ میں سب سے پہلے امام المحدثین سید المسلمین سیدنا الامام فضیل بن عیاضؒ کے حالات و مقالات لکھے ہیں۔ میں نے ان کے متعلق جو کچھ طبقات سے لکھا، اسے بدستور رہنے دیا اور حلیۃ الاولیاء سے ان کے حالات و مقالات کو تفصیل سے لکھنا شروع کیا۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ کے حالات و مقالات لکھنے کے بعد فضیل بن عیاض کی روایت کردہ ۹۰ احادیث کا ترجمہ ان کی تشریحات کو لکھ کر لاہور کے مشہور خطاط جناب سید انور حسین صاحب نفیس رقم کی خدمت میں بغرض کتابت پیش کی۔ انہوں نے اپنے ایک شاگرد مسعود صاحب کے حوالہ کی۔ مسعود صاحب خوشنویس نے کتابت کی اور کتاب کی ضخامت ۲۴۰ صفحات پر پھیل گئی۔

طبقات الصوفیہ اور حلیۃ الاولیاء میں سیدنا فضیل بن عیاضؒ کے اقوال و احوال حدیث کے طرز

پر سند کے ساتھ لکھے ہوتے ہیں۔ میں نے وقت اور خرچ بچانے کی خاطر کتاب کی سند حذف کر دی۔ حلیۃ الاولیاء کا نشان "ح" اور طبقات الصوفیہ کا نشان "ط" لکھ کر حوالہ کے لئے صفحہ اور سطر کا نشان اس طرح لکھا۔ "۲۵/۳"۔ اس کے علاوہ حلیۃ الاولیاء نے عنوانات نہیں لکھے تھے۔ میں نے ترجمہ کو دلچسپ بنانے کے لئے عنوان خود لکھے اور ہر عنوان کے تحت جو حالات و مقالات حلیۃ الاولیاء کے مختلف صفحات میں بکھرے ہوئے تھے، میں نے ان اقوال کو مضمون کی مناسبت سے ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

حالات و مقالات صحابہؓ کی ترتیب

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی روایت کردہ احادیث لکھتے ہوئے دل میں آیا کہ حدیث کے سب راویوں کے پورے حالات لکھنے کے لئے عمر درکار ہے۔ البتہ حدیث کے آخری راوی صحابی کے کچھ حالات و مقالات کو حلیۃ الاولیاء سے اس طرح جمع کر دیا جائے جیسے فضیل بن عیاضؒ کے حالات و مقالات جمع کئے ہیں۔ یہ کام بھی اللہ کے فضل سے مکمل ہونا تھا، مکمل ہو گیا۔ فضیل بن عیاضؒ کی روایت کردہ احادیث کے راویوں میں ابن مسعود، ابوہریرہ، ابوذر غفاری، ابن عمر، ابن عباس، عبداللہ بن عمرو، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ۱۳ صحابہ و صحابیات کے حالات و مقالات کتابی شکل میں "حالات و مقالات صحابہ" کے نام سے مکمل کر دیا۔ کتاب حالات و مقالات صحابہ تین سو سینتیس ۳۳۷ صفحات پر مکمل ہوئی۔

اس کتاب کے دونوں حصے اللہ کے فضل و کرم سے تقریباً ۴، ۵ سال کی محنت سے مکمل ہوئے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ دونوں کتابیں دین دار مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت، اور دنیاداروں کے لئے درسِ عبرت، مریدین کے لئے شیخ طریقت اور حضرات علماء و مشائخ کے لئے نورِ بصیرت ثابت ہوں گی نیز میرے اور میرے اساتذہ و مشائخ خصوصاً حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث اور چودھری غلام نبی صاحب کے لئے انشاء اللہ سببِ قبول اور دخولِ جنت ہوں گی۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولِ عام و دوام بخشے۔ یعنی اُمت کا ہر طبقہ ہر زمانے میں اس سے

فائدہ اُٹھائے۔ مجھے اور میرے سب بھائیوں کو خواہشات کی پیروی سے بچائے، اور ہم سب کو سُنّتِ مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیروی کرنے والا بنائے۔ حضورؐ کے طریقے پر ہمیں موت دے۔ قیامت کے دن ان کی جماعت میں اُٹھائے اور جنّت میں ان کے جوار یعنی پڑوس میں بسائے آمین یارب العٰلمین۔

مثنوی

خدایا نُورِ دل ہمراہِ ماکن　　محمدؐ را شفاعت خواہِ ماکن
دل وجان را فدائے راہِ اُوکن　　بہ تقویٰ روئے در درگاہِ اُوکن
بہ عقبیٰ دم بوقتِ پاک اُوزن　　بہ دنیا دست در فتراکِ اُوزن

التماس

تمام قارئین کرام سے چوہدری غلام نبی صاحب کی درخواست ہے کہ وہ "میرے والدین کی مغفرت اور رفع درجات کے لئے دُعا کریں، جن کی شفقتوں اور محنتوں سے میں پروان چڑھا اور جن کی اچھی تربیت سے مجھے دین کی قدر ومنزلت معلوم ہوئی۔

بندۂ عاجز: غلام نبی

طبقات الصوفیۃ

لأبی عبد الرحمٰن السُّلمی رحمہ اللہ

المتوفی ۴۱۲ ھ

طبقات الصّوفیہ

طَبقات ، طَبقۃ کی جمع ہے۔ طبقہ کے معنی درجہ ، مرتبہ کے ہیں۔ الصّوفیہ ، صُوفی کی جمع ہے۔ عبادت گذاروں کی جماعت کو صوفیہ کہتے ہیں۔ اہلِ اسلام کے نزدیک صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کرکے اللہ سے جُڑ جائے۔ نفس کی بندگی چھوڑ کر اللہ کا بندہ بن جائے اور اپنی ڈوری اللہ کے ہاتھ میں دے دے۔ اس میں اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہو، نیز حقائق کے ادراک کی اس میں استعداد اور صلاحیت بھی ہو ——— یعنی صوفی وہ ہے جو اپنی غرض سے بے غرض اپنی ذات اور ذاتیات سے بے نیاز ہو۔ گویا صوفی وہ ہے جو اپنی لائن سے ہٹ کر اللہ کی لائن پر آجائے۔ اس کا کام، کلام اللہ سے واسطہ ہو۔ اس کی محبّت و نفرت، دینا نہ دینا اپنی غرض و مطلب کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا کے لئے ہو۔ صحیح حدیث ہے :۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اِسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے محبّت رکھی اللہ کے واسطے اور نفرت رکھی اللہ کے واسطے، اور دیا اللہ کے واسطے اور روک لیا اللہ کے واسطے، ایسا آدمی تکمیل ایمان کے مقام پر پہنچ گیا"

پس صوفی کا مال اللہ کے لئے، اس کی جان اللہ کے لئے، اس کی محبّت و نفرت اللہ کے لئے ہو وہ اللہ کے خوف میں جئے اور اس کے شوق میں مرجائے۔ خودی چھوڑ کر خدا کا ہو رہے اور مخلوق چھوڑ کر خالق کا ہو جائے اور اس کی زندگی نقشہ ہو اس آیت کا :

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ بول ، بیشک میری نماز "جانی عباداتیں" اور میری

وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○　قربانی "مالی عبادتیں" اور جینا اور مرنا خالص
(سورہ انعام - ع ۱۹)　اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

اور ہو سکتا ہے کہ صوفی صافی سے بنا ہو، اور صافی اُسے کہتے ہیں جو ملاوٹ سے صاف ہو جیسے غلہ کوڑے کرکٹ سے صاف ہو، کپڑا میل کچیل سے صاف ہو۔ اسی طرح صوفی وہ ہے جس کی نظر اور جس کی نیت اللہ کے غیر سے صاف ہو۔ اس کی غرض اللہ کی رضا ہو۔ اس کا مطلب اللہ کی ذات ہو۔ اس کا دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو۔ اس کا عمل ذاتِ حق کے لئے ہو۔ اس کی توحید شرک سے پاک ہو۔ وہ اللہ کا ہو رہے، اس کی سُنے اور اسی کی بات کرے ؎

دلِ پُر نور را دریائے دین کن　حدیثِ وحی ربّ العالمین کن
دمے در عالم قدسی قدم زن　بگیر آں حلقہ را بر در حرم زن

ترجمہ: "اپنے نورانی دل کو دین کا دریا بنا لے اور اپنی زبان کو خدا کا پیغام سُنانے والی۔ کبھی عالمِ قدسی میں قدم رکھ کر حرمِ الٰہی کے دروازہ پر جا کر اس کی کنڈی کھٹکھٹا، تاکہ اس سے تیری ملاقات ہو۔"

سب سے منقطع ہو کر صرف اللہ سے اپنا تعلق جوڑنے کے جو ثمرات و برکات ہیں، اس حدیث میں ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔ حدثنا علی بن الحسین حدثنا محمد بن علی بن الحسن بن سفیان حدثنا الفضیل بن عیاض عن هشام بن الحسن عن عمران بن الحصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

مَنْ اِنْقَطَعَ اِلَی اللّٰہِ کَفَاہُ اللّٰہُ کُلَّ مُؤْنَۃٍ وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ اِنْقَطَعَ اِلَی الدُّنْیَا وَکَّلَہُ اللّٰہُ اِلَیْھَا۔ (تفسیر ابن کثیر ۳۸/۴)

جو کوئی سب مخلوق سے مُنہ موڑ کر اللہ کا رُخ کرے، اللہ پر بھروسہ کر کے اللہ کا ہو رہے خلق سے لاپرواہ ہو کر خالق کی خوشنودی کی فکر کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ساری محنتوں اور تھکاوٹوں کو دُور کر دیگا

یعنی روزی کمانے کے لئے عام آدمی کو جو محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس محنت ومشقت سے بچالے گا اور بے محنت ومشقت ہی اللہ تعالیٰ اس کو رزق پہنچائے گا اور اس کی ضروریات پوری کرے گا۔ اس کے علاوہ اپنی قدرت سے اس کے مقدّر میں لکھا ہوا رزق اسے ایسی جگہ سے پہنچائے گا جہاں سے اس کے آنے کا اسے گمان نہ ہوگا۔ اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر دنیا کا ہو رہے گا، اللہ سے مُنہ پھیر کر دنیا کی طرف دوڑ پڑے گا، اللہ اس کو دنیا کے سپرد کر دے گا۔ وہ محنت کے ساتھ مرکھپ کر اپنا مقدّر کمائے گا۔ یا دھوکہ اور فریب سے اپنا رزقِ مقدّر ضرور حاصل کرے گا مگر وہ اللہ کی اعانت اور اسکی رحمت سے محروم رہے گا۔

مطلب یہ کہ جو کوئی اللہ کا ہو جائے گا، اللہ اس کا مددگار بن جائے گا۔ بے اسبابی میں اس کے اسباب بنائے گا اور بے محنت کے اُسے روزی پہنچائے گا۔ اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر دنیا کا ہو جائے گا وہ روزی کے اسباب خود بنائے گا اور محنت کرکے یا دھوکہ فریب سے کما کر روٹی کھائے گا۔ اسی لئے بزرگوں کا فرمان ہے ؎

روزی تو باز نہ گردد ز در　　　کارِ خدا کن غمِ روزی مخور

"تیری تقدیر کی لکھی ہوئی روزی تیرا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہ جائے گی تُو خدا کا کام کر، روزی کی فکر نہ کر۔"
ایسے آدمی کی ضروریات زندگی کا اللہ کفیل ہو جائے گا۔ اور روزی کا فکر اس کے دل سے دُور کر دے گا اور اور جب کسی کا یہ حال ہو جائے ایسا آدمی خداوند تعالےٰ کے ساتھ تونگر بن جاتا ہے ع

تونگری بدل ست نہ بہ مال

جس کے دل میں یہ یقین پختہ ہو جائے کہ میری روزی اللہ بہرحال مجھے پہنچائے گا، وہی تونگر ہے۔ نہ وہ جو مال پہ بھروسہ رکھے اور دولت پر تکیہ کرے۔ لوگوں نے خواجہ ابویزید بسطامیؒ سے کہا" نہ آپ کاروبار کرتے ہیں نہ کوئی محنت مزدوری، آپ کا گذر کیسے ہوتا ہے"۔ آپ نے فرمایا:

خداوندِ من سگ وخوک را روزی می دہد، ابویزید را نہ خواہد داد۔　　میرا خدا جو کتے اور خنزیر کو روزی دیتا ہے، ابویزید کو نہ دے گا؟

چنانچہ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

ترجمہ: "اے اللہ جب تو اپنے خزانۂ غیب سے نصرانیوں اور آتش پرستوں کی ضروریات پوری کرتا ہے تو پھر اپنے دوستوں کو کیسے نہیں دے گا، جب کہ تو اپنے دشمنوں کا بھی خیال رکھتا ہے۔"

طبقات الصوفیہ کے مصنف ابو عبد الرحمٰن سُلمیؒ کے تفصیلی حالات اور ان کی دینی خدمات کے لئے تو مستقل کتاب درکار ہے لیکن ان کے مختصر تعارف و تذکرہ کے لئے چند صفحات لکھے جا رہے ہیں۔

خاندانی حالات ابو عبد الرحمٰنؒ کا نام محمد ہے۔ والد ماجد کا نام الحسین ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب ازد شنوءۃ سے جا ملتا ہے۔ ابو عبد الرحمٰن کی والدہ کا سلسلۂ نسب سُلمیوں کے قبیلہ سے جا ملتا ہے۔ ابو عبد الرحمٰن خود کو اپنی والدہ کے نسب کی وجہ سے سُلمی کہتے تھے۔ شہر نیشاپور کے لوگ سُلمی خاندان کی بہت عزت کرتے تھے۔ چونکہ اس خاندان میں کوئی صاحب امیر معاویہؓ کے عہد ۴۱ تا ۶۰ھ میں اس شہر پر حکمران رہے اور اپنی حکمرانی کے زمانہ میں یہاں کے لوگوں کی بے لوث خدمت کی تھی، اس وجہ سے بھی لوگ اس خاندان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ خاندان علم و حکمت، دولت و ثروت، فقر و درویشی اور سخاوت میں مشہور تھا۔ ابو عبد الرحمٰنؒ کے نانا شیخ ابو عمرو بن نجید بذاتِ خود پایہ کے عالم باعمل متقی پرہیزگار اور بے انتہا سخی تھے۔ اس وجہ سے شہر کے لوگ اور بھی اس خاندان کی عزت اور قدر کرتے تھے۔

والدین کے حالات ابو عبد الرحمٰنؒ کے والد تارک الدنیا بزرگ اور پارسا تھے۔ اور اپنے زمانہ کے جلیل القدر صوفی تھے۔ ریاضت و مجاہدت کے ساتھ اپنے نفس کے تزکیہ و طہارت کا ہمیشہ خیال رکھتے۔ عُسرت اور تنگی سے گذر کرتے تھے۔ جب ابو عبد الرحمٰن پیدا ہوئے تو اس خوشی میں ان کے والد نے اپنے گھر کا سارا سامان برتن بھانڈے وغیرہ فروخت کر کے اس کی ساری رقم اللہ کے واسطے مساکین اور غرباء میں تقسیم کر دی۔ ابو عبد الرحمٰن کی پیدائش منگل کے دن ۱۰ر جمادی الآخر ۳۲۵ھ ہجری مطابق ۱۶ر اپریل

۹۳۶ھ کو ہوئی۔

والدہ ماجدہ والدہ ماجدہ پر درویشی کا رنگ غالب تھا۔ ویسے عالمہ فاضلہ تارک الدنیا بڑی عبادت گذار بی بی تھیں۔ اکثر وقت اللہ کی یاد اور اس کی عبادت میں گذارتی تھیں۔ دنیا اور اس کے بکھیڑوں سے کوئی دل چسپی نہ رکھتی تھیں اور ابو عبدالرحمٰن کی تربیت و تعلیم پر خاص توجہ دیتی تھیں ——

ابو عبدالرحمٰن اپنی والدہ کی وہ نصیحت جو انہوں نے ان کو حج کو جاتے وقت کی تھی، لوگوں کو اکثر سنایا کرتے تھے۔ ابو عبدالرحمٰن کہتے تھے۔ شیخ ابوالقاسم النصر آبادی نے حج کو جانے کا ارادہ کیا تو میں نے انکے ساتھ جانے کے لئے اپنی والدہ سے اجازت مانگی تو انہوں نے یہ فرمایا:

تَوَجَّهْتَ اِلیٰ بیتِ اللهِ فلا یکتبن علیك حافظاك شیأً تستحی منه غداً۔

ترجمہ: "تو اللہ کے گھر جا رہا ہے پس خبردار راستہ میں اس کا خیال رکھنا کہ تیرے اعمال کے لکھنے والے فرشتے تجھ پر کوئی ایسی چیز نہ لکھ دیں جس سے تو کل کو شرمندہ ہو"

اللہ کی اس راہ میں بڑی احتیاط اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ حاجی اللہ کے راستہ اور اللہ کے گھر، بیت اللہ میں پہنچ کر کثرتِ عبادت، طواف اور زیادہ سے زیادہ عمرہ لانے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر اصل چیز یہ ہے کہ حج کرنے والا جب سے وہ حج کے لئے نکلا ہے اپنے گھر پہنچنے تک، اس کوشش میں رہے کہ اس مبارک سفر کے درمیان وہ گناہوں سے بچنے کی زیادہ سے کوشش کرتا رہے۔ اپنی زبان، اپنے کان اور اپنے ہاتھ پاؤں پر پورا پورا کنٹرول رکھے کہ ان سے کوئی گناہ نہ سرزد ہو۔ کسی ساتھی ہمسایہ پڑوسی کی دل آزاری نہ ہو۔ کوئی بات بے ہودہ اور بے حیائی کی نہ کہے۔ کوئی خلاف شرع آواز گانے بجانے غیبت وغیرہ کی، کان میں نہ پڑنے پائے۔ اللہ کے یہاں اس کی پوچھ نہ ہوگی کہ کتنے طواف کئے کتنی تسبیح پڑھیں اور کتنے عمرہ لایا، کتنی خیرات کی اور کس کس جگہ کی زیارت کی۔ ہاں اس کی پوچھ ہوگی کہ ہماری راہ میں چلتے ہوئے اور ہمارے گھر میں رہتے ہوئے بھی گناہوں سے باز نہ آیا۔ گویا حضرت ابو عبدالرحمٰن

کی والدہ نے بیٹے کو زیادہ نیکیاں کرنے کی نصیحت نہیں کی، بلکہ ان سے یہ ہی کہا کہ جہاں تک ہوسکے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنا۔ تاکہ کل کو اللہ کے آگے تجھے شرمسار اور پشیمان نہ ہونا پڑے۔

عام طور پر حجاج کرام، زیادہ سے زیادہ عبادات کرنے کی طرف تو بہت متوجّہ ہوتے ہیں، مگر گناہوں سے بچنے کی فکر کم ہی کرتے ہیں۔ عمرے لاتے ہیں، طواف بھی کرتے ہیں، نفلیں پڑھتے ہیں مگر کان، زبان، ہاتھ پاؤں کے گناہوں سے نہیں بچتے۔ حالانکہ حج کا اصلی مقصد حاجی کا گناہوں سے پاک ہونا ہے اور یہ مشروط ہے رفث اور فسوق کے نہ ہونے پر جسے امام بخاری نے اپنے طریقہ سے یہ روایت کی ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ اُمّہٗ [1]

"ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، فرماتے تھے جس نے اللہ کے واسطے حج کیا اور اس نے نہ تو بدکلامی کی اور نہ ہی اُس نے گناہ کیا، وہ حج سے ایسے حال میں واپس آئے گا جیسے وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو پیدا کیا تھا۔"

تعلیم و تربیت شیخ ابو عبدالرحمٰن سُلمیؒ کی تعلیم و تربیت کے لئے اللہ نے انہیں جو خوشگوار ماحول بخشا تھا۔ ابو عبدالرحمٰن نے اپنی محنت، ذہانت اور صلاحیتوں کے ساتھ اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ یعنی اپنے ایک ایک لمحہ کو ضائع نہ ہونے دیا۔ ابو عبدالرحمٰن کا شہر نیشاپور عُلومِ اسلامیہ، حدیث، تفسیر، فقہ، تصوّف و سُلوک کی عظیم درس گاہ بن گیا تھا۔ عُلوم و فنون کے ماہر علماء و مشائخ نے شہر کے مختلف مقامات پر طلباء کے لئے درس گاہیں اور مشائخ نے صوفیاء کے لئے تربیت گاہیں قائم کی ہوئی تھیں۔ طلباء و صوفیاء دُور دُور سے آکر یہاں کی درس گاہوں اور تربیت گاہوں سے اوّل خود مستفید ہوتے اور تعلیم و تربیت پاکر اپنے مشائخ کی اجازت سے بلادِ اسلامیہ کے گوشہ گوشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی میراث کو اللہ کی مخلوق میں تقسیم کرتے۔ اہلِ اسلام کو عمل، اخلاق اور اخلاص کی دعوت و تبلیغ پر اپنی تمام توانائیاں صرف کرتے۔ باہر کے لوگوں

[1] بخاری جلد ۱ ص۲۰۶

کی طرح ابو عبدالرحمنؒ بھی اپنے شہر کے علماء و شیوخ کی مجلسوں اور صحبتوں کو عمر کا قیمتی سرمایہ سمجھ کر اُن سے مستفید ہونے کے لئے کوشاں رہے۔ اور پورے انہماک اور شوق و ذوق سے علم ظاہر و باطن کی تحصیل میں نہ دن دیکھتے نہ رات۔ جہاں سے اور جس شیخ سے بھی علم ملنے کی اُمید ہوتی، اس کے پاس جاتے اور علم حاصل کرتے۔ مگر ان علماء میں سب سے زیادہ جس شیخ کے عُلوم و عرفان سے انہوں نے فائدہ اُٹھایا، اُن کا نام شیخ الحدیث ابوبکر ہے۔ شیخ مذکور سے حدیث کی اسناد اور دین کا علم حاصل کیا۔

کہتے ہیں کہ ابو عبدالرحمنؒ نے آٹھ ۸ سال کی عمر سے حدیث، املاءِ حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ نیشا پور کے علماء سے تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ اپنے والد کے انتقال کے بعد ۳۴۰ھ کے لگ بھگ ابو عبدالرحمنؒ اپنے نانا شیخ ابو عمرو بن نُجَید کی تربیت میں رہے اور مستقل طور پر ان کے حلقۂ درس میں شامل رہتے تھے۔

مزید برآں ابو عبدالرحمنؒ نے جس گھر میں آنکھ کھولی وہ خود بھی علمِ ظاہر کے مدرسہ اور علمِ باطن کی خانقاہ سے کم نہ تھا۔ ابو عبدالرحمن کے والد شیخ ابو محمد ازدی خود بھی اُونچے درجہ کے عالم اور پایہ کے صوفی بزرگ تھے۔ اُن کی والدہ بھی عالمہ اور پرہیزگار صوفیہ تھیں۔ پھر اُن کے نانا تو نیشا پور کے جیّد عالم اور پایہ کے محدّث تھے۔ اس وقت کے علماء و صلحاء ان کی پرہیزگاری کے معترف تھے اور بہت سے علماء کے وہ استاد اور صوفیہ کے مربّیِ اخلاق، مرشد و رہنما تھے۔

رحلت یعنی علم کے لئے سفر سچ ہے علم کی کوئی حد نہیں۔ علم جس کے پاس جتنا بھی ہو تھوڑا ہے۔ ابو عبدالرحمن نے اپنے شہر اور اپنے گھر میں رہتے ہوئے اگرچہ بہت کچھ حاصل کیا مگر پھر بھی انہوں نے اپنے علم پر قناعت کرنے کی بجائے اس میں اضافہ کی کوشش کی۔ اور تحصیلِ علم کی خاطر اپنا گھر چھوڑ کر عراق، ہمدان، مرو، حجاز جیسے دُور دراز ملکوں کے سفر کئے۔ ان مقامات کے علماء، محدّثین اور مشائخ سے ملے۔ کسی سے علم لیا اور کسی سے رُوحانی فیض حاصل کیا۔ جس علاقہ میں کسی محدّث کا پتہ چلتا یا کسی کامل صوفی کا علم ہوتا، سفر کر کے وہاں پہنچتے اور ان کے علوم و فیوض سے مستفید ہونے کے لئے ان کی صحبت میں

رہتے - اُن کا معمول تھا کہ جب کسی شہر یا بستی میں ٹھہرتے، تو وہاں کے علماء، صوفی یا شیخ سے بغیر ملاقات کئے دوسرے شہر کو کوچ نہ فرماتے - شیخ ابو عبدالرحمٰنؒ فرمایا کرتے تھے، جب میں شیخ نصر آبادیؒ کے ساتھ سفر میں ہوتا تھا تو ہم جس شہر میں پہنچتے تھے، شیخ مجھ سے فرماتے "قم بنا نسمع الحدیث" ہمارے ساتھ چل، فلاں شیخ سے حدیث سُنیں۔

اساتذہ وشیوخ

ابو عبدالرحمٰنؒ کے وہ اساتذہ وشیوخ جن سے انہوں نے ملاقات کی، اور فیض حاصل کیا اور ان کے اثرات وبرکات ان میں دیکھے جاتے تھے، ان کی فہرست طویل ہے - ہاں ان میں جو حضرات علمِ حدیث یا علمِ سُلوک میں مشہور ہیں اور جن کی صحبتوں اور علمی مجلسوں میں رہ کر ان سے ابو عبدالرحمٰنؒ نے بحیثیت ایک شاگرد یا ایک مسترشد کے استفادہ کیا، ان کی تعداد ۲۸ تک پہنچتی ہے۔

اور ان اساتذہ وشیوخ میں ابو عبدالرحمٰنؒ نے جن سے بطورِ خاص استفادہ کیا اور جن کی تعلیم و تربیت کا اُن پر خصوصی اثر تھا وہ چار حضرات یہ ہیں۔

(۱) محدّث جلیل الحجۃ العالم، ابو الحسن دار قطنیؒ۔

(۲) ابو نصر السّراج، صاحب اللمعؒ۔

(۳) ابو القاسم، النصر آباذیؒ۔

(۴) ابو عبدالرحمٰن کے نانا ابو عمرو بن نجیدؒ۔

دین واخلاق یعنی شریعت وطریقت کی خدمت

ابو عبدالرحمٰنؒ کو اللہ تعالیٰ نے جیسے علم و عمل کی دولت بخشی تھی ویسے ہی دین واخلاق کی دعوت وتبلیغ کے بھی بہت اچھے مواقع بخشے تھے۔
دُور دُور تک ان کے علم وعمل اور دین واخلاق کی شہرت ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سُلوک حاصل کرنے کے لئے مقامی لوگوں کے علاوہ دُور دراز علاقوں کے رہنے والے بھی اُن کی خدمت میں آکر ان کی شاگردی اختیار کرتے اور کچھ لوگ طریقت کی تربیت حاصل کرتے - جو لوگ علم حاصل کرتے وہ محدّث اور مفکّر بن جاتے - اور جو لوگ ان کی صحبت میں رہ کر ان سے تربیتِ اخلاق اور

تزکیہ نفوس کے درس لیتے وہ صوفی بن جاتے اور فراغت کے بعد علماء مسندِ درس پر رونق افروز ہوتے اور صوفیاء مسندِ رشد و ہدایت پر جلوہ گر ہو جاتے ۔ گویا ابو عبدالرحمٰنؒ عالم ہی نہ تھے بلکہ عالم گر بھی تھے ۔ صرف خود ہی صوفی نہ تھے بلکہ صوفی گر بھی تھے۔

چالیس سال حلقۂ درس پر رونق افروز رہے اور تشنگانِ علومِ نبویہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ ان کی روایت کردہ احادیث اور ان کے عارفانہ اور حکیمانہ اقوال اتنے مقبول ہوئے کہ ان کی زندگی میں ہی دُور دُور تک ان کا شہرہ اور چرچا تھا ۔ عوام و خواص کی زبانوں پر ان کا تذکرہ تھا۔ تحریر و تقریر میں ان کے اقوال، اسرار و نکات اور حکایات کو صاحبِ زبان، زبان سے بیان کرتے اور صاحبِ قلم اپنی کتابوں میں تحریر کرتے تھے۔ مصنّفین میں ایسے مصنّف کم ہوتے ہیں جن کی لکھی ہوئی کتابوں کو ان کی زندگی میں ہی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو اور ان کے ہم عصر بھی ان سے فائدہ اُٹھاتے ہوں۔ اس کے علاوہ جن خوش قسمت لوگوں نے مستقل طور پر شیخ ابو عبدالرحمٰنؒ سے علم حاصل کیا یا ان کی تربیت میں رہ کر بطورِ خاص اپنے اخلاق اور اپنے نفس کی اصلاح کرائی، ان کی پوری تعداد تو اللہ ہی جانتا ہے ۔ ہاں ان حضرات میں جو لوگ شہرت یافتہ ہوئے یا جن کو قبولِ عام حاصل ہوا، ان کی تعداد تئیس ۲۳ ہے ۔ ان میں سرِفہرست محدّث جلیل امام ابوبکر بیہقی کا نامِ نامی ہے ۔ اسی وجہ سے اس مضمون کے آخر میں میں نے امام بیہقی کے علمی حالات، دینی خدمات، ان کی تالیفات و تصنیفات اور ان کی عبادات کا کچھ حال لکھا ہے ۔ تاکہ ان کی علمی قابلیت، ان کے تقویٰ و طہارت کو دیکھ کر، ان کا اور ان کے اُستاد اور شیخ کا حال معلوم ہو ۔ اور آپ یہ جان لیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس اُمّت میں کیسے کیسے گوہرِ بے مایہ اور علم و فضل میں بے پایہ بزرگ پیدا فرمائے۔

سلسلۂ تالیفات ۳۵۰ھ سے کتابیں لکھنی شروع کیں اور ۵۵ سال تک متواتر یہ سلسلہ رہا تفسیر، حدیث، تصوّف، اخلاق اور معاملات کے عنوان پر چھوٹی بڑی ۲۸ کتابیں تصنیف فرمائیں اور یہ سب تصنیفات علماء و صلحاء میں مقبول ہوئیں۔ لیکن اس زمانہ میں چھپائی کا بندوبست نہیں تھا

اس لئے اہلِ علم میں جو کتابیں مقبول ہوتیں، ان کے قلمی نسخے ہاتھ سے لکھے جاتے، اور ان کی نقل در نقل کتاب کی مقبولیت کے بقدر دُور دُور تک پھیل جاتی تھیں۔

ابو عبد الرحمٰنؒ کی لکھی ہوئی پہلی کتاب "حقائق التفسیر"، آخر میں "تاریخ الصوفیہ" اور سب سے آخری کتاب "طبقات الصوفیہ" ہے جو غالباً ۳۸۷ھ میں مکمل ہوئی اور یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ ہر زمانہ کے علماء وصلحاء اور صوفیاء عظام اس کتاب کی قدر کرتے رہے اور اس میں لکھی ہوئی عبارات کو مستند اور قابلِ اعتبار سمجھ کر اپنی محفلوں اور اپنی کتابوں میں نقل کرتے رہے۔

اس کے علاوہ "طبقات الصوفیہ" کی تالیف کے بعد اس موضوع پر لکھنے والے اہلِ قلم علماء نے اپنی اپنی تالیفات کو اس طرز اور اس طریقہ پر تحریر کیا جو طریقہ ابو عبد الرحمٰنؒ نے طبقات الصوفیہ میں اختیار کیا۔ نیز طبقات الصوفیہ میں چونکہ دوسری تیسری صدی کے صوفیاء کے حالات لکھ کر اس کتاب کو ختم کیا گیا تھا لیکن یہ مصنّف کی آخری کتاب تھی اور اس کتاب کے بعد مصنّف کی زندگی نے وفا نہ کی جو چوتھی صدی کے مشائخ کا حال بھی لکھتے، مگر اللہ تعالےٰ نے مصنّف کی یہ خدمت قبول کی اور ابو عبد الرحمٰنؒ جس جگہ پر کام چھوڑ گئے تھے، ان کے بعد میں لکھنے والوں نے اسی جگہ سے اپنی کتابوں کو شروع کیا۔ یعنی چوتھی صدی کے صوفیاء سے اپنی کتابوں کی ابتداء کی اور اس طرح پر جو سنّت حسنہ ابو عبد الرحمٰنؒ چھوڑ گئے تھے اس پر عمل کرنے والے اللہ نے پیدا کئے تاکہ اس کا ثواب بھی ابو عبد الرحمٰن کے نامۂ اعمال میں جمع ہوتا رہے۔

چنانچہ مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "نفحات الانس" کو ان صوفیاء کرام کے حالات ومقالات سے شروع کیا جو طبقات الصوفیہ کے لکھنے کے بعد پیدا ہوئے۔ امام شعرانی قدس سرہٗ اپنی کتاب " لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" عربی میں طبقات الصوفیہ کی طرز کی نہ صرف پیروی کی بلکہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب "طبقاتِ رجال صوفیہ" کے تذکرہ میں "طبقات الصوفیہ" میں لکھے ہوئے اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔

جلد اوّل

محدث جلیل خطیب بغدادیؒ[عہ] نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ بغداد" میں کسی صوفی کا حال ابو عبد الرحمٰنؒ کے حوالہ کے بغیر نہیں لکھا۔

حلیۃ الاولیاء کے مصنف حافظ الحدیث امام ابو نعیمؒ اصبہانی نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص۴ میں طبقات الصوفیہ اور اس کے مصنف پر ان الفاظ میں اظہارِ اعتماد فرمایا:

قال الشیخ ابونعیم رحمہ اللہ اما شموس اھل المشرق واعلامھم فقد عنی بذکرھم الشیخ ابوعبد الرحمٰن السُلَمی النیسابوریؒ فی کتابہ المترجم بطبقات الصوفیہ واحببتُ ایداعَ اسماء جماعۃ من مشھوریھم کتابی علی الاختصار دون الاکثار۔

لیکن اہلِ مشرق کے آفتاب اور صوفیاء کرام کے سادات اور اماموں کا تفصیلی ذکر تو شیخ ابو عبد الرحمٰنؒ سُلَمی نیشاپوری نے اپنی کتاب طبقات الصوفیہ میں کیا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ مشرق کے صوفیاء و اولیاء کرام میں جو جو حضرات مشہور و معروف ہیں، اپنی کتاب میں ان کا ذکر کردوں اور ان کے حالات بھی مختصر لکھ دوں۔

دولت کا صحیح استعمال جب اللہ تعالیٰ کسی کو مال و دولت بخشے تو اس کا صحیح استعمال یہ ہے کہ اس دولت کو ایسے مواقع پر خرچ کرے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو تاکہ اس کی دائمی زندگی عیش و آرام میں گذرے، اسے قبر کی راحتیں نصیب ہوں، حشر کے میدان میں اس کا سر اونچا ہو۔ عرشِ الٰہی کی چھاؤں میں اس کی جگہ ہو کرامت کے حُلّے اس کا لباس ہو، عزت کا تاج اس کے سر پر ہو اور وہ نُور کے منبر پر بیٹھا ہو۔ پس خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کی دی ہوئی دولت کو اس کی راہ میں خرچ کریں اور اس کے بخشے ہوئے مال کو دین کی خدمت و اشاعت پر صرف کریں۔

عہ خطیب بغدادی کے کچھ حالات ابو نُعیم کے تذکرہ کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

اور کم نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو نفسانی خواہشات، اپنے عیش وعشرت یا ہوسِ اقتدار میں برباد کریں یا جوڑ جوڑ کر دوسروں یعنی وارثوں کے عیش وراحت یا انکی عیاشیوں کے لئے چھوڑ مریں۔

ابوعبدالرحمٰن کے نانا نیشاپور کے دولت مند گھرانہ کے فرد تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ابوعبدالرحمٰن کی والدہ کو ان کے باپ کے ترکہ میں "تین ہزار طلائی دینار" نقد اور اس کے علاوہ کافی مال ومتاع، زیورات اور زرعی زمینیں ملیں۔ ابوعبدالرحمٰن چونکہ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے، اس لئے یہ سارا مال وزر اور جائیداد والدہ کی طرف سے ابوعبدالرحمٰن کو پہنچی۔ اس کے علاوہ چونکہ ابوعبدالرحمٰن کی تصنیفات ان کی زندگی میں ہی مقبول ہو چکی تھیں، ان کے قلمی نسخے گراں قیمتوں پر لوگ خرید خرید کر لے جاتے، ان کی قیمت بھی ابوعبدالرحمٰن کو ملتی تھی۔ لیکن ابوعبدالرحمٰنؒ عالم ربّانی تھے، اس دولت کو دُنیاوی عیش وعشرت اور تن آسانی یا حصولِ اقتدار پر کیسے صرف کر سکتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اللہ کی دی ہوئی اس دولت کو اگر آج دین کی ترویج واشاعت اور اُمّت کی تعلیم و تربیت پر خرچ کروں گا تو قیامت میں اس کا بے حساب نفع حاصل کروں گا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے دین کی نصرت پر دولت خرچ کرنا دولت کا بہترین مصرف اور سب سے زیادہ نفع بخش تجارت ہے۔ چنانچہ ابوعبدالرحمٰنؒ نے اہلِ علم کے استفادہ کے لئے قیمتی قیمتی کتابیں خرید کر نیشاپور میں دارالمطالعہ یا لائبریری قائم کی۔ نیشاپور کے علماء ومشائخ اپنی ضرورت کی کتابیں اس کتب خانہ سے مستعار لے کر اپنی علمی ضرورت پوری کرتے تھے۔

مدرسہ سلمی کا قیام اسلامی تعلیم دینے اور لوگوں کو اسلامی فکر سمجھانے کے لئے ایک دینی مدرسہ بھی ابوعبدالرحمٰنؒ نے نیشاپور میں قائم کیا۔ اور اس کے مصارف خود ہی برداشت کرتے تھے۔

خانقاہ کا قیام جس طرح لوگ ابوعبدالرحمٰنؒ کے پاس دُور دراز سے علمِ حدیث پڑھنے کے لئے آتے تھے اسی طرح باطن کی تربیت اور علم سلوک حاصل کرنے کے لئے بھی کچھ لوگ ان کی خدمت میں آتے تھے۔ اس لئے

آخری عمر میں انہوں نے ایک تربیت گاہ یعنی خانقاہ بھی تعمیر کرائی تھی جس میں اصلاحِ باطن کے خواہشمند درویش قیام کر کے ابوعبدالرحمٰنؒ سے اپنی تربیت کراتے تھے۔ غرضیکہ ابوعبدالرحمٰنؒ کا مقام علمی قابلیت، تقویٰ وطہارت، حسنِ عمل، خدمتِ دین، دیانت وسخاوت جیسے جوہر اللہ نے ابوعبدالرحمٰنؒ کو عطا فرمائے تھے جس کے باعث اپنے شہر کے علاوہ دُور دُور تک ان کی عظمت وبزرگی کی شہرت ہوگئی تھی۔ اور ان کی ذات ظاہر و باطن کی اصلاح کا مرکز بن گئی تھی۔ موافق مخالف، بادشاہ اور رعایا سب ہی اُن سے حُسنِ عقیدت رکھتے تھے۔ عوام کے علاوہ ان کے ہم عصر علماء ومشائخ بھی ان کی شاگردی اور ارادت کو اپنے لئے باعثِ سعادت جانتے اور برملا ان کی ولایت کا اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ حاکم ابوعبداللہ محدث جو اُن کے ہم سبق ہیں وہ کہتے تھے:

ان لم یکن ابوعبدالرحمٰن من الابدال فلیس للہ فی الارض ولی۔

اگر ابوعبدالرحمٰنؒ ابدالوں میں سے نہیں تو پھر دنیا میں کوئی بھی ولی نہیں۔

حاکم کا مختصر تعارف ان کا نام محمد بن عبداللہ اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حاکم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عالم بھی تھے اور اپنے علاقہ کے حکمران بھی۔ ان کی تصنیفات کے متعلق تاریخ ابنِ خلکان میں ہے کہ حاکم کی تصنیفات پندرہ سو اجزاء کے قریب ہیں۔

حاکم کی مشہور تصنیفات یہ ہیں:

① صحیح حاکم: حدیث کی معتبر کتاب ہے اس کو مستدرک بھی کہتے ہیں۔
② تاریخ نیشاپور ③ مزکی الاخبار ④ اَلْمُدْخَل الی علم الصحیح۔
⑤ الاکلیل: یہ کتاب بھی بڑی مفید ہے اور قرآن پاک کی تفسیر کرنے والے کو اس کی شدید ضرورت ہے۔

ایک کتاب امام شافعیؒ کے فضائل میں بھی لکھی ہے۔ ان کی تالیفات میں سب سے عمدہ کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" ہے۔

ابو عبدالرحمٰنؒ کی وفات انسان کو جو معاملات پیش آئے یا پیش آنے والے ہیں، ان میں سب سے زیادہ یقینی چیز موت ہے۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ موت سب کیلئے ہے۔ اس سے کوئی بچاہے نہ بچے گا۔ جان، جانے کے لئے ہے رہنے کے لئے نہیں۔ زمین پر بسنے والی مخلوق ایک نہ ایک دن زمین کے اندر چلی جائے گی۔ خاک سے بنی ہوئی مخلوق آخر خاک میں مل جائے گی۔ قرآن پاک اور احادیث میں کئی جگہ موت کا تفصیلی نقشہ کھینچا گیا تاکہ آدمی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرے اور اسے ضائع ہونے سے بچائے۔

زندگی کا وہ وقت ضائع ہے جو فانی دنیا کے حصول پر صرف کیا جائے۔ اور وہ وقت کارآمد اور سودمند ہے جو اللہ کے حکم کی تعمیل میں خرچ ہو۔ انسان کی یہی زندگی اس کے مرنے کے بعد والی زندگی کو بناتی ہے اور یہی اس کو بگاڑتی اور برباد کر ڈالتی ہے۔ اسی زندگی میں آدمی ابدی راحت یعنی جنّت خریدتا ہے، اور اسے غفلت اور اللہ کی نافرمانی میں گذار کر اپنی قبر کو دوزخ کا گڑھا اور اپنی آخرت کو برباد کر ڈالتا ہے۔ مَردوں کی طرح زندگی وہ گذارتے ہیں جو مَرنے کے بعد والے گھر کی فکر کرتے ہیں۔ قبر میں جانے سے پہلے اس کی تعمیر کرنے پر متوجّہ رہتے ہیں۔ عرضِ اکبر، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے اپنا محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔

اور مُردوں کی طرح وہ جیتے ہیں جو اپنا وقت اپنی محنت اور دولت، ٹوٹ پھوٹ جانے اور مٹ جانے والی دنیا پر صرف کرتے ہیں۔ سورۃ القیامۃ میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ۝ (القیامۃ آیۃ ۲۲ تا ۲۹)

ترجمہ: اُس دن کئی چہرے تروتازہ اپنے رب کے حُسن وجمال کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔ اور کئی چہرے

بگڑے ہوں گے کیونکہ اس کا گمان ہوگا کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والے عذاب کا معاملہ ہو جانے والا ہے۔ کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ زندگی یونہی رہے گی یا اس کی بہاریں سدا رہیں گی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ جب جان ہنسلی تک پہنچتی ہے اور گلے میں اٹک جاتی ہے تو عزیز و اقارب کہتے ہیں۔ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا، ہے کوئی ڈاکٹر حکیم جو اس کو بچالے۔ حالانکہ جانے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب جدائی کا وقت آپہنچا ہے اور موت کی سختی کے باعث ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے جڑ جاتی ہے۔ بس اب ہے تجھے اپنے رب کی طرف کوچ کرنا"۔۔۔۔۔۔ سورۂ ق میں ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ○ (آیۃ ۱۹)

ترجمہ: "اور موت کی بے ہوشی کا آنا برحق ہے۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا، یہ ہے وہ وقت جس سے تو بے فکر ہو کر بھاگا بھاگا پھرتا تھا"۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ آدمی کے سر پہ ہر وقت موت منڈلا رہی ہے مگر وہ رات دن اسی دھن میں ہے کہ یہ بنالوں وہ بنالوں تاکہ میرے وقت پڑ کام آئے۔ ایسی کوٹھی بناؤں اور ایسی کار خریدوں ایسا فرنیچر تیار کردوں، ایسے کپڑے بناؤں اور ایسے زیور بناؤں ؎

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکہ میں ڈالا
اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا
اسی نے سکندر[۵] سا فاتح بھی مارا
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا
پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا

[۵] یہ تینوں اپنے زمانہ کے مشہور بادشاہ تھے۔

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے
مکیں ہوگئے بے مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ ان خوش قسمت آدمیوں میں سے تھے جو دنیا کی پُرفریب بہاروں اس کے سریع الزوال مال و متاع اور بے حقیقت آسائشوں کے مقابلہ میں آخرت کی قدر ومنزلت اس کی پائیدار نعمتوں اور ابدی راحتوں وعزتوں پر یقین رکھتے ہیں، اس لئے انھوں نے اپنی زندگی اپنا دھن دولت، اپنی محنت اور وقت سب کچھ آخرت میں کام آنے والی جائیداد کی تعمیر پر قربان کردیا۔ ابوعبدالرحمٰنؒ نے اپنا سارا اثاثہ دین کی دعوت و تبلیغ، حدیث پاک کی اشاعت مسلمانوں کے معاشرہ کی اصلاح کی خاطر صرف کردیا۔ وہ چالیس ۴۰ سال حدیث پاک کا درس دیتے رہے اور سالہاسال تک حدیث و قرآن کے علاوہ دیگر اصلاحی کتابیں تصنیف کرتے رہے اور مرنے سے پہلے ایسی لازوال اور یادگار کتابیں چھوڑ گئے جن کا نفع آج تک ان کی قبر میں پہنچ رہا ہے۔ اور جن کے علوم وعرفان سے نہ صرف ایشیا و افریقہ بلکہ یورپ کے لوگ بھی مستفید ہو رہے ہیں۔

شیخ ابوعبدالرحمٰنؒ اتوار کے دن ۳ شعبان ۴۱۲ھ دار فانی سے عالم جاوداں کو رخصت ہوئے۔ ان کے جنازہ میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح لوگ شریک ہوئے، اور انہی کی تعمیر کی ہوئی خانقاہ میں ان کی قبر بنائی گئی۔

ابوعبدالرحمٰنؒ کے بعد بھی معتقدین اور مریدین اس خانقاہ میں آکر ٹھہرتے تھے اور اس متبرک مقام سے مستفید ہوتے تھے۔

جلد اوّل

تصانیف سیدنا ابو عبد الرحمٰن سُلمیؒ

(۱) الاخوۃ والاخوات من الصوفیہ : خطیب بغدادی نے "بکیر الدراج" کے تذکرہ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

(۲) آداب التعازی : مناظرہ کے اصول میں مختصر کتاب ہے۔

(۳) آداب الصحبۃ وحسن العشرۃ : یہ کتاب برلن مغربی جرمنی کے کتب خانہ کی فہرست میں "فی اداب العشرۃ والصحبۃ" کے نام سے موجود ہے۔

اس کا خطبہ یہ ہے :

الحمد للہ الذی اکرم خواص عبادہ بالالفۃ فی الدین ورفعهم لاکرام عبادہ المخلصین۔

اور اس کے آخر میں ہے :

ونحن نسأل اللہ تعالیٰ ان یوفقنا للاخلاق الجمیلۃ وان یجنبنا الاخلاق السیئۃ فی افعالنا واحوالنا واقوالنا مما یقربنا الیہ ولا یکلنا فی امورنا واسبابنا الیٰ انفسنا وان یتولیٰ رعایتنا وکلائتنا بکرمہ وفضلہ انہ ولی ذٰلک والقادر علیہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

اس کے تین قلمی نسخے برلن کے کتب خانہ میں ۵۵۸۵ کے سیریل نمبر سے محفوظ ہیں۔ اسکندریہ کی میونسپل کمیٹی کے کتب خانہ میں ۳۸۰۰ نمبر کے حوالہ سے محفوظ ہے۔ اور دوسرا نسخہ لکسمبرگ برلن کے کتب خانہ میں "نهایت الرغبۃ فی آداب الصحبۃ" کے نام ۶۸ نمبر کے

حوالہ سے موجود ہے۔

④ آداب الصّوفیہ : اس کا نسخہ ریاست ٹونک بھارت کے کتب خانہ سعیدیہ العامۃ میں نمبر "۲۳۵ - تصوّف" کے حوالہ سے موجود ہے۔

⑤ الاربعین فی الحدیث : یہ چالیس حدیثیں زُہد یعنی دنیا سے بے رغبت بنانے والی حدیثوں پر مشتمل ہیں ۔ یعنی زُہد کے عنوان پر چہل حدیث ہے ۔ اس کتاب کو دائرۃ المعارف العثمانیہ النظامیہ، حیدرآباد دکن نے طبع کرایا۔ امام نووی نے "الاربعین النوویہ" میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

⑥ الاستشھاد : سبط ابن الجوزی نے اس کے متعلق یہ کہا ہے کہ :

"لہ المصنفات الحسان، ککتاب التفسیر والاستشھاد۔"[1]

⑦ امثال القرآن۔

⑧ تاریخ اھل الصفۃ : اس کتاب سے ابونُعیم اصبہانیؒ نے نقل کیا اور حضرت ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

⑨ تاریخ الصوفیہ : ذہبیؒ اپنی کتاب تاریخ اسلام میں اور خطیبؒ اپنی کتاب تاریخ بغداد میں اکثر اس کتاب سے نقل کرتے ہیں ۔ یہ کتاب ابوعبدالرحمٰنؒ نے اپنی کتاب "طبقات الصوفیہ" سے پہلے لکھی۔

⑩ جزء حدیث : صاحب کشف الظنون نے ابوعبدالرحمٰنؒ کی یہ مستقل کتاب شمار کی ہے۔[2]

⑪ جوامع آداب الصوفیہ : برلن جرمنی کے کتب خانہ میں نمبر ۳۰۸۱ کے حوالہ سے محفوظ ہے ۔ اور استنبول کے خزانہ لالالی میں نمبر ۱۵۱۶ سے محفوظ ہے اور اسی کتب خانہ کی فہرست میں "جوامع الصوفیہ" کے نام سے درج ہے ۔ اس کا ابتدائیہ یہ ہے :

[1] حلیۃ الاولیاء، جلد ۸ صفحہ ۲۵ ۔ [2] کشف الظنون ۲/۲۳ ۔ فہرست دارالکتب المصریہ ۱/۴۸ ۔

Marfat.com

الحمد للہ الّذی زین اولیاءہ بآداب الظواہر والبواطن .... ثمّ انہ وقع لی ان اجمع شیئاً من آداب ارباب الاحوال والمقدمین من اولیاء اللہ۔

⑫ حقائق التفسیر : اس کے ایک نسخہ کے اوراق ۳۷۹ ہیں۔ قاہرہ کے کتب خانہ دارالکتب المصریہ میں نمبر ۱۵۰ کے حوالہ سے ملے گی۔ اس کے علاوہ جامع ازہر کے کتبخانہ میں بھی موجود ہے اور ایک نسخہ نہایت عمدہ لکھا ہوا جس کے ورق ۳۱۴ ہیں، خزانہ الفاتح استنبول میں نمبر "۶۱ تفسیر" کے حوالہ سے ملے گی۔ برطانیہ کی لائبریری میں نمبر ۱۸۵۲۰ ADD[ل] کے حوالہ سے ملے گی اس کا ابتدائیہ یہ ہے :

الحمد للہ الذی خص اہل الحقائق بخواص اسرارہ۔

اور آخر میں ہے :

واعوذ بک منک حتی نسلم فیہ من الشرک والحجاب و الغفلۃ والانا لمرءہا لک من حیث یرجو النجاۃ واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب۔

⑬ درجات المعاملات : اس کے اخیر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے :

"جب میں اپنے نفس کو دیکھتا ہوں تو کانپ اٹھتا ہوں، اور جب میں اس کے رب کو دیکھتا ہوں تو گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اور جمعیت حاصل ہوتی ہے اور میں اپنی طاقت وقوت سے بری الذمہ ہو کر اس کی توفیق کا طالب ہوں۔ اور وہی سب سے اچھا توفیق دینے والا ہے[ٹ]۔"

⑭ رسالہ فی غلطات الصوفیہ : اس میں صوفیاء کو جو مغالطے لگے ہیں اس کی

ل Catal. Br. Mus. Add. P. ٹ یہ کتاب برلن جرمنی کی لائبریری میں نمبر ۳۴۵۳ سے ملے گی۔ اور Ahiward. B ۳, P ۲۷۵

نشان دہی کی گئی ہے اور رُوح کے متعلق لکھا ہے کہ صحیح وہ ہے جو قرآن پاک میں ہے وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ رُوح مخلوق ہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان نہ نسبی رشتہ ہے اور نہ سببی مگر اللہ تعالیٰ نے، اپنی لطیف ترین مخلوق ہونے کی وجہ سے اسے اپنے ساتھ منسوب کیا ہے۔ اس کے بعد علمِ شریعت کے اقسام بیان کئے اور آخر میں ان صوفیاء کی تردید کی ہے، جو مخلوق میں اللہ کے حلول کے قائل ہیں۔ ابنِ عربی نے فتوحاتِ مکّیہ ج۱ ص۱۸۷ میں اس کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کتب خانہ المصریہ قاہرہ میں نمبر ۱۸۷ کے حوالہ سے موجود ہے۔

(۱۵) رسالۃ الملامتیہ : قاہرہ مصر میں ۱۹۴۵ء میں یہ رسالہ چھپ چکا ہے اور برطانیہ کے کتب خانہ میں نمبر ۷۵۵۵ سے اس کا قلمی نسخہ بھی موجود ہے۔

(۱۶) زلل الفقرو : طبقات الصوفیہ کے خطبۃ الکتاب ص۱ پر شیخ ابوعبدالرحمٰن نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱۷) السؤالات : احوال مشائخ اور رُوات کے متعلق دار قطنی اور سُلمی کے مابین سوالات ہیں جن کو ابوعبدالرحمٰنؒ نے کتابی شکل میں جمع کر دیا۔ احمد الثالث کے کتبخانہ استنبول میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے جو ۷۲۸ھ ابوبکر بن علی بن اسماعیل الانصاری الشافعی کا لکھا ہوا ہے۔ نمبر ۶۲۴ پر محفوظ ہے۔

(۱۸) سُلوکُ العارفین : دار الکتب المصریہ قاہرہ میں تیمور کے خزانۂ کتب میں "۴۷ تصوّف تیمور" کے حوالہ سے موجود ہے۔

(۱۹) السَّماعُ : حضرت ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۲۰) سنن الصّوفیہ : اس کتاب کا ابنِ جوزی نے "تلبیس ابلیس" ص۱۶۴ اور علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر جلد ۱ ص۳۵ پر اور صاحب کشف الظنون نے جلد ۳ ص۶۲۶ پر اس کے متعلق لکھا ہے۔

(۲۱) طبقات الصوفیہ : اس کا حال ہم نے مفصّل لکھا ہے۔

(۲۲) عیوب النفس و مداواتہا[له] : یہ کتاب بھی قلمی برلن کے خزانہ کتب میں نمبر ۳۱۳۱ پر محفوظ ہے۔ اور خزانہ تیموریہ دار الکتب المصریہ قاہرہ میں بھی نمبر ۴۷ پر اس کا قلمی نسخہ موجود ہے اور برطانیہ کی لائبریری میں ۲۲۸-SUPPL کے حوالہ سے موجود ہے۔

(۲۳) الفتوۃ : اس کتاب کا قلمی نسخہ اباصوفیہ، استنبول ترکی میں "۲۰۴۹-ب" کے نمبر سے محفوظ ہے۔

(۲۴) الفرق بین الشریعۃ والحقیقۃ : اس کا نسخہ اباصوفیہ، استنبول ترکی کے کتب خانہ میں ۴۱۲۸ نمبر پر محفوظ ہے۔

(۲۵) محن الصوفیہ : صوفیوں کی مختیں - علامہ ذہبی نے اس کتاب کا ذکر ذوالنون مصریؒ اور محمد بن فضل بلخیؒ کے تذکرہ میں کیا ہے۔

(۲۶) مقامات الاولیاء : اس کتاب سے شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی کتاب محاضرات الابرار میں مدد لی ہے۔

(۲۷) مقدمۃ فی التصوّف : اس کا نسخہ اسکندریہ کے بلدیہ کی لائبریری میں نمبر ۲۸۲۲ پر محفوظ ہے۔

(۲۸) منہج العارفین : اس کتاب کے ابتدائیہ میں یہ ہے :

"تصوّف کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی اور اس کے مقامات بھی ہیں - پس سب سے پہلے صوفی کو اس راہ کی توفیق ملتی ہے اور غفلت کی راہ سے بیداری کا جذبہ اس میں پیدا ہوتا ہے اور وہ نفس کی پیاری اور پسندیدہ چیزوں کے چھوڑنے کی طرف مائل ہوتا ہے"

له یعنی نفس کے عیوب اور ان کا علاج۔

اس کتاب کا قلمی نسخہ برلن جرمنی کی لائبریری میں نمبر ۲۸۲۱ پر محفوظ ہے اور میونخ جرمنی میں دوسرا نسخہ نمبر ۵۶۶-۳-۷ پر محفوظ ہے۔

ختم شد

"طبقات الصوفیہ" کا مختصر تعارف

○

اس کتاب میں پہلی صدی اور تیسری صدی کے صوفیار کرام کو پانچ طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے ہر طبقہ میں بیس۲۰ صوفیاء کے مستند حالات ومقالات لکھے ہیں اور مصنف نے کم وبیش بیس۲۰ حکایات ہر صوفی کے حال میں لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ پہلے طبقہ میں فضیل بن عیاضؒ، ذوالنون مصریؒ، ابراہیم بن ادہمؒ بشر حافیؒ، سری سقطیؒ، حارث محاسبیؒ، شقیق بلخیؒ، ابو یزید بسطامیؒ، ابوسلیمان دارانی، معروف کرخیؒ، حاتم اصم جیسے اکابر کے حالات ومقالات لکھے ہیں۔

دوسرے طبقہ میں بھی بیس۲۰ اولیاء کرام کا ذکر ہے۔ ان میں پہلے پہل جنید بغدادیؒ کا ذکر ہے۔ اسی طرح پانچ طبقات میں کتاب کو مکمل کیا ہے۔

خدا کے فضل اور اس کی توفیق سے میں نے اس کتاب کا ترجمہ مع تشریح اپنی استعداد کے مطابق مکمل کرلیا جو مسودہ کی شکل میں فقیر کے پاس محفوظ ہے۔ اگر اللہ کو منظور ہوا، زندگی نے وفا کی۔ دوسری جلد میں سلف صالحین کا یہ یادگار ورثہ کتابی شکل میں شائع کرنے کی نیت رکھتا ہوں۔ اپنی دعاؤں سے میری مدد فرماتے رہیں کہ "بر کریماں کارہا دشوار نیست"۔

تذکرہ امام بیہقیؒ

پہلے لکھ چکا ہوں کہ شیخ ابو عبدالرحمنؒ کے شاگردوں اور مریدوں کی صحیح تعداد تو اللہ کو معلوم ہے، مگر ابو عبدالرحمن کے شاگردوں اور مریدوں میں جو حضرات علمیت، دیانت وتقویٰ میں مشہور ہیں اور جن کے تذکرے کتابوں اور لوگوں کی زبانوں پر تھے اور اب بھی ہیں، ان کی تعداد تئیس۲۳ ہے اور ابو عبدالرحمن

کے ان شاگردوں و مریدوں میں سب سے زیادہ شہرت اور وجاہت جس شاگرد اور مرید نے پائی، وہ امام بیہقیؒ ہیں۔ چونکہ شاگرد اور مرید اپنے شیخ کے جمال کا آئینہ ہوتا ہے یعنی اس کے کمالات اس کے شیخ کے کمالات اور اس کی عظمت اس کے شیخ کی عکاس ہوتی ہے لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ شیخ ابو عبدالرحمٰنؒ کے بعد امام بیہقی کا بھی مختصر تذکرہ لکھ دوں۔ تاکہ اس زمانہ کے مسلمانوں کو معلوم ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے علماء وصلحاء نے اسلامی علوم کی تدریج اور دین کی اشاعت میں کیسے کیسے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

بیہقی کا نام | امام بیہقی کا نام احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ بن عبداللہ ہے۔ بیہق چند گاؤں کا نام ہے جو ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ یہ گاؤں نیشاپور شہر سے ۳۰ کوس کے فاصلہ پہ واقع ہیں، جیسے دہلی سے ہریانہ ہے۔ ان میں سب سے بڑا گاؤں خسرو جرد ہے۔ اسی گاؤں میں امام بیہقی کی قبر شریف ہے بیہق کی نسبت سے آپ کو بیہقی کہا جاتا ہے۔

پیدائش : شعبان ۳۸۴ھ میں ہوئی۔

شیوخ و اساتذہ | ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ سے حدیث کا سماع کیا۔ اور اخذ طریقہ بھی کیا۔ ان کے علاوہ حاکم ابوطاہر ابن فورک، متکلم اصولی، ابوعلی روذباری صوفی سے تعلیم پائی اور علوم حاصل کئے۔ اس کے علاوہ بغداد، خراسان، کوفہ، حجاز اور دوسرے بلادِ اسلامیہ میں علم کے لئے سفر کئے۔

اللہ تعالیٰ نے بیہقی کے علم میں برکت دی تھی اور ان کو فہم کامل کی دولت بخشی تھی۔ گویا وہ علم کے سمندر تھے اور عالی اسناد رکھتے تھے۔ حالانکہ صحاح کی تین کتابیں، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہؒ سنن نسائیؒ، نہ امام بیہقی کے پاس موجود تھیں اور نہ ہی ان کتابوں کی سندوں اور حدیثوں کا انہیں علم تھا۔ مگر اس کے باوجود ان کے پاس حدیث پاک کا جو ذخیرہ و مواد تھا، علماء کے لئے وہ حیران کن تھا۔

تصنیفات | امام بیہقی کی غیر فانی یادگاروں میں ان کی ایسی دلچسپ اور قابلِ قدر تصانیف ہیں

کہ ان سے پہلے لوگ ایسی عجیب و نایاب کتابیں لکھنے سے قاصر رہے۔

بیہقی کی مفید و منتخب تصانیف میں سے ایک بے نظیر کتاب "کتاب الاسماء والصفات" ہے جو دو جلدوں میں ہے۔ علامہ سبکیؒ کہتے ہیں مجھے اس کتاب جیسی دوسری کتاب نہیں ملی اسی طرح ان کی دوسری کتاب "دلائل النبوۃ" تین جلدوں میں ہے۔ تیسری کتاب "مناقب الشافعی" ایک جلد میں ہے۔ چوتھی کتاب "دعوات الکبیر" بھی ایک جلد میں ہے سبکیؒ کہتے ہیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں، دنیا میں یہ کتابیں بے مثل ہیں اور ان کی سارے جہان میں نظیر نہیں۔ پانچویں کتاب "کتاب الزھد"، چھٹی کتاب "کتاب البعث والنشور" ہے۔ ساتویں "ترغیب وترھیب" یہ سب کتابیں ایک ایک جلد میں ہیں۔ آٹھویں کتاب "کتاب الخلافیات" دو جلدوں میں ہے نویں کتاب "اربعین صغریٰ"، دسویں کتاب "اربعین کبریٰ"۔ گیارھویں تصنیف "کتاب الاسرار" ہے۔ بارھویں "سنن کبریٰ" دس جلدوں میں ہے۔ ان کے علاوہ تیرھویں کتاب "معرفۃ السنن والآثار" بھی ہے۔ تاج الدین سبکیؒ نے فرمایا۔ شافعی فقہ کو اس کتاب کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ بغیر اس کتاب کے شافعی عالم کو چارہ نہیں۔ اس کتاب کی بھی چار جلدیں ہیں اس کتاب میں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے تقدیر کا مسئلہ پوچھا کہ تقدیر کیا ہے؟ تو امام شافعیؒ نے تقدیر کو ان شعروں میں سمجھا دیا ؎

إِذَا شِئْتَ كَانَ وَإِنْ لَمْ أَشَاءْ　　مَا شِئْتُ إِنْ لَمْ تَشَاءْ لَمْ يَكُنْ

الٰہی جب تُو نے چاہا ہو گیا اگرچہ مَیں نہ چاہوں　　اور مَیں چاہوں لیکن تُو نہ چاہے، وہ نہیں ہوتی

خَلَقْتَ الْعِبَادَ عَلٰى مَا عَلِمْتَ　　فَفِي الْعِلْمِ يَجْرِي الْغِنٰى وَالْمِنَنْ

تُو نے پیدا کیا بندوں کو اپنے علم کے مطابق۔　　پس اسی علم کیمطابق خوشحالی اور عنایات جاری ہوتی ہیں

عَلٰى ذَا مَنَنْتَ وَهٰذَا ذَلَلْتَ　　وَهٰذَا أَعَنْتَ وَذَا لَمْ تُعِنْ

اُس پر تُو نے فضل کیا اور اِس کو ذلیل　　اور اسکی تُو نے اعانت کی اور اسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَمِنْهُمْ سَعِيدٌ　　وَمِنْهُمْ قَبِيحٌ وَمِنْهُمْ حَسَنٌ

پس ان میں کوئی بدبخت ہے اور کوئی خوش نصیب　　کوئی ان میں بدصورت ہے اور کوئی حسین ومہ جبین

امام الحرمینؒ فرماتے ہیں، جتنی کتابیں بیہقی نے شافعی مذہب کی تائید میں لکھیں دنیا میں کسی نے بھی نہیں لکھیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ بیہقی کی تصانیف کی وجہ سے شافعی مذہب مشرق ومغرب میں پھیل گیا۔ بیہقیؒ فقہ شافعی کے علاوہ فنِ حدیث اور حدیث کی علل اور کمزوریوں کے جاننے میں پوری پوری مہارت رکھتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے بیہقی کو متضاد حدیثوں کے معانی اور مختلف حدیثوں کے جوڑنے اور جمع کرنے کا اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا۔

امام بیہقی کی تصانیف کی قبولیت اور اس کی بشارتیں

(۱) بیہقی نے جب کتاب معرفۃ السنن کی تصنیف شروع کی تو کسی اللہ والے نے خواب دیکھا کہ امام شافعیؒ کسی جگہ تشریف فرما ہیں اور اس کتاب کے چند اوراق ان کے ہاتھ میں ہیں۔ امام صاحب فرما رہے ہیں، آج فقیہ احمد، بیہقی کی کتاب سے میں نے سات جزو پڑھے ہیں۔

(۲) ایک دوسرے عالم نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا کہ امام صاحبؒ جامع مسجد میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں۔ آج میں نے فقیہ احمد، بیہقی سے فلاں حدیث، اور فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے۔

(۳) مشہور فقیہ، محمد بن عبداللہ مروزیؒ کہتے ہیں۔ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ زمین سے ایک صندوق آسمان کی طرف اُڑا جا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف ایک ایسا چمکتا ہوا نور ہے، جو آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے، آنکھیں اس نور کی تاب نہ لا کر بند ہو جاتی ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا چیز ہے تو فرشتوں نے جواب دیا، یہ بیہقی کی تصنیفات کا صندوق ہے جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہو گیا ہے۔

امام بیہقی کے چند اشعار | کبھی کبھی شعر اشعار کا بھی شوق فرماتے تھے چند اشعار ان کے یہ ہیں

مَنِ اعْتَزَّ بِالْمَوْلیٰ فَذَاكَ جَلِيلٌ　　وَمَنْ رَامَ عِزًّا عَنْ سِوَاهُ ذَلِيلٌ

جلد اوّل

وَلَوْ اَنَّ نَفْسِیْ مُذْ بَرَأَهَا مَلِیْکُهَا — مَضٰی عُمْرُهَا فِیْ سَجْدَةٍ لَقَلِیْلُ
اُحِبُّ مُنَاجَاتِ الْحَبِیْبِ بِاَوْجُهِهٖ — وَلٰکِنْ لِسَانَ الْمُذْنِبِیْنَ کَلِیْلُ

ترجمہ (۱) جو آدمی اللہ سے عزت پائے وہ ہے بڑی شان والا۔ اور جو آدمی اللہ کے ماسوا دوسرے سے عزت کا طالب ہو وہ ذلیل ہے۔

(۲) جب سے مجھے میرے بادشاہ نے پیدا کیا ہے، اگر اس وقت سے میری عمر سجدہ میں گذرے تو میری یہ عبادت حقیر ہے اور میرا یہ سجدہ اس کے احسان کے مقابلہ میں قلیل ہے۔

(۳) میں چاہتا ہوں اپنے پیارے محبوب کو اپنے دل کی بات سُناوں۔ لیکن گنہ گاروں کی زبان کھل کر بات نہیں کرتی۔

امام بیہقی ورع، پرہیزگاری، عبادت گذاری، دنیا سے بیزاری میں بھی وہی مقام رکھتے تھے جو علماء ربانیین، صوفیاء اور محققین میں ہونی چاہیئے۔

۱۰ رجمادی الاولی ۴۵۸ھ شہر نیشاپور میں علم وعمل کا یہ آفتاب عالمتاب خود تو غروب ہوگیا، لیکن اپنے پیچھے دنیائے اسلام کو روشن کرنے کے واسطے اپنے علم وعرفان کی یادگار کو میں ہمیشہ کے لئے چھوڑ گیا۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے امام موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کی قبر کو روشن اور ان کے درجات ومقامات کو بلند تر فرمائے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

امام موصوف نے اپنی پوری زندگی اپنی تمام قوت، اور ہر قسم کی خداداد صلاحیتوں کو اللہ کے دین کی نصرت واشاعت میں قربان کرکے تمام اہل اسلام کو اسلام کے لئے جینے اور دین کی خدمت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کی جو مبارک رسم قائم کی ہے دنیا میں اس کی مثال بہت کم

ملتی ہے ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اے دوست اگر جاں طلبی، جاں بتو بخشم
و ز جان چہ عزیز ست بگو آں بتو بخشم

ترجمہ: "اے محبوب اگر تُو جان کی فرمائش کرے تو میں تجھ پر جان قربان کر دوں۔ بلکہ اگر جان سے بھی زیادہ کوئی چیز قیمتی ہو، مجھے حکم دے تاکہ وہ بھی تجھ پہ قربان کر دوں"۔

سچّے عاشق اور اچھّے غلام کا یہی کام ہے کہ اپنے محبوب کے خوش کرنے کے لئے اپنی جان کو دیکھے نہ اپنے مال کو۔ ایسا ہی غلام اپنے مالک کا ابدی انعام پائے گا، اور زندگیٔ دوام سے شادکام ہوگا۔

طبقات الصوفیہ

(۱) سیدنا حضرۃ الفضیل بن عیاض نور اللہ مرقدہٗ

حالات

ابراہیم بن شماس[۱] فرماتے ہیں۔ آپ کی پیدائش سمرقند[۲] اور پرورش ابیورد[۳] کے شہر میں ہوئی۔ مگر آپ کے باپ دادا کوفہ[۴] کے رہنے والے ہیں۔ حضرت فضیل بیان کرتے ہیں۔ میں نے سمرقند میں دیکھا کہ ایک درہم کے عوض دس ہزار اخروٹ فروخت ہوتے تھے۔

حضرت سراج[۵]، آپ کے صاحبزادہ ابوعبیدہ[۶] کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کا نام فضیل ہے اُن کے والد کا نام عیاض، اُن کے والد کا نام مسعود اور اُن کے والد کا نام بشیر ہے۔ حضرت فضیل کی کنیت ابوعلی ہے سلسلۂ نسب قبیلہ بنی تمیم کی شاخ یربوع سے جا ملتا ہے۔ آپ کے باپ دادا کوفہ کے رہنے والے ہیں مگر

---

[۱] ابواسحاق، ابراہیم بن شماس سمرقندی ہیں۔ ابن مبارک سے روایت کرتے ہیں اور ابراہیم بن شماس سے امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں۔ ادریسی کہتے ہیں۔ ابراہیم میدان جنگ کے مبارز، بہادر عالم فاضل ثقہ و ثبت ہیں۔ بکثرت غزوات میں شرکت فرمائی۔ اہلِ سنّت کے عقیدہ پر نہایت پختگی سے قائم تھے۔ سمرقند میں ۲۲۱ھ میں مقتول ہوئے۔ [۲] سمرقند، خراسان کے علاقہ میں مشہور ہے۔ [۳] یہ شہر نسا اور سرخس کے درمیان واقع ہے۔ ۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر بن کریز کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اب یہ شہر روسی ترکستان کے تحت خراسان میں واقع ہے۔ [۴] کوفہ کو سعد بن ابی وقاصؓ نے قادسیہ کی فتح کے بعد امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں آباد کیا تھا۔ [۵] ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن بکر بن واقد "سراج" بغداد کے باشندہ ہیں۔ مگر اہواز میں سکونت اختیار فرمائی اور اہواز میں ہی مردویہ سے حدیث کی روایت کی۔ حضرت فضیل کے مرید ہیں۔ آپ کی روایت کردہ حدیثیں نہایت ہی قابلِ اعتبار ہیں۔ اہلِ فارس روایت میں آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی وفات سوقِ اہواز میں جمادی الثانی ۲۹۸ھ میں ہوئی۔ [۶] ابوعُبیدہ حضرت فضیل کے (بقیہ صفحہ آئندہ)

حضرت فُضیلؒ سمرقند میں پیدا ہوئے اور ابیورد میں نشو ونما پائی۔

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں۔میں ایسا مرض چاہتا ہوں جس میں مجھے پوچھنے والا کوئی نہ ہو ——— یعنی مرضِ عشق چاہتا ہوں جس کی عیادت نہیں کی جاتی۔

کہتے ہیں آپ کی وفات محرّم ۱۸۷ھ میں بمقام "مکّہ مکرّمہ" ہوئی۔ (طبقات صے۸)

روایت حدیث | بروایت منصور[ا] عن ابراہیم[ب] عن علقمہ[ج] عن عبداللہ بن مسعود[د] روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلدُّنْيَا يَا دُنْيَا مُرِّيْ عَلٰى اَوْلِيَآئِيْ وَلَا تَحْلُوْلِيْ لَهُمْ فَتَفْتِنِيْهِمْ۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا سے فرمایا۔ اے دنیا! میرے اولیاء پر تلخ اور بدمزہ ہوجائیو اور ان پر شیریں اور خوش ذائقہ نہ ہوجیو کہ تو ان کو فتنہ میں ڈال دے۔

مقالات | یعنی حضرت فضیل بن عیاضؒ کی عارفانہ باتیں۔

حضرت فضیلؒ کے خادم ابوعبداللہ الصائغ المعروف مَردویہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سے سنا آپنے فرمایا

مَنْ جَلَسَ مَعَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ جو کوئی اہل بدعت کی صحبت میں رہے گا وہ نورِ دین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صاحبزادہ ہیں۔ امام دارقطنی نے آپ کی توثیق فرمائی اور آپ کو ثقہ قرار دیا۔ علامہ ابن جوزی نے آپ کو ضعیف بتلایا۔ مگر امام ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۳ صـ۳۶۹ پر تحریر فرمایا وَلَا يُلْتَفَتُ اِلٰى كَلَامِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ ابن جوزی کا کلام ناقابلِ التفات ہے یعنی آپ میں کوئی ضعف نہیں۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [ا] منصور بن المعتمر السُّلمی، ابوعتّاب الکوفی مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں۔ ۴۰ سال روزے رکھے اور ۴۰ سال کی راتوں کو عبادت میں گذارا۔ ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ [ب] ابراہیم بن موید النخعی الکوفی مشہور محدّث ہیں۔ عُلقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں۔ [ج] علقمہ بن قیس بن عبداللہ النخعی ابوشبل الکوفی، مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ۹۰ سال کی عمر میں ۶۲ھ میں وفات پائی۔ [د] عبداللہ بن مسعود مشہور صحابی سابقین اوّلین میں ہیں۔ جنگ بدر اور قابل ذکر تمام معرکوں میں شریک جہاد رہے۔ کچھ اُوپر ۶۰ سال کی عمر میں مدینہ منوّرہ، ۳۲ھ میں وفات پائی۔

لَمْ یُعْطَ الْحِکْمَۃَ۔ — سے محروم رہے گا۔ یعنی دین کی سُوجھ بُوجھ سے وہ محروم ہو جائے گا۔

فرمایا۔"آخیر زمانے کے لوگ ظاہر کے دوست ہوں گے اور باطن کے دشمن ہوں گے۔ یعنی اُن سے ظاہر کو تو فائدہ پہنچ جائے گا مگر باطن خراب کر دیں گے"۔ اس لئے یہاں تک ممکن ہو اہلِ باطن کو اُن کے اختلاط اور دوستی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ یا یہ مطلب ہو کہ آخر زمانہ میں نفاق زیادہ ہو جائے گا۔ فرمایا:۔

اَحَقُّ النَّاسِ بِالرِّضَا عَنِ اللّٰہِ اَھْلُ الْمَعْرِفَۃِ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔ ط صـ۱ — اللہ سے دراصل وہی لوگ پورے پورے راضی ہیں جو اللہ عزّ و جلّ کی معرفت حاصل کر چکے۔

فرمایا۔ حاملین قرآن بن۔ قرآن والوں کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ اپنی حاجات میں مخلوق پر نظر رکھیں۔ مخلوق میں خواہ بادشاہ ہو یا اس سے کم درجہ کے لوگ ہوں۔ بلکہ چاہیئے تو یہ کہ ساری مخلوق کی حاجات اہلِ قرآن سے وابستہ ہوں۔ ط صـ۱۔ فرمایا:۔

لَمْ یُدْرِکْ عِنْدَنَا مَنْ اَدْرَکَ بِکَثْرَۃِ صِیَامٍ وَلَا صَلٰوۃٍ وَاِنَّمَا اَدْرَکَ بِسَخَاءِ الْاَنْفُسِ وَسَلَامَۃِ الصُّدُوْرِ وَالنُّصْحِ لِلْاُمَّۃِ۔ ط صـ۱ — ہمارے پاس رہ کر جس نے بھی کچھ حاصل کیا۔ اُس نے زیادہ روزے رکھ کر یا زیادہ نمازیں پڑھ کر نہیں پایا۔ بلکہ اس نے جو کچھ حاصل کیا سخاوتِ "اَنْفُس" یعنی حرص و طمع کے ترک کر دینے اور دل کی سلامتی، اور اُمّت کی خیر خواہی کے سبب حاصل کیا"۔

مطلب یہ کہ ہمارے درویشوں میں صاحبِ کمال وہ لوگ ہوئے ہیں جن کے دل سے دنیا کی حرص و طمع نکل گئی۔ فرمایا:۔

لَمْ یَتَزَیَّنِ النَّاسُ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنَ الصِّدْقِ وَطَلَبِ الْحَلَالِ۔ — سچ اور طلب حلال سے زیادہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو آدمی کے لئے زینت، خوشنمائی، عزّت، سجاوٹ اور اس کی خوبصورتی کا ذریعہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی کی زینت اور سجاوٹ کے لئے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ وہ صادق الکلام یعنی وہ

سچ بولنے والا ہو اور صادق الوعد یعنی وعدہ کا سچا و پکا ہو اور اپنی روزی حلال کے ذریعہ تلاش کرتا ہو۔ فرمایا:۔

اَصْلُ الزُّهْدِ الرِّضَا عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ ط ص۱
اصل زہد (دنیا سے بے رغبتی) یہ ہے کہ آدمی اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی رہے۔

فرمایا۔ مَنْ عَرَفَ النَّاسَ اِسْتَرَاحَ۔ ط ص۱
جس نے لوگوں کو پہچان لیا وہ راحت پا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ لوگ عاجز ہیں۔ کسی کا نفع نقصان اللہ نے اُن کے ہاتھ میں نہیں دیا، بلکہ سب کچھ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔　　　فرمایا۔ میں اپنے آدمیوں کی محبت کا اندازہ خوشی میں نہیں لگاتا۔ بلکہ میں اُن کی محبت اور تعلق کا اندازہ جب لگاتا ہوں، جب میں اُن پر ناراض اور غصہ ہوتا ہوں۔ یعنی مرید کی پختگی و صداقت کا شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کے وقت ہی پتہ چلتا ہے۔ ط ص۱　　　فرمایا:۔

تَبَاعَدْ مِنَ الْقُرَّاءِ فَاِنَّهُمْ اِنْ اَحَبُّوْكَ مَدَحُوْكَ بِمَا لَيْسَ فِيْكَ وَاِنْ اَبْغَضُوْكَ شَهِدُوْا عَلَيْكَ وَقُبِلَ مِنْهُمْ۔ ط ص۱۱
دنیا دار قاریوں، خوش الحان واعظوں سے دُور رہنا کیونکہ اگر وہ تجھ سے محبت کریں گے تو تیری ایسی تعریف کریں گے جو تجھ میں نہیں ہے۔ اور اگر تجھ سے ناراض ہونگے تو تجھ پر غلط الزام لگائیں گے اور لوگ اُن سے سُن کر بلا تحقیق قبول کر لیں گے۔

فرمایا۔ تم میں جہالت کے باعث دو خصلتیں پائی جائیں گی۔ بے بات[۱] ہنسنا اور صبح صبح[۲] سو جانا۔ ط ص۱۳

فرمایا۔ جو آدمی اپنی زبان سے اپنے بھائی کے لئے محبت و اخلاص کا اظہار کرے، مگر دل میں اس کی عداوت دشمنی اور بغض رکھے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دُور کر دیتا ہے۔ پھر اس کو بہرا بنا دیتا ہے کہ حق نہیں سُنتا۔ اس کے دل کی بصیرت کو اندھا کر دیتا ہے کہ اس کی دین کی سوجھ بوجھ جاتی رہتی ہے۔ ط ص۱۳۔ فرمایا:۔

كَانَ يُقَالُ جُعِلَ الشَّرُّ كُلُّهٗ فِيْ بَيْتٍ وَجُعِلَ مِفْتَاحُهُ الرَّغْبَةُ فِي الدُّنْيَا وَجُعِلَ الْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ
مشہور ہے کہ سارا "شر" ایک گھر میں رکھ دیا گیا اور دنیا میں رغبت اس کی کنجی بنا دی گئی اور سارا "خیر" ایک گھر میں رکھ دیا گیا اور دُنیا

بَیْتٍ وَجُعِلَ مِفْتَاحُہُ الزُّھْدُ فِی الدُّنْیَا ۔ ط۱۳ | میں بے رغبتی اس کی کنجی بنا دی گئی۔

فرمایا۔ ثَلٰثُ خِصَالٍ تُقَسِّی الْقَلْبَ کَثْرَۃُ الْاَکْلِ وَکَثْرَۃُ النَّوْمِ وَکَثْرَۃُ الْکَلَامِ ۔ ط۱۳ | تین خصلتیں دل کو سخت کرتی ہیں۔ خوراک کی کثرت، نیند کی کثرت اور باتوں کی کثرت۔

دل کی سختی سے مُراد سنگدل ہونا ہے۔

فرمایا۔ خَیْرُ الْعَمَلِ اَخْفَاہُ وَاَمْنَعُہٗ مِنَ الشَّیْطَانِ اَبْعَدُہٗ مِنَ الرِّیَاءِ ۔ ط۱۳ | بہترین عمل وہ ہے جو سب سے پوشیدہ ہو شیطان سے زیادہ محفوظ اور ریاء سے زیادہ دُور ہو۔

فرمایا۔ اِنَّ مِنْ شُکْرِ النِّعْمَۃِ اَنْ تُحَدِّثَ بِھَا ۔ ط۱۳ | نعمت کے شکر کا یہ بھی طریقہ ہے کہ اپنے حال یا قال یعنی زبان سے اس نعمت کا اظہار کیا جائے۔

فرمایا۔ اَبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یَّجْعَلَ اَرْزَاقَ الْمُتَّقِیْنَ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُوْنَ ۔ ط۱۴ | خدا تعالیٰ نے یہ بات طے کر لی ہے کہ پرہیزگاروں کا رزق ایسی جگہ سے پہنچایا جائے گا، جہاں اُن کا خیال و گمان بھی نہ ہو۔

فرمایا۔ لَا عَمَلَ لِمَنْ لَا نِیَّۃَ لَہٗ وَلَا اَجْرَ لِمَنْ لَا حِسْبَۃَ لَہٗ ۔ ط۱۴ | جس کی نیّت نہیں اس کا کوئی عمل نہیں اور جس عمل میں اخلاص نہیں اس میں ثواب نہیں۔

فرمایا۔ طُوْبٰی لِمَنِ اسْتَوْحَشَ مِنَ النَّاسِ وَاَنِسَ بِرَبِّہٖ وَبَکٰی عَلٰی خَطِیْئَتِہٖ ۔ ط۱۴ | مبارک بادی ہے اس کو جو لوگوں سے گھبرائے اور اپنے رب سے دل لگائے اور اپنی خطاؤں پر گریہ وزاری کرے۔

فرمایا۔ قرآن والوں کو یہ بات زیب نہیں دیتی اور علماء کے لئے یہ چیز پھبتی نہیں کہ وہ اپنے کام اور اپنی ضرورتیں لے کر دُنیا والوں کے پاس جائیں، نہ حاکموں کے پاس اور نہ اُن سے کم درجے کے لوگوں کے پاس۔ بلکہ ایسا ہونا چاہیئے کہ ساری مخلوق اُن کی محتاج ہو اور وُہ محتاج بن کر اُن کے پاس جائے۔

سوال، جواب | حضرت ابراہیم کہتے ہیں۔ مَیں نے فضیل بن عیاضؒ سے تواضع کے متعلق سوال کیا، تو فرمایا کہ تو حق کے سامنے جُھک جائے اور اس کی تابعداری کرے، اور حق کو قبول کرے، خواہ اس کو

کسی آدمی سے سُنے۔

تشریح: تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ حق کے سامنے سرنگوں ہو جائے اور حق کے آگے گردن ڈال دے حق بات کی پیروی کرے اور جو بھی کوئی حق بات سُنائے، اُسے سُن کر بے چون وچرا قبول کر لے۔ یہ نہ دیکھے کہ سُنانے والا کون ہے اور کس درجہ کا آدمی ہے۔

تفسیر قرآنی | آیت اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ؕ کی تفسیر کے متعلق حضرت ابراہیم بن الاشعث کہتے ہیں۔ میں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے سُنا، آپ نے فرمایا۔ اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ؕ[عـہ] سے مُراد اَلَّذِیْنَ یُحَافِظُوْنَ عَلَی الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ، ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے اندر عٰبِدِیْنَ یعنی عبادت گذار لوگوں سے مُراد اَلَّذِیْنَ یُحَافِظُوْنَ عَلَی الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا؛ یہاں پر عٰبِدِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو پانچوں نمازوں کو باقاعدگی کے ساتھ، اُن کے اوقات میں ادا کرنے کی پابندی کرتے ہیں۔ [ط ۱۳]

عـہ سورہ الانبیاء۔ آیۃ ۱۰۶ پارہ ۱۷۔ ترجمہ یہ ہے۔ "بے شک اس قرآن کریم میں کامیابی ضرور حاصل ہوتی ہے بندگی کرنے والے لوگوں کو۔" اس قرآن پاک میں جو ایسی عظیم بشارتوں اور ہدایتوں پر مشتمل ہے بندگی کرنے والوں کے لیے ہر طرح نفع ہی نفع ہے اور اس میں اپنے مطلب کو پاتے ہیں بندگی کرنے والے لوگ۔

حلية الأولياء

و

طبقات الأصفياء

للحافظ أبي نعيم أحمد بن عبد الله الإصبهاني

المتوفى ٤٣٠ هـ

حلیۃ الاولیاء

حلیۃ الاولیاء کے مصنف ابونُعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق ابن موسیٰ بن دائل بن مہران اصبہانی صوفیؒ کے حالاتِ زندگی، دینی خدمات، ان کی تالیفات وتصنیفات کا تفصیلی تذکرہ تو طویل ہے مگر ان کا مختصر تذکرہ بستان المحدّثین سے نقل کر رہا ہوں۔

خاندانی حالات سب سے پہلے ان کے خاندان میں جو شخص مسلمان ہوئے، ان کا نام مہران تھا۔ اور یہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے غلام تھے۔

پیدائش ابونعیم ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے شہر کا نام اصفہان یا اسپہان تھا۔ اس شہر کو کسی بادشاہ نے اپنے لشکر اور فوج کے لئے بسایا تھا۔ اور اس کا نام اسپہان رکھا۔ اب وہ عراق عجم کے مشہور شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ غالباً ایران کا علاقہ ہے۔

اجازتِ حدیث ابونعیم ابھی چھ سال کی عمر میں تھے کہ ان کی خداداد صلاحیتوں اور مخفی خزانوں کو دیکھتے ہوئے اونچے اونچے مشائخ نے تبرّکاً انہیں اجازتِ حدیث دے دی تھی۔ جن مشائخ نے انہیں اجازت دی، ان میں ابوالعباس اصمؒ، خیثمہ بن سلیمان طرابلسیؒ، جعفر خلدیؒ اور شیخ عبداللہ بن شوذبؒ بھی ہیں۔ محدّثین میں صرف ابونعیمؒ کو ہی یہ خصوصیت حاصل ہے کہ صغیر سنی میں مشائخ حدیث نے انہیں اجازتِ حدیث سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد جب وہ جوان ہوگئے تو بڑے بڑے شیوخ سے سماعِ حدیث کیا اور ان کی زمینِ استعداد میں جو تخم ان کے بچپن میں ڈالا گیا تھا وہ خوب بار آور ہوا۔ ان شیوخ کے علاوہ محدّث طبرانی سے بطورِ خاص علم حاصل کیا۔ طبرانی کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ طبرانی نے حدیث کا علم حاصل

کرنے میں بہت محنت کی اور بڑی تکلیفیں اُٹھائیں تیس[۳۰] برس تک بوریہ بچھا کر زمین پر سوتے رہے طبرانی کی علمیت، حافظہ اور حدیث پر عبور کا یہ حال تھا کہ احمد بن منصور محدّث کہتے ہیں۔ میں نے ابوالقاسم طبرانی سے سُن کر تین لاکھ حدیثیں لکھیں۔ محدّث طبرانی کی وفات ماہ ذی قعدہ سنہ ۳۶۰ھ میں ہوئی۔ ان کے جنازہ کی نماز صاحب حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصبہانیؒ نے پڑھائی۔ طبرانی کی عمر دو[۲] ماہ ایک سو[۱] سال کی ہوئی۔

ابوالقاسم طبرانی کے علاوہ جن محدّثین سے ابونعیمؒ نے باقاعدہ علم کیا۔ وہ یہ ہیں۔ ابوالشیخ جعابیؒ، ابوعلی بن صوّافؒ، ابوبکر ابن خلدؒ، نصیبیؒ، فاروق بن عبدالکریم خطّابیؒ، ابوالحسن دارقطنیؒ۔

ابوالحسن دارقطنیؒ کے متعلق محدّث حافظ ابونصر بن ماکولا کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دارقطنی کا حال فرشتوں سے پوچھ رہا ہوں کہ آخرت میں دارقطنی کے ساتھ کیا معاملہ گذرا؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ جنّت میں ان کا لقب امامؒ ہے یعنی جنّت میں انہیں امام کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

مسندِ درس جب اللہ نے انہیں علم کی دولت سے نواز دیا —— اور وہ اس مقام پر پہنچ گئے جو ایک شیخ کا مقام ہوتا ہے تو فن حدیث کے حفّاظ جنہیں لاکھوں حدیثیں یاد ہوتی تھیں، محدّث ابونعیمؒ کی خدمت میں نیازمندانہ یعنی شاگرد بن کر حاضر ہوتے اور شیخ ابونعیمؒ کے علم سے استفادہ کرتے اور حدیث پاک کے فن میں بلند مقام حاصل کر کے شیخ ابونعیمؒ سے اجازت لے کر اپنے اپنے اوطان کو واپس ہوتے تھے۔ چونکہ حافظ ابونعیم کی اسناد عالی تھیں یعنی ان کی حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کے واسطے بہت کم تھے، دوسرے اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست حافظہ بخشا تھا، تیسرے درس کے وقت علم وفضل کے دریا بہاتے اور اسرار ونکات کے موتی بکھیرتے تھے، اس وجہ سے شائقینِ علم حدیث، محدّث ہونے کے باوجود دُور دُور سے سفر کر کے ابونعیمؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے۔

خطیب[۱] بغدادیؒ، ابونعیم کے خاص الخاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ابوسعید[۲] مالینیؒ، ابوصالح[۳] مؤذن، ابوعلی[۴] حسن بن احمد حدّاد، محمد[۵] بن محمد بن المطرز، ابو[۶]منصور، محمد[۷] بن عبداللہ مشروطی کے ماسوا اور بھی بڑے بڑے محدّثین کو ان کی شاگردی کا اعزاز حاصل ہے۔

دین کی خدمت: محدّثِ جلیل سیدنا شاہ عبدالعزیز دہلوی بستان المحدّثین میں لکھتے ہیں :

" ابونعیمؒ کی عجیب اور پسندیدہ کتابوں میں سے ایک کتاب حِلیۃُ الاولیاء ایسی نادر کتاب ہے جس کی نظیر دنیائے اسلام میں آج تک نہیں ملتی "

ابونعیمؒ صبح سے ظہر تک حدیث کا درس دیتے تھے لیکن جب مجلس سے اُٹھ کر مکان پر تشریف لے جاتے تھے تو راستہ چلتے ہوئے بھی بقدر ایک جزء کے طلباء ان سے حدیث پڑھ لیتے تھے۔ مگر اس حال میں بھی امام ابونعیمؒ کبھی بھی تنگ دل اور ملول نہ ہوتے تھے۔ علمِ حدیث میں ان کی مشغولیت اور شغف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ کتابوں کا تصنیف کرنا اور حدیث کا پڑھانا ان کی غذا بن گیا تھا۔

ان کی کتاب حِلیۃُ الاولیاء نے تو ان کی زندگی میں ہی اس قدر شہرت اور قبولیت حاصل کرلی تھی کہ اس کا ایک نسخہ شہر نیشاپور میں چار سو طلائی دینار میں خریدا گیا تھا۔ اس کتاب کے علاوہ بھی ابونعیمؒ کی لکھی ہوئی کتابوں میں معرفۃ الصحابۃ دو جلدوں میں ہے۔ کتاب اَلمُستَخرَجُ عَلَی البُخارِی، اَلمُستَخرَجُ عَلَی المُسلِم، تاریخ اصفہان، کتاب صفۃُ الجنۃ، کتاب الطِب، کتاب فضائل الصحابہ، کتاب اَلمُعتَقَد، کتاب دلائل النبوۃ کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی کتابیں ان کی تصنیف شدہ ہیں۔ دلائل النبوۃ تو میرے پاس بھی ہے۔ اس کتاب کے ۵۶۶ صفحات ہیں۔ ساری کتاب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مستند اور دل چسپ دلیلیں ہیں۔ بڑی پیاری کتاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر مسلمان کا ایمان یقین کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت رگ رگ میں اُتر تی چلی جاتی ہے، اور آپ کی عظمت کے نقوش قلب و دماغ پر قائم ہو جاتے ہیں۔ ایسی ایمان افروز کتاب کا ترجمہ اسلام کی عظیم خدمت اور پیغمبر اسلام کو حقیقی خراج عقیدت پیش کرنا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس کا ترجمہ ہو گیا ہے یا نہیں۔ اگر اس کا ترجمہ نہیں ہوا تو میں اہل ثروت و دولت حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اس کارِ خیر اور صدقہ جاریہ میں خرچ کر کے دنیا میں جنّت کا سودا کرلیں ——— ہے کوئی اللہ کا بندہ جو ہمّت کر کے دلائل النبوۃ کا اردو میں

ترجمہ کرا دے۔ اور اہلِ اسلام ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ایمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کا سامان کر کے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کر گئے قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ خصوصی حاصل کرے۔ میرے نزدیک یہ کام حضور کو سب سے بڑا خراجِ عقیدت پیش کرنا ہے۔ یہ بھی کوئی خراجِ عقیدت ہے حضورؐ کی میلاد کی مجلسیں قائم کرلیں۔ یا ۱۲ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی کے جلوس شان و شوکت سے نکالے جائیں، جو نہ سلف صالحین کا طریقہ ہے نہ صحابہ کرامؓ کا، اور نہ یہ اسلام کی خدمت اور نہ ہی پیغمبرِ اسلام کی۔ دلائل النّبوۃ کے ابتدائی صفحات میں صلا سے ایک شعر نمونۃً آپ کی دل چسپی کے لئے لکھ رہا ہوں۔ وہ یہ ہے ؎

وَ شَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُوا الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

ترجمہ: "اور اللہ نے اپنے نام کے حرفوں سے اس کا نام بنایا تاکہ اس کو عزّت والا بنائے۔ پس عرش والا محمود ہے اور یہ محمدؐ ہے۔"

اور کتاب کے آخر میں صلا ۵۶۳ پر یہ شعر نقل کیا ہے جو حضرت ابوبکر پڑھتے تھے۔ ؎

اَمِيْنٌ مُصْطَفًى لِلْخَيْرِ يَدْعُوْا
كَضَوْءِ الْبَدْرِ زَايَلَهُ الظَّلَامُ

ترجمہ: "پیکرِ امانت و دیانت مصطفیٰ، اللہ کا چُنا ہوا، خیر اور بھلائی کی طرف بُلاتا ہے۔ وہ اس چاند کی طرح حسین مہ جبیں ہے جب اس کے ساتھ بادل آکر آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔"

حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

لَوْ كُنْتَ مِنْ شَيْءٍ سِوٰى بَشَرٍ
كُنْتَ الْمُنَوِّرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ[1]

ترجمہ: "اگر تم بشر کے سوا اور کچھ ہوتے، تو چودھویں رات کو چاند نہیں بلکہ تم ہی سارے جہان کو

جلد اوّل

[1] دلائل النّبوۃ صلا ۵۶۴

روشن کرنے والے ہوتے۔"

یہ شعر پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ جو بھی اس شعر کو سنتا ہے وہ کہتا ہے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی حسین تھے۔ یعنی اللہ کریم نے آپ کو آدمی بنا کر دنیا میں نبوت کا کام لیا، اگر یہ نہ ہوتا تو آپؐ کا حسن وجمال ایسا تھا کہ چودھویں رات کے چاند کی بجائے آپ سے چاند کا کام لیا جاتا۔

وفات امام ابونعیمؒ کی وفات ۴۳۰ھ میں ہوئی اور کل پورا نوے [۹۴] سال کی عمر پائی۔ اللہ ان کی قبر کو مبارک بنائیں اور اس پر اپنے اکرام و انوار کی بارشیں برسائے۔ آمین ؎

نہ کوئی رہا ہے، نہ کوئی رہے گا　　　سدا سے تو ہی ہے، سدا تو رہے گا

خطیب بغدادیؒ کا تذکرہ خطیب بغدادیؒ چونکہ امام ابونعیمؒ کے خاص شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں اس لئے ان کے علوم وعرفان اور ان کی سیرت وکردار کی پختگی سے ان کے استاد اور مربی ابونعیمؒ کی علمیت اور سیرت وکردار کا اندازہ ہوگا۔

نام ونسب اور پیدائش احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی۔ کنیت ابوبکر۔ ۲۴ ذیقعدہ ۳۹۲ھ میں جمعرات کے دن پیدا ہوئے۔ خطیبؒ کے والد کو حدیث سے بہت شغف اور محبت تھی۔ اس وجہ سے اپنے بیٹے کو اس علم شریف کے حاصل کرنے کا شوق دلاتے رہتے تھے۔ خطیب کی عمر گیارہ سال کی تھی کہ حدیث پڑھنا شروع کیا۔ پھر بصرہ، کوفہ، نیشاپور، اصفہان، دینور، ہمدان، رے، اور حجازِ مقدس کے سفر کئے تاکہ ان مقامات کے علماء ومشائخ سے علم حاصل کریں۔ ان علماء کے علاوہ حافظ ابونعیمؒ صاحب حلیۃ الاولیاء، ابوسعید مالینی، ابوالحسن بن بشران سے بطور خاص علم حاصل کیا۔

حدیث کا شوق خطیب کے شوقِ حدیث کا یہ حال تھا کہ مکہ معظمہ جا کر بخاری شریف کے مشہور راوی احمد المروزی کی بیٹی مشہور محدثہ سیدہ ستی کریمہؒ کو صرف پانچ روز میں پوری بخاری شریف سنائی۔ اسی طرح احمد الضریر الحیری نیشاپوریؒ کی خدمت میں جا کر انہیں تین مجلسوں میں بخاری سنا کر صحیح بخاری کو ختم

کیا۔ کُشمیہنی محدّث سے بھی بخاری کا سماع کیا۔ مغرب کے وقت سے بخاری شریف شروع کرتے تھے اور فجر کی نماز تک پڑھتے رہتے تھے۔ دو رات اسی طرح پڑھا، یعنی صبح کی نماز تک پڑھا۔ تیسرے دن چاشت کے وقت سے مغرب تک پڑھتے رہے۔ اور مغرب کے وقت سے صبح تک پڑھ کر بخاری شریف کو ختم کیا۔ علامہ ذہبی نے بیان کیا کہ قرات میں یہ مہارت اور دماغ کی یہ زبردست اور نادر قوت ہر کسی کو نہیں ملتی۔

دینی خدمات علمی اسفار سے فارغ ہونے کے بعد بغداد میں قیام فرما ہوگئے اور مرتے دم تک بغداد میں رہے۔ انہوں نے اپنے اوقات کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ کچھ وقت حدیث پاک پڑھانے اور شائقین علم حدیث کے سامنے روایت حدیث کرنے کے لئے مقرّر تھا۔ اور کچھ وقت کتابیں لکھنے کے لئے مقرّر تھا۔ چنانچہ خطیب کی تصنیف کی ہوئی کتابیں ساٹھ سے زیادہ ہیں۔ ان میں کچھ کے نام یہ ہیں :۔

جامع لِاداب الراوی والسامع - تاریخ بغداد - الکفایۃ لآداب الراوی - شرف اصحاب الحدیث - السابق واللاحق - المتفق والمتفرق ، المؤتلف والمختلف - تلخیص المشابہ - تلخیص الرواۃ عن مالك - غنیۃ المقتبس فی الملتبس - تمییز لمتصل الاسانید - روایۃ الابناء عن الآباء - ان کے علاوہ دوسری بھی بہت مفید کتابیں لکھی ہیں جو حدیث کی خدمت کرنے والوں کے لئے سرمایہ معلومات ہیں۔

عبادات سفر حج میں ہر روز ایسی ترتیل و تجوید کے ساتھ ایک قرآن ختم کرتے تھے جس کو سننے والے لفظ بلفظ سُن سکتے تھے۔ سفر کے تکان اور درماندگی کے باوجود ان کے اس معمول میں ناغہ نہیں ہوتا تھا۔

مالی ایثار و قربانی حق تعالیٰ شانہٗ نے خطیب کو جہاں علم کی دولت سے دینی خدمت کی توفیق اور کثرتِ عبادت کی ہمّت بخشی تھی، وہاں ان کو دولت و ثروت کی فراوانی بھی بخشی تھی۔ مگر خطیب اللہ کی دی ہوئی اس دولت کو بھی اللہ کے دین کی خدمت اور علم کی نشر و اشاعت میں دل کھول کر صرف کرتے تھے حدیث پڑھنے والے طلباء پر بطور خاص خرچ کرتے تھے۔

چاہِ زمزم پر دُعا زمزم شریف کے کنوئیں پر پہنچ کر جو دُعا کی جاتی ہے اللہ کے ہاں شرفِ قبولیت پاتی

جلد اوّل

ہے۔ خطیب حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے تو چاہ زمزم پر پہنچے۔ زمزم کا پانی تین سانس میں پیا، اور اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگیں۔ پہلی دعا یہ تھی کہ میری کتاب تاریخ بغداد ایسی مقبول ہو کہ لوگ اس کی روایت کیا کریں دوسری دعا یہ تھی کہ جامع منصور میں میرا وقت تعلیم حدیث اور اس کے لکھنے میں گذرے۔ تیسری دعا یہ تھی کہ مرنے کے بعد میری قبر بشر حافیؒ کی قبر کے ساتھ ہو۔ اللہ نے ان کی یہ تینوں دعائیں قبول فرمائیں ان کی کتاب "تاریخ بغداد" جتنی وہ چاہتے تھے، مقبول ہوئی۔ جامع منصور بغداد کی بڑی درس گاہ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے، اور وصال کے بعد حضرت بشر حافیؒ کی قبر شریف کے ساتھ قبر کی جگہ نصیب ہوئی۔

قدر و منزلت سچ ہے عزت اللہ کی، اللہ کے رسول کی اور اس مؤمن کو حاصل ہوتی ہے جو اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے دین کی سربلندی پر قربان کر دے۔ خطیب کی عزت کا یہ حال تھا کہ بادشاہِ بغداد نے یہ حکم جاری کیا کہ کوئی واعظ، مقرر، خطیب اور کوئی عالم کسی حدیث کو لوگوں کو اس وقت تک نہ سنائے جب تک ان احادیث کی اجازت خطیب سے حاصل نہ کرلے، اور خطیب کے سامنے پیش کر کے اُن سے اس کی صحت کی سند اور تصدیق نہ کرالے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نامہ خطیب کا سب سے بڑا اعزاز تھا جو اُن کو اپنے ہمعصر علماء پر حاصل تھا۔

یہودیوں کی جعل سازی اور خطیب کی تاریخ دانی خیبر کے رہنے والے یہودی جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں خیبر سے نکل کر شام کے علاقہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ بادشاہ کے سامنے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تحریری فرمان پیش کیا۔ جو حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر لگی ہوئی تھی اور کئی صحابہؓ کی اس پر گواہی لکھی ہوئی تھی۔ اس فرمان کا مضمون یہ تھا:

"خیبر کے رہنے والے فلاں فلاں قبیلہ کے یہود سے ہم نے جزیہ (ٹیکس) معاف کر دیا۔ اب کوئی مسلمان اُن سے جزیہ وصول نہ کرے۔"

خلیفہ یعنی بادشاہ نے اس فرمان کو خطیب کے پاس بھجوایا کہ وہ اپنی رائے دیں۔ خطیب نے اُسے

پڑھا اور غور کرنے کے بعد کہا۔ یہ تحریر دھوکہ اور جعل سازی سے تیار کی گئی ہے، اس لئے کہ اس میں معاویہؓ اور سعد بن معاذ کی بھی گواہی لکھی ہوئی ہے حالانکہ جس وقت خیبر فتح ہوا معاویہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے یعنی وہ حضورؐ کے اس وقت صحابی نہ تھے۔ دوسرے گواہ اس میں سعد بن معاذ ہیں، اور بات یہ ہے کہ جب خیبر فتح ہوا، وہ زندہ نہ تھے کیونکہ غزوہ خندق میں اُن کے تیر لگا تھا اور غزوہ بنی قریظہ کے متصل ہی ان کا اس تیر کے زخم سے انتقال ہو گیا تھا۔ جب خیبر کی فتح کے وقت سعد بن معاذ زندہ ہی نہ تھے تو ان کی گواہی کی تحریر سراسر دھوکہ ہے۔ پس خطیب کی علمیت اور ذہانت کی وجہ سے یہودیوں کی اس سازشس کا پردہ چاک ہو گیا۔

آخری لمحات میں خیرات کی اجازت خطیبؒ جب آخری بار بیمار ہوئے تو بادشاہ کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ "میرا کوئی وارث نہیں ہے۔ میرے مرنے کے بعد شرعًا میرا مال بیت المال کو پہنچتا ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں بطور خود، اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی میں، اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خیرات کر دوں؟ اس پر خلیفۂ وقت نے کہلا بھیجا۔ "آپ کا خیال مبارک ہے، اور میری طرف سے آپ کو اجازت ہے" اس اجازت کے بعد اپنی تمام کتابوں کو وقف کر دیا۔ اور باقی تمام مال فقراء، مساکین، علماء اور طلباء پر خیرات کر دیا۔

۷ ذی الحجہ ۴۶۳ھ کو اس دار فانی سے راہِ ملکِ بقا ہوئے۔ اگرچہ دین کا ایک اور چراغ بجھ گیا مگر سینکڑوں چراغ روشن کر جانے کے بعد بجھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

خطیب کے عارفانہ و عالمانہ اشعار خطیبؒ نے جہاں حدیث کے فن، علم کی اشاعت، تصنیف و تالیف کے مشاغل کو اختیار کیا ہوا تھا وہاں کبھی کبھی شعر و شاعری سے بھی دل چسپی لیتے تھے خطیبؒ کے چند اشعار یہ ہیں ؎

اِنْ کُنْتَ تَبْغِیْ الرَّشَادَ مَحْضًا   لِاَمْرِ دُنْیَاكَ وَ الْمَعَادِ

ترجمہ: اگر تو اپنے دنیا و آخرت کے کام میں کامیابی چاہتا ہے اور خالص ہدایت و رہنمائی کا خواہشمند ہے

فخالف النفس فی ھواھا ان الھوی جامع الفساد

ترجمہ: تُو نفس کی خواہش میں اس کی مخالفت کر۔ اس لئے کہ نفس کی خواہش اپنے اندر ہر طرح کی بُرائی رکھتی ہے اور ہر قسم کے فساد اور بگاڑ اپنے اندر رکھتی ہے۔

لا تغبطنّ اخا الدّنیا لزُخرُفِھَا وَلَا لِلَذَّةِ وقت عجلت فرحًا

ترجمہ: خبردار! دنیا کی ٹیپ ٹاپ پر اور بے حقیقت باغ و بہار پر رشک نہ کرنا، اور اس کی وقتی و عارضی لذّتوں پر بھی لالچ نہ کرنا جس کی خوشی بہت جلد جاتی رہے گی۔

فَالدَّھرُ اَسرَعُ شَیءٍ فِی تَقَلُّبِہٖ وَفِعلہ بَیِّنٌ لِلخلق قَد وضحا

ترجمہ: پس زمانہ اپنے انقلاب میں سب چیزوں سے زیادہ تیز رفتار ہے اور اس کی کارگذاری ساری مخلوق پر عیاں اس کی لوٹ پلٹ اور اسکی بیوفائی پوری طرح واضح ہو چکی ہے۔

کم شاربٍ عَسَلًا فِیہِ مَنِیَّتُہٗ وکم تَقَلَّدَ سَیفًا من بِہٖ ذبحا

ترجمہ: دُنیا میں ایسے آدمی بھی ہوئے ہیں جنہوں نے شہد پیا لیکن اسی سے اس کی موت واقع ہو گئی، اور ایسے بھی آدمی ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی حفاظت کے لئے تلوار لٹکائی ہوئی تھی مگر وہ اسی تلوار سے ذبح ہو گئے۔

مبشّرات بعد الوفات ① خطیب کے وصال کے بعد بغداد میں رہنے والے کسی اللہ والے نے خواب میں ان کی زیارت کی اور خواب میں ہی اُن سے اُن کا حال دریافت کیا تو خطیبؒ نے جواب میں کہا

اَنَا فِی رَوحٍ وَرَیحَانٍ وَ جَنَّۃِ نَعِیمٍ۔ مَیں خوشیوں اور خوشبوؤں کے مقام نعمتوں اور راحتوں والے باغ میں رہتا ہوں۔

② اسی زمانہ کے ایک اور اللہ والے نے خواب میں دیکھا کہ ہم لوگ شہر بغداد میں خطیب کی خدمت میں حاضر ہیں اور حسبِ معمول تاریخ بغداد کو ان کے سامنے پڑھنا چاہتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ خطیبؒ کی دائیں طرف شیخ نصر بن ابراہیم مَقدِسی تشریف رکھتے ہیں اور بائیں طرف ایک پُرہیبت

اور رُعب دار بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں جن کے حسن و جمال کے دیکھنے کی آنکھوں میں تاب نہیں۔ میں نے خواب ہی میں پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ مجھے بتلایا گیا کہ اللہ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خطیب کی اس کتاب (تاریخ بغداد) سُننے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

یہ دونوں خوابیں خطیب اور اس کی کتاب تاریخ بغداد کے مقبول ہونے کی بشارتیں ہیں۔

فقط والسّلام

دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ "حالات و مقالاتِ صوفیہ" اور "حالات و مقالاتِ صحابہؓ" کو قبولِ عام بخشے۔ علماء، صلحاء، صوفیاء کرام خاص و عام سب ہی اس کتاب کو پڑھیں اور اس نایاب خزانہ سے علماً و عملاً فائدہ اُٹھائیں۔

حالات ومقالات

حضرت فضیل بن عیاضؒ

از

محمد ادریس الانصاری

سیّدنا حضرت الفُضَیل بن عِیَاض نوّر اللّٰہ مرقدہٗ

حالات

اخلاص[1] حضرت فضیل بن عیاضؒ کے مریدِ خاص ابراہیم بن الاشعثؒ فرماتے ہیں۔ مَیں نے جس قدر اخلاص حضرت فضیلؒ میں دیکھا، اتنا اخلاص مَیں نے اپنے زمانہ کے کسی بزرگ میں نہیں دیکھا۔

حضرت فضیلؒ اپنے علم میں مخلص تھے۔ اپنے عمل میں مخلص تھے۔ اگر کسی کو دیتے تو اخلاص کے ساتھ دیتے۔ اگر نہ دیتے تو محض اللہ کے خوش کرنے کے لئے۔ اگر کسی سے محبّت کرتے تو اللہ کی خاطر اُس سے محبّت کرتے تھے اور اگر کسی سے نفرت و عداوت رکھتے تو محض اللہ کے واسطے اُس سے نفرت رکھتے تھے۔ یعنی علم حاصل کرتے تھے تو محض اسلئے کہ یہ معلوم ہو جائے، میرا اللہ کس کام سے راضی ہے اور کس کام سے ناراض ہے۔ اگر عمل کرتے تھے تو محض اس لئے کہ اللہ راضی ہو جائے اور ذاتِ حق کے سوا اُن کا دوسرا کوئی مقصد نہیں ہوتا تھا۔ ۸۴/۹

ہیبت وعظمتِ الٰہی حضرت ابراہیم بن الاشعثؒ یہ بھی فرماتے ہیں۔ مَیں نے فضیلؒ سے بڑھ کر کوئی آدمی ایسا

---

[1] اخلاص کے معنی، جانی و مالی عبادتیں محض اللہ کو خوش کرنے کی نیّت اور جذبہ سے کرنا۔ یا اللہ کا حکم بجا لانا، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے اس لئے باز رہنا کہ یہ اللہ کے حکم اور اس کی نواہی ہیں۔ یعنی خدا تعالےٰ کے احکام بجالانے میں، مخلوق کے خوش ہونے، یا ناخوش ہونے کا دل میں بالکل خیال نہ رہے۔ علماء نے فرمایا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی سورت کو حدیث میں سورۃ اخلاص کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ سورت خالص اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتی ہے، یا اس وجہ سے کہ جو کوئی یہ سورت پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے توحیدِ خالص کا اقرار کرتا ہے۔ (نہایہ جلد ۲ صلا)

نہیں دیکھا، جس کے قلب میں اللہ کی عظمت و جلال کا تصور فضیلؒ سے زیادہ ہو۔ حضرت فضیلؒ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے یا کوئی اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کرتا یا کسی سے قرآن پاک کی کوئی آیت سنتے تو حضرت فضیلؒ تھر تھر کانپنے لگتے اور آپ کا دل دہل جاتا۔ پھر اللہ کی ہیبت کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اور ایسا روتے تھے کہ دیکھنے والوں کو اُن کے حالِ زار پر ترس آجاتا تھا، اور اُس سے آپ کی بیقراری دیکھی نہ جاتی تھی۔ ویسے بھی جب ہم آپ کو دیکھتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُن کی جان میں کوئی بے کلی ہے جو اُنہیں اندر ہی اندر گھلائے دے رہی ہے۔

فکرِ آخرت حضرت ابراہیم یہ بھی فرماتے ہیں۔ جب ہم حضرت فضیلؒ کے ہمراہ کسی جنازہ کے ساتھ جاتے، تو آپ سارے راستہ روتے ہوئے جنازہ کے ساتھ چلتے تھے اور ساتھ چلنے والوں کو ایسی آخری نصیحت کرتے جیسے، اُن کو ہی دفن کرنے کے لئے قبرستان لے جا رہے ہوں۔ جب قبرستان میں داخل ہوتے اور جنازہ زمین پر رکھ دیا جاتا تو خود بھی کپڑا اور مصلےٰ بچھائے بغیر زمین پر بیٹھ جاتے تھے۔ اس وقت دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ مُردوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ دُوسرے لوگ تو اُس وقت مُردے کو دفن کرنے میں مشغول رہتے تھے مگر حضرت فضیل بن عیاضؒ مغموم اور اُداس بیٹھے زار و قطار روتے رہتے۔ آخر مُردہ کو دفن کرکے دوسرے لوگ تو ویسے ہی واپس آجاتے، جیسے وہ گئے تھے لیکن حضرت فُضیلؒ کا چہرہ دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا جیسے آپ دوسرے جہان سے ہو کر ابھی ابھی اِس جہان میں واپس آئے ہیں اور قبر میں جو واقعات پیش آئے ہیں، اُن کا آنکھوں دیکھا حال ہمیں سُنا رہے ہیں۔

اپنے وُجود اور اپنی ہستی کو حقیر جاننا فیض بن اسحاق کا بیان ہے۔ میں نے فضیل بن عیاضؒ کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنی ذات کے متعلق یہ کہہ رہے تھے۔ خدا کی قسم اگر مجھے مٹی بنا دیا جاتا اور میرے گارے سے دیوار بنا دی جاتی تو میرے حق میں اس سے زیادہ بہتر ہوتا کہ آج میں روئے زمین کے سب سے اچھے قالب یعنی انسانی بدن میں ہوں۔ مطلب یہ کہ آدمی کی بجائے، اگر خداوند تعالیٰ مجھے مٹی یا دیوار بنا دیتا تو میں اُسے زیادہ پسند کرتا۔ ~~پہ لئے~~

ع فقراء کے نزدیک یہ مقام نہایت اُونچا مقام ہے اور یہ کیفیت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی بڑائی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے اور جس کے ذہن پر قبر و قیامت کے خوفناک حالات کا نقشہ منقش ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے اس انسانی وجود سے بیزار معلوم ہوتا ہے۔

جلد اوّل

اُسے زیادہ بہتر خیال کرتا۔ اور مَیں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ مرنے کے بعد والے حالات کو مَیں پوری طرح جان لوں۔ کیونکہ اگر دوسری زندگی یعنی قبر اور قیامت کے خوفناک حالات کا مجھے پوری طرح پتہ چل جائے تو مَیں دیوانہ ہو جاؤں اور میرے حواس قائم نہ رہیں۔ پھر فرمایا۔ مَیں کیا؟ اگر آسمان و زمین کی ساری مخلوق اللہ سے درخواست کرے کہ ہمیں مٹی بنا دیا جائے اور اُن کی یہ دُعا اللہ تعالیٰ کے یہاں منظور ہو جائے، تو اُن کے حق میں یہ بات بہت بڑی نعمت ثابت ہو۔

کبھی کبھی حضرت فضیلؒ اپنی ذات کے ساتھ یہ باتیں کرتے ہوئے دیکھے جاتے جاتے تھے "اگر زمین پر بسنے والی مخلوق، آدمی، جنّات، ہوا میں اُڑنے والے پرندے، جنگل میں رہنے والے حیوانات، دریا میں تیرنے والی مچھلیاں اپنے آخری انجام سے واقف ہو جائیں اور وہ سب مل کر گریہ وزاری کریں، تو اے فضیل! تجھے چاہیئے کہ اس ساری مخلوق کا رونا دھونا تُو اپنے اُوپر سوار کر لے، اُس وقت مَیں سمجھوں کہ تُو موت کے خطرات سے ڈرتا ہے، یا موت کی حقیقت کو تُو سمجھتا ہے۔ ورنہ اس کے بغیر اے فضیل کے نفس! اگر تُو مجھ سے کہے مَیں موت سے ڈرتا ہوں یا موت کی حقیقت کو پہچانتا ہوں تو مَیں تیری اس بات کو ہرگز تسلیم نہ کروں، بات یہ ہے کہ اگر تجھے موت کے خطرات کا واقعی احساس ہو جاتا تو اس کے ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی غذا نہ تجھے موٹا تازہ بناتی، نہ دنیا کی کسی چیز سے تُو آرام اور چین پکڑتا"۔ اس کے بعد یہ حکایت سُنائی۔

داوٗد علیہ السّلام نے اپنے "رب" سے یہ درخواست کی۔ الٰہی میرے دل میں اپنا پورا پورا خوف ڈال دے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کی درخواست کو قبول فرمایا۔ یعنی اپنا پورا پورا خوف داوٗد کے دل میں ڈال دیا۔ مگر اُن کا دل اُس خوف کا متحمل نہ ہو سکا۔ اُن کی عقل جاتی رہی اور ایسے بدحواس ہو گئے کہ نہ تو نماز کے قابل رہے اور نہ وظائف پڑھنے کے۔ اور نہ ہی وہ دنیا کے دوسرے کاروبار کے لائق رہے۔ خلاصہ یہ کہ:۔

> اللہ کے پیغمبر داوٗد علیہ السّلام کے دماغ پر اس کے خوف کے باعث ایسی دیوانگی طاری ہوئی کہ اُس نے آپ کو نہ دُنیا کا چھوڑا نہ دین کا۔

آخر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اُن پر رحم فرمایا اور کہا۔ داوٗد! کیا تُو اسی حال میں رہنا پسند کرتا ہے، یا مَیں تجھے

پہلے حال میں لے آؤں۔ داؤد نے عرض کیا۔ الٰہی مجھے میرے پہلے حال پر لوٹا دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو اُن کے پہلے حال پر لوٹا دیا۔ پھر اُن کی عقل ٹھکانے آئی اور اُن کی دیوانگی دُور ہوئی۔

قیامت کی دہشت محمد بن حاتم کہتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ اگر مجھے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا جائے۔ یعنی اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ تو کیا چاہتا ہے کہ — مرنے[1] کے بعد تجھے زندہ کر کے جنت میں داخل کر دیں؟ یا — مرنے[2] کے بعد تجھے زندہ ہی نہ کریں؟ تو میں اس دوسری بات کو منظور کروں، کہ مرنے کے بعد مجھے زندہ ہی نہ کیا جائے۔ یہ اس لئے تاکہ میں قیامت کا دن اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں اور اس کے ہولناک اور خطرناک حالات سے میں دوچار نہ ہوں۔ آپ کے مرید ابو اسحاق یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ اگر میری مرضی پر یہ بات چھوڑ دی جائے کہ میں انسان کی بجائے کتّے کے قالب میں تبدیل ہو کر زندگی گذاروں اور اسی حال میں مجھے موت آ جائے۔ پھر مرنے کے بعد میں قیامت کو نہ دیکھوں تو میں اس بات کو خوشی خوشی منظور کر لوں کہ میں آدمی نہ رہوں بلکہ کتّا بن جاؤں اور کتّے کی جون میں جیوں اور اسی حال میں مر جاؤں، اور اپنی آنکھوں سے قیامت نہ دیکھوں۔

حق گوئی یعنی فقیر کی باتیں بادشاہ کے ساتھ۔

حضرت حافظ ابو نعیمؒ نے اپنی سند سے بیان کیا کہ جب حضرت فضیلؒ، خلیفہ ہارون رشید کے محل میں تشریف لائے تو لوگوں سے پوچھا۔ تم میں ہارون کون ہے؟ لوگوں نے ہارون رشید کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں۔ حضرت فضیلؒ اُن کے قریب گئے اور فرمایا کہ آپ کا چہرہ بڑا حسین چہرہ ہے۔ مگر آپ بہت بڑے منصب پر فائز ہیں۔ یعنی آپ بہت بڑی مخلوق کے حاکمِ اعلیٰ ہیں۔ سچ کہتا ہوں، اب تک میں نے آپ سے زیادہ کوئی خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ پس آپ سے جہاں تک ممکن ہو، اس کوشش میں رہیں کہ آپ کا یہ خوبصورت چہرہ آپ کی بدعنوانیوں کے باعث جہنّم کی آگ سے کالا نہ ہو جائے۔

امیر المؤمنین نے کہا۔ مجھے کچھ اور نصیحت کیجئے۔ حضرت نے فرمایا۔ میں تمہیں کیا نصیحت کروں۔ اللہ کی کتاب "قرآن مجید" تمہارے پاس موجود ہے۔ اسے پڑھو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے کیا سلوک کیا جو

اُس کے نافرمان بن گئے۔ اس کے بعد حضرت فُضَیلؒ نے فرمایا کہ مَیں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جوق در جوق جہنّم کی طرف چلے جا رہے ہیں، اور پوری قوت کے ساتھ اس میں گرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اندھے بن کر اس کی تلاش اور جستجو میں بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ خدا کی قسم، اگر یہی لوگ جنّت کے حاصل کرنے میں اس قدر یا اس سے کم درجہ کی کوشش کر لیتے تو اُس کو ضرور حاصل کر لیتے۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت جسے دیکھتے ہیں جہنّم کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے، اور جنّت کی طرف ایک نظر سے بھی نہیں دیکھتا۔

یہ سُن کر امیر المؤمنین نے حضرت فُضَیلؒ سے کہا کہ آپ آئندہ بھی میرے پاس آتے رہا کریں۔ حضرت فُضَیلؒ نے فرمایا۔ امیر المؤمنین! اگر تمہارا آدمی میرے پاس بُلانے کو نہ آتا تو مَیں از خود تمہارے پاس کبھی نہ آتا۔ ہاں اگر اب مجھے یہ پتہ چلا کہ آپ پر میری نصیحت کا کوئی اثر ہوا، اور آپ نے اُس پر عمل کیا، تو مَیں بغیر بُلائے آپ کے پاس دوسری مرتبہ خود بخود آؤں گا۔ $\frac{105}{14}$

اِس حکایت سے ہمیں یہ سبق ملا کہ درویش کامل وہ ہے کہ جو امراء کے پاس از خود نہ جائے۔ ہاں اگر وہ طلب کریں تو اُن کے پاس جا کر مُداہنت، "چاپلوسی" اور کتمانِ حق نہ کرے۔ یعنی امراء میں جو نقائص اور خرابیاں موجود پائے، حکمت اور خوش اسلوبی سے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کرے۔ ان کے مظالم سے چشم پوشی اور اُن کے ظاہر کرنے میں رعایت سے کام نہ لے۔ کیا خبر ہے کہ اُس کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کے ذریعہ اللہ تعالےٰ اس کی اصلاح فرما دیں، جس کے باعث اس کی بھی نجات کا باعث ہو جائے، اور اُس کی نجات کا بھی وسیلہ بن جائے۔

دوا۔ دل کی تلاش میں علماء وصلحاء کے دروں کی خاک چھاننا فضل بن الربیع کا بیان ہے کہ ــــ امیر المؤمنین ہارون رشید حج سے فارغ ہونے کے بعد میرے گھر تشریف لائے۔ مَیں اسی وقت باہر نکلا اور عرض کیا۔ امیر المؤمنین کسی آدمی کو میرے پاس بھیج دیتے، مَیں خود حاضر ہو جاتا۔ ہارون نے کہا۔ مَیں اپنے دل میں ایک خلش، دل کی بے سکونی محسوس کر رہا ہوں، کسی ایسے آدمی سے مِلاؤ (میری ملاقات کراؤ) جس سے مِل کر مَیں اپنی خلش دُور کر کے سکون پاؤں۔ مَیں نے کہا۔ مکّہ میں سفیان بن عیینہ موجود ہیں۔ امیر نے کہا۔ پھر

ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ ہم لوگ اُن کے گھر پہنچے۔ اُن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی۔ کون ہے۔ میں نے کہا۔ امیر المؤمنین سے ملاقات کیجئے۔ حضرت سفیان اس وقت باہر آئے، اور کہا۔ امیر المؤمنین یہ بہتر تھا کہ آپ میرے پاس کسی آدمی کو بھیج دیتے اور میں خود حاضر ہو جاتا۔ امیر المؤمنین نے کہا۔ ہم تو ایک مطلب اور ایک غرض کو لے کر آئے ہیں۔ آخر کار ہم حضرت سفیان کے گھر کے اندر چلے گئے۔ امیر المؤمنین اور سفیان کچھ دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ اور پھر امیر نے حضرت سفیان سے کہا۔ آپ کے ذمہ کوئی قرض تو نہیں ہے؟ حضرت سفیان نے فرمایا۔ جی ہاں، میں مقروض ہوں۔ امیر المؤمنین نے اپنے ساتھی ابوالعباس سے کہا۔ ان کے قرض کی رقم جو یہ بتلائیں، ان کی خدمت میں پیش کر دو۔ یہ حکم دے کر سفیان کے مکان سے باہر آگئے۔ فضیل کہتے ہیں کہ باہر آکر امیر المؤمنین نے مجھ سے کہا۔ ان سے مل کر میری تسلی نہیں ہوئی، کوئی اور آدمی بتلاؤ۔ میں نے کہا کہ یہاں عبدالرزاق بن ہمام بھی رہتے ہیں۔ ہارون نے کہا۔ چلو اُن سے بھی ملیں۔ ہم امیر کے ساتھ ابن ہمام کے مکان پر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی، کون ہے۔ میں نے کہا۔ امیر المؤمنین کی بات سُنیئے۔ شیخ باہر آئے اور امیر المؤمنین سے کہا۔ اگر آپ میرے پاس اپنا آدمی بھیج دیتے تو میں خود اس کے ہمراہ آجاتا۔ امیر نے کہا۔ ہم تو آپ کے پاس ایک غرض لے کر آئے ہیں، ہماری بات سُنیں۔ پھر کچھ دیر تک یہ دونوں باتیں کرتے رہے۔ اور پھر امیر نے پوچھا۔ آپ قرض دار تو نہیں ہیں؟ ابنِ ہمامؒ نے کہا۔ جی ہاں، میں مقروض ہوں۔ امیر نے اپنے ساتھی ابوالعباس سے کہا۔ قرض کی رقم معلوم کر کے ان کا قرض ادا کر دو۔ اس کے بعد ہم مکان سے باہر آگئے۔ خلیفہ ہارون نے مجھ سے فرمایا کہ ان کی ملاقات نے بھی میرے قلب کو سکون نہیں بخشا۔ اگر کوئی اور صاحب ہوں تو اُن کا نام بتلاؤ۔ میں نے کہا۔ جی ہاں، یہاں ایک اور صاحب فضیل بن عیاض بھی موجود ہیں۔ امیر المؤمنین نے کہا۔ چلو ان سے بھی مل دیکھیں۔ ہم فضیل کے مکان پر گئے تو انہیں نماز کے اندر قرآن پڑھتے ہوئے پایا۔ اُن کی تلاوت عجیب پُر کیف تھی۔ قرآن پاک کی آیتوں کو بار بار دُہراتے تھے اور مزے لے لے کر قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ کچھ دیر ہم اُن کی تلاوت سے لُطف اندوز ہوتے رہے۔ آخر امیر المؤمنین نے حکم دیا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دیر کے بعد اندر سے آواز آئی، کون ہے؟ میں بولا امیر المؤمنین

کے پاس تشریف لائیں۔ امیر المؤمنین آپ کے انتظار میں ہیں۔ اندر سے آواز آئی۔ امیر المؤمنین سے نہ تو ہمارا کوئی تعلق ہے اور نہ مجھے اُن کی ملاقات سے کوئی دلچسپی ہے فضیلؒ کی یہ بات سُن کر امیر المؤمنین تو کچھ نہیں بولے، مگر میں نے کہا۔ سبحان اللہ! کیا امیر المؤمنین کی اطاعت اور فرمانبرداری سے آپ آزاد اور مستغنی ہیں؟ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحیح نہیں؟

لَيْسَ لِلْمُؤْمِنِ بَذْلُ نَفْسِهٖ　　مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈالے۔

یہ حدیث سُن کر حضرت فضیل نیچے اُترے مگر دروازہ کھولتے ہی حضرت فضیلؒ کوٹھے پر چڑھ گئے اور اندر پہنچ کر چراغ گُل کر کے بالاخانے کے ایک کونے میں چھُپ کر بیٹھ گئے۔ پیچھے پیچھے ہم لوگ بھی کوٹھے پر چڑھ گئے اور اپنے ہاتھوں سے فضیل کو ڈھونڈھنے لگے۔ لیکن مجھ سے پہلے ہارون رشید کے ہاتھوں نے فضیل کو چھُو لیا پس حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ واہ واہ کیسا نرم و نازک ہاتھ ہے اگر کل قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔ اس بات کے بیان کرنے والے فضل کہتے ہیں کہ میں نے جب فضیل کی یہ بات سُنی تو میں نے خیال کیا، آج کی شب میں امیر المؤمنین سے فضیل ایسی باتیں ضرور کہیں گے جو ایک پرہیزگار کی زبان اور دل سے نکلی ہوئی ہوں گی۔ اس وقت امیر المؤمنین نے کہا۔ جناب والا! ہم جس مقصد سے آپ کے پاس آئے ہیں اُس کے لئے ہمیں کچھ وقت دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر کرم فرمائیں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ امیر المؤمنین! میری بات توجہ سے سُننا۔ عمر بن عبدالعزیز کو جب خلافت و حکومت پر زبردستی دھکیل دیا گیا تو عمر بن عبدالعزیز نے محمد بن کعب القرظی اور رجاء بن حَیْوَۃ کو بُلا بھیجا۔ جب یہ حضرات تشریف لائے تو اُن کے سامنے عمر بن عبدالعزیز نے یہ کہا۔ میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں اور ایک زبردست آزمائش میں پڑ گیا ہوں۔ آپ لوگ مجھے مشورہ دیں کہ میں اس بلا سے کس طرح چھٹکارا حاصل کروں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ امیر المؤمنین! دیکھ لیجئے کہ عمر بن عبدالعزیز خلافت و حکومت کو بلا اور مصیبت سمجھتے تھے لیکن آپ اور آپ کے ساتھیوں نے حکومت کو نعمت سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ حکومت سب سے بڑی مصیبت

ہے۔ اس کے بعد سُنیئے کہ سالم بن عبداللہؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو یہ مشورہ دیا کہ اے عمر! اگر تم اللہ کے عذاب سے نجات چاہتے ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ رعایا کے ہر بوڑھے کو اپنا باپ سمجھو اور ہر جوان کو اپنا بھائی اور بچوں کو اپنا بیٹا بیٹی تصوّر کرو۔ اور پھر ہر بوڑھے کی اپنے باپ کی طرح عزت کرو اور اس کی ہر طرح کی خبرگیری اور خدمت کرتے رہو۔ ہر جوان کی اس طرح مدد کرو جیسے اپنے بھائی کی مدد کرتے ہو، اور ہر بچے پر اپنے بیٹے بیٹی کی طرح مہربانی کرو۔ یعنی ان کے مستقبل کی اس طرح فکر کرو جیسے اپنی اولاد کے مستقبل کی فکر کرتے ہو، اور اُن کی تعلیم و تربیت کا اس طرح اہتمام کرو جیسے اپنی اولاد کے لئے اہتمام کرتے ہو۔

رجاء بن حیوۃ کا مشورہ رجاء بن حیوۃ نے کہا۔ امیرالمؤمنین کل قیامت کے دن آپ اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ رعایا کے ہر ہر آدمی کے واسطے وہ چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اور رعایا کے لئے وہ چیز ناپسند کرو جو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ اگر آپ نے میری بتلائی ہوئی اس تدبیر پر عمل کر لیا تو تو بے فکر ہو کر مرنا۔ اور اس حال میں جب بھی مروگے اطمینان کے ساتھ مروگے۔

یہ واقعہ سُنا کر حضرت فضیلؒ نے کہا۔ امیرالمؤمنین مَیں اب آپ کو اپنی باتیں سُناتا ہوں۔ توجہ اور غور سے سُننا۔ مجھے قیامت کے دن تم پر عذاب کا سخت خطرہ اور بڑا اندیشہ ہے۔ وہ ایسا دن ہوگا جس دن اچھے اچھے مردوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے اور وہ لوگ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے نہ ہو سکیں گے۔ اچھا مجھے جواب دیں۔ کیا آپ کے اعمال عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے اعمال ہیں؟ یا آپ کے مشیر (مشورہ دینے والے) عمر بن عبدالعزیزؒ کے مشیروں کے مانند ہیں؟ جو آپ کو ایسے مشورے دیں جیسے عمر بن عبدالعزیزؒ کے مشورہ دینے والے اُنہیں مشورے دیتے تھے حضرت فضیلؒ کے یہ سوالات سُن کر خلیفہ ہارون رشید کانپ اُٹھے۔ اور چیخیں مار کر رونے لگے۔ ہارون رشید اتنا روئے کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ اس واقعہ کے بیان کرنے والے فضل بن الربیعؒ کہتے ہیں کہ مَیں نے جب یہ دیکھا تو مَیں نے حضرت فضیلؒ سے کہا۔ فضیلؒ، امیرالمؤمنین کے ساتھ نرمی کیجئے۔ میری یہ بات سُن کر حضرت فضیل مجھ پر برس پڑے اور کہا۔ او ربیع کے بیٹے! تُو نے اور تیرے ساتھیوں نے امیرالمؤمنین کو برباد کر ڈالا اور گناہوں کے بوجھ سے تم لوگوں نے اس غریب کو بوجھل بنا دیا، اور مجھ سے کہتے ہو" اس کے ساتھ نرمی کروں۔

اس کے بعد امیر المؤمنین کو ہوش آگیا۔ تو امیر نے حضرت فضیلؒ سے کہا۔ فضیل اللہ آپ پر رحم کرے۔ مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔ حضرت فضیلؒ نے کہا۔ مجھے باوثوق اور قابلِ اعتبار ذرائع سے معلوم ہوا ہے، عمر بن عبد العزیزؒ کے ایک حاکم نے اپنی کوئی تکلیف یا تنگی عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس لکھ کر بھیجی، تو اس کے جواب میں عمر بن عبد العزیزؒ نے یہ لکھا۔

"میں تجھے یہ بات یاد دلاتا ہوں کہ جہنم والے حالانکہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے، لیکن دوزخ کی ساری تکالیف کے باوجود، رات میں بھی انہیں سونا نصیب نہ ہوگا، ان پر نیند حرام کر دی جائے گی۔ دیکھو اللہ کے سامنے تمہیں پیش ہونا ہے۔ اور تمہیں اپنی زندگی کا حساب دینے کے لئے اُس کے پاس ضرور جانا ہے، جب اللہ کی پیشی سے فارغ ہو کر واپسی ہوگی۔ وہ ہے آخری وقت اور اُمیدوں یعنی خیالی دُنیا کے ٹوٹ جانے کی گھڑی۔"

حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ جب اس حاکم کے پاس یہ خط پہنچا اور اُس نے کھول کر عمر بن عبد العزیزؒ کا یہ خط پڑھا تو اسی وقت بستیوں اور شہروں کو پھلانگتا ہوا، جلد از جلد عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس جا پہنچا۔ عمر بن عبد العزیز نے اُسے دیکھ کر کہا۔ بغیر ہماری منظوری کے تُو یہاں کیسے آگیا۔ اُس نے جواب دیا۔ عمرؒ آپ نے اپنے خط سے میرا دِل اُکھیڑ کر رکھ دیا، اور میرے دل کا قرار سلب کر لیا۔ میں حکومت کی ذمہ داری اس وقت تک نہیں سنبھالوں گا جب تک میری ملاقات اللہ عزّ و جلّ سے نہ ہو جائے۔ یعنی میں قیامت تک حکومت کے کسی عہدے پر کام بھی نہیں لگاؤں گا۔ حضرت فضیلؒ کی باتیں سُن کر ہارون رشید پھر رو پڑے۔ جب اچھی طرح رو لئے تو امیر نے کہا۔ کچھ اور فرمائیں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ امیر المؤمنین! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ رسول اللہ کی خدمت میں آکر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! مجھے کسی جگہ کا حاکم بنا دیجئے۔ یعنی کسی عہدے پر میرا تقرر فرما دیں۔ تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا!

إِنَّ الْإِمَارَةَ حَسْرَةٌ وَنَدَامَةٌ يَوْمَ	بلاشبہ حکومت کرنے والے قیامت کے دن پچھتائیں گے
الْقِيٰمَةِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا تَكُوْنَ	اُن کو اپنے کاموں پر ندامت اور شرمندگی ہوگی وہ

اَمِيْرًا فَافْعَلْ۔ حسرت کریں گے "کاش ہم حاکم نہ بنتے۔" پس جس قدر آپ کا زور چلے اور آپ کی طاقت ہو، اپنا زور اس بات پر صرف کر دینا کہ آپ کسی جگہ کے حاکم نہ بنیں، یعنی حکومت کا کوئی عہدہ قبول نہ کرنا۔

حضرت فضیلؒ کی اس بات پر بھی ہارون رشید پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ خلیفہ نے پھر کہا اور کچھ فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ اے حسین اور خوبصورت چہرہ والے! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے دیئے ہوئے حسن و جمال پر آپ سے سوال کریں گے۔ پس اگر آپ سے ہو سکے تو اپنے اس خوبصورت چہرہ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرتے رہنا۔ جس کی ترکیب یہ ہے کہ اپنی صبح و شام اس حال میں گذارو کہ آپ کے دل میں رعایا کے کسی آدمی کی طرف سے کوئی کدورت کوئی غصہ اور کوئی برائی نہ ہو، اور آپ کے دل میں کسی شخص کو بھی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

مَنْ اَصْبَحَ لَهُمْ غَاشًّا لَمْ يَرُحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔ جو کوئی مسلمان اس حال میں رہیگا کہ اُس کا دل مخلوق کی طرف سے صاف نہ ہوگا وہ جنّت کی خوشبو کو بھی نہ سونگھے گا۔

دوسری حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ اور جنّت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جس دل میں اللہ کی مخلوق کی طرف سے کدورت رہے گی یا مخلوق کو نقصان پہنچانے کا خیال جس کے دماغ میں رہے گا، اللہ تعالیٰ اس پر جنّت کو حرام کر دے گا اور وہ جنّت کے پاس بھی نہ پھٹک سکے گا۔ فضیلؒ کی یہ باتیں سُن کر امیر المؤمنین پھر رو پڑے اور حضرت فضیلؒ سے کہا۔ آپ کے ذمہ کوئی قرض تو نہیں؟ حضرت فضیلؒ نے کہا۔ ہاں مَیں اپنے رب کا قرض دار ہوں۔ میرے ذمّہ میرے رب کا قرضہ ہے، اور اُس نے آج تک مجھ سے اس کا تقاضہ نہیں کیا، اور نہ ہی اُس نے آج تک اس سلسلہ میں مجھ سے کوئی بات کی —— میرے لئے بربادی ہے اگر وہ مجھ سے تقاضہ کرے، اور مَیں ہلاک ہو جاؤں گا اگر وہ مجھ سے سوال کرے، اور مَیں برباد ہو جاؤں گا اگر وہ مجھے اس کا جواب نہ سکھائے۔ امیر المؤمنین نے کہا۔ میں نے اس قرضہ کے متعلق آپ سے پوچھا ہے، جو لوگوں کا قرض لوگوں کے ذمّہ ہوا کرتا ہے۔ فضیلؒ نے کہا۔ میرے رب نے مجھے لوگوں سے قرض لینے کا حکم نہیں دیا، بلکہ مجھے

اس کا حکم دیا ہے کہ میں اس کے وعدوں پر یقین رکھوں اور بے چون و چرا اس کے حکموں کی تعمیل کرتا رہوں۔
میرے رب کا ارشاد ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ○ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ○ سورہ الذّریٰت آیۃ ۵۶-۵۸

میں نے آدمیوں کو اور جنّوں کو محض اسلئے پیدا کیا کہ وہ میرے حکموں پر چلیں اور میرے کہنے کے مطابق زندگی گذاریں اور میں نہیں چاہتا ہوں اُن سے رزق اور نہیں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ پکّی بات یہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی سب کو رزق دینے والا اور ساری مخلوق کو کھلانے پلانے اور پہنانے والا ہے۔

یعنی ساری جاندار مخلوق کا روزی دینے والا اکیلا اللہ ہے جو انسانوں، حیوانوں، پرندوں، چرندوں اور دوستوں دشمنوں سب کو روزی پہنچاتا ہے۔ پھر فرمایا۔ وہ بڑی قوت والا اور زبردست طاقتوں والا ہے حضرت فضیلؒ کی یہ باتیں سُن کر ہارون رشید نے ایک ہزار اشرفیاں حضرت کی خدمت میں پیش کیں اور کہا کہ اسے قبول فرمائیں، اپنے اہل و عیال پر خرچ کریں اور دل جمعی سے اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہیں۔ ہارون رشید کی اس پیشکش پر حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں تمہیں نجات کا راستہ بتلاتا ہوں اور عذاب الٰہی سے بچنے کی تدبیریں سکھاتا ہوں اور تم مجھے اس کے بدلے میں دینار دیتے ہو۔ اللہ تمہیں سلامت رکھے اور نیک کاموں کی توفیق بخشے۔ ہارون رشید کے مصاحب فضل بن الربیع کہتے ہیں۔ یہ بات کرکے حضرت فضیلؒ چُپ ہوگئے۔ اور ایسے خاموش ہوئے کہ پھر ہم سے انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ آخر ہم وہاں سے اُٹھ کر باہر آگئے۔ اُس وقت امیر المؤمنین نے کہا۔ فضل جب تُم مجھے ملاقات کے لئے کسی کے پاس لے جایا کرو تو ایسے آدمی سے ملایا کرو یہ تو سیّد المسلمین ہیں یعنی تمام مسلمانوں کا آقا اور سردار ہے۔ فضل کہتے ہیں کہ ابھی ہم دروازہ پر تھے کہ اندر سے ہم نے ایک عورت کی آواز سُنی، جو فضیلؒ سے یہ باتیں کر رہی تھی۔ اے فضیل! ہمارا حال آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم پر کتنی تنگی و ترشی رہی ہے۔ کتنا اچھا ہوتا، اگر آپ اس مال کو قبول کر لیتے تو ہم بھی کچھ وقت سکھ چین اور بے فکری

سے گذار دیتے۔ اس کے جواب میں حضرت فضیلؒ نے اس عورت سے کہا۔ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے چند آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا، اور اس کے ذریعہ سے وہ اپنا گذر اوقات کیا کرتے تھے لیکن وہ اونٹ جب بوڑھا ہو گیا اور ان کے کام کا نہ رہا تو مالکوں نے اُسے ذبح کر ڈالا اور اس کا گوشت کھا گئے۔ مطلب یہ ہے کہ میری اس عمر میں کیا تم لوگ بھی مجھے اس اُونٹ کی طرح ذبح کر کے کھا جانا چاہتے ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہارون نے ظلم کے ذریعہ جو مال لوگوں سے وصول کیا ہے، مَیں اس کو لے کر تمہیں دے دوں اور تم یہاں اُس کے ذریعہ آرام کرو اور مَیں اس کے بدلے جہنم کی آگ میں جلوں۔ تم یہاں گل چھرے اُڑاؤ اور میں آخرت میں مصیبتیں اُٹھاؤں۔ ہم ان دونوں کی باتیں سُن رہے تھے۔ امیر المؤمنین نے اس عورت کی اور حضرت کی باتیں سُن کر مجھ سے کہا۔ اب موقعہ ہے اندر چلیں۔ شاید فضیلؒ ہمارا ہدیہ قبول کر لیں۔ ہم پھر گئے۔ لیکن اس مرتبہ خلیفہ ہارون جب حضرت فضیلؒ کے پاس پہنچے، تو فضیلؒ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اپنے بالا خانہ کے دروازہ پر جا بیٹھے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ ہارون رشید بھی اپنی جگہ سے اُٹھے اور حضرت کے پاس جا بیٹھے۔ خلیفہ نے حضرت فضیلؒ سے باتیں کرنا چاہیں لیکن حضرت فضیل نے ہارون کی کسی بات کی طرف توجہ نہیں دی اور بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ پھر اسی وقت ایک کالی شکل کی باندی آئی اور ہم سے کہنے لگی، آج رات آپ لوگوں نے شیخ یعنی حضرت فضیلؒ کو بہت تکلیف دی ہے۔ مہربانی فرما کر اب آپ یہاں سے تشریف لے جائیں، اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ فضل کہتے ہیں۔ اس باندی کی یہ بات سُن کر ہم خاموشی کے ساتھ اُٹھ کر حضرت فضیلؒ کے گھر سے باہر آگئے۔ (حلیۃ الاولیاء صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸)

سبق :۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ امراء و حکام اہلِ ثروت اگر فقراء کے یہاں آئیں تو فقراء کو چاہیئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ دیانت کے ساتھ ادا کریں اور امراء کی اخلاقی و روحانی بیماریوں اور کمزوریوں کا اظہار کریں اور دل سوزی کے ساتھ اُن کی اصلاحِ احوال کی فکر کریں۔ نیز مرنے کے بعد والی زندگی یعنی آخرت کی طرف اُن لوگوں کو متوجہ کرنے کی کوشش کریں اور ان کی دولت و ثروت پر نظر رکھ کر کسی حال میں بھی اُن سے مرعوب نہ ہوں۔

میرے حضرت اقدس مولانا عبدالغفور صاحبؒ مدنی فرمایا کرتے تھے۔ اگر امراء ہمارے پاس آئیں تو

دیانت داری یہ ہے کہ ہم انہیں دین سکھائیں، اور محبت کے ساتھ ہم اُن کے سامنے شریعت اور سنّت کو بیان کریں۔ یہ لوگ ہمیں دین دار سمجھ کر ہمارے پاس آتے ہیں۔ ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں اُن کے مال اور اُن کے عہدے کی رعایت نہ کرنی چاہیئے۔ اوّل تو ہمیں چاہیئے تھا کہ ہم اُن کے گھروں پر جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے۔ مگر جب وہ چل کر خود ہمارے پاس آگئے تو یہ بڑی بددیانتی ہے کہ اس وقت بھی ہم انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کریں اور ان کی کمزوریاں اُن کے سامنے بیان نہ کریں۔

رضا بر قضا اللہ سے ہر حال میں راضی رہنا اور اس کی بھیجی ہوئی مصیبتوں کو خوشی خوشی برداشت کرنے کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "رضا بر قضا" کہتے ہیں۔ جب یہ بات سمجھ میں آجائے کہ ہم پر اللہ سے زیادہ کوئی مہربان نہیں تو پھر اس بات کے سمجھنے میں کوئی دقّت پیش نہیں آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کا ہر معاملہ جو ہمارے ساتھ وہ کر رہا ہے، اُس میں سراسر بھلائی اور ہمارے حق میں وہ بہتر ہی بہتر ہے، خواہ اس کی بھلائی ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ یہ فقیر اس عنوان کے تحت حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کی وفات اور اس صدمہ کو جس خندہ پیشانی سے انہوں نے برداشت کیا، اس اُمید پر نقل کر رہا ہے تاکہ ان حضرات کی برکات و تعلیمات سے ہم بھی سبق حاصل کریں۔

ابو علی رازی کا بیان ہے کہ میں حضرت فضیلؒ کی صحبت میں تیس سال مقیم رہا۔ اس عرصہ میں میں نے کبھی بھی حضرت فضیلؒ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، نہ تبسّم کے ساتھ اور نہ آواز کے ساتھ۔ ہاں جس دن آپ کے صاحبزادہ علیؒ کا انتقال ہوا۔ اس روز میں نے دیکھا کہ فضیلؒ خلافِ معمول ہنس رہے ہیں۔ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَحَبَّ اَمْرًا فَاَحْبَبْتُ مَا اَحَبَّ اللّٰہُ۔ (۱۰۰/۲۲)	بلاشبہ اللہ عزّ وجل نے ایک کام کو پسند فرمایا پس میں نے بھی اپنی خوشی کا اظہار کر دیا، اس امر پر جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔

تشریح: یہ مقام "مقامِ فنا" ہے جب کوئی شخص اللہ کے خاص فضل سے حقیقتِ اخلاص اور محبتِ ذاتی کے

مقام کو پالیتا ہے تو اس کے نزدیک تکلیف و راحت برابر ہو جاتے ہیں۔ وہ تکلیف سے اس طرح محفوظ ہوتا ہے جس طرح راحت و نعمت سے وہ خوش ہوتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے ؛ مرید کو اوّل مقامِ عرفان حاصل ہوتا ہے یعنی وہ ہر فعل اور ہر حال کو منجانب اللہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس کے بعد جب اس کو محبّتِ ذاتی کا مقام حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے نزدیک کُلُّ مَا یَفْعَلُ الْمَحْبُوْبُ مَحْبُوْبٌ یعنی محبوب کا ہر فعل محبوب بن جاتا ہے۔

حضرت فضیلؒ کا یہ خاص حال ہے جس سے ان کی عظمت اور ان کے کمالِ عشق کا پتہ چلتا ہے۔ مگر ہم جیسے کمزوروں کے لئے اس قسم کے حالات ہمّت بندھانے میں تو مددگار ہوتے ہیں۔ لیکن ان خاص احوال کی تقلید عوام پر ضروری نہیں ہے۔ ہمارے لئے ان حالات میں قابلِ تقلید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارک ہوگا۔ کیونکہ اُمّت کے لئے اس کی زندگی کے تمام نشیب و فراز میں بہترین نمونہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں ہے۔ اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر آنسوؤں سے روتے رہے۔ صحیح بخاری میں یہ بھی آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی جعفرؓ بن ابی طالب اور اپنے محبوب صحابی حضرت زید بن حارثہؓ و ابن رواحہؓ کے قتل کی خبر اس حال میں سنائی کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی سند سے بروایت انسؓ بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو زیدؓ، جعفرؓ و ابن رواحہؓ کی موت کی خبر دی، اس سے پہلے کہ دوسرے ذریعہ سے اُن کی خبر نہیں آئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جھنڈا زید نے اُٹھایا، وہ مارے گئے۔ پھر اس کو جعفر نے اُٹھایا۔ وہ بھی مارے گئے۔ پھر ابنِ رواحہ نے اُٹھایا، وہ بھی مارے گئے۔ اور اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس کے بعد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولیدؓ نے جھنڈا سنبھالا، اور اللہ تعالےٰ نے اُن کے ہاتھ سے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمادی۔ (بخاری۔ ج۔ ص ۵۲۱)

بدنی صحت کے لئے دُعا کرنا راضی برضائے کے منافی نہیں

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ ایک مرتبہ ایسے بیمار ہوئے کہ آپ کا پیشاب بند ہوگیا۔ جب تکلیف ناقابلِ برداشت ہوئی تو فضیلؒ نے اللہ تعالیٰ

سے اس طرح دُعا کی۔

اِرْحَمْنِیْ بِحُبِّیْ اِیَّاکَ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْکَ۔

الٰہی مجھ پر رحم فرما، میری اس محبت کے وسیلے سے جو مجھے خاص آپ کے ساتھ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے آپ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

نیز انہوں نے فرمایا۔ مَیں نے مرض کی تکلیف میں حضرت فضیلؒ سے یہ دُعا سُنی۔ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ "مجھے بیماری لگ گئی ہے اور آپ سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے ہیں"۔ اور مَیں نے بیماری کے زمانہ میں حضرت فضیلؒ سے یہ سُنا کہ آپ بار بار یہ دُعا کرتے تھے اِرْحَمْنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ۔ "مجھ پر رحم کر کیونکہ آپ میری کمزوریوں کو جاننے والے ہیں۔ مجھے تکلیف نہ دے۔ تیری قدرت کے سامنے مَیں عاجز ہوں لیکن تُو ہر طرح مجھ پر قادر ہے" اور میں نے حضرت فضیلؒ کو یہ دُعا بھی کرتے ہوئے سُنا۔

اَللّٰھُمَّ زَھِّدْنَا فِی الدُّنْیَا فَاِنَّہٗ صَلَاحُ قُلُوْبِنَا وَاَعْمَالِنَا وَجَمِیْعُ طَلَبَاتِنَا وَنَجَاحُ حَاجَاتِنَا۔

اے اللہ ہمارے دلوں میں دُنیا کی نفرت و حقارت ڈال دے۔ کیونکہ دُنیا کی نفرت ہی ہمارے قلوب کے صالح ہونے کا ذریعہ ہے اور ہماری ساری مُرادوں اور کاموں کے آسانی سے پُورے ہونے کا وسیلہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اے اللہ دُنیا کی طرف سے ہمارے دلوں میں زہدؑ یعنی دنیا کی نفرت و حقارت پیدا کر دے کیونکہ ہمارے لئے دونوں جہان کی کامیابیاں دُنیا سے رُخ موڑنے اُس سے نفرت کرنے اور اُسے حقیر سمجھنے پر موقوف ہیں۔

حضرت فُضَیلؒ کے مقالات "یعنی" رُشد و ہدایت کی باتیں

"جو آدمی اپنی شہرت چاہتا ہے بُھلا دیا جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا، اُس کا ذکر ہمیشہ رہتا ہے"

ع زہد فی الدنیا یہ ہے کہ دُنیا کے مال و جاہ عیش و عشرت کو آخرت کی عزت اور راحتوں کے مقابلہ میں حقیر اور قابلِ نفرت سمجھ کر چھوڑ دینا۔ جیسے آدمی کو بدبودار لاش اور پاخانہ سے نفرت ہوتی ہے، اس طرح کی نفرت دُنیا سے ہونے لگے۔

حضرت ابراہیم الاشعث کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

عَامَةُ الزُّهْدِ فِي النَّاسِ يَعْنِي اِذَا لَمْ يُحِبَّ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْهِ وَلَمْ يُبَالِ بِمَذَمَّتِهِمْ وَيَقُوْلُ اِنْ قَدِرْتَ اَلَّا تُعْرَفَ فَافْعَل وَ مَا عَلَيْكَ اِنْ لَمْ يُثْنَ عَلَيْكَ وَ مَا عَلَيْكَ اَنْ تَكُوْنَ مَذْمُوْمًا عِنْدَ النَّاسِ اِذَا كُنْتَ عِنْدَاللّٰهِ مَحْمُوْدًا وَيَقُوْلُ مَنْ اَحَبَّ ان يذكر لم يذكر ومن كره ان يذكر ذكر۔ ۸۸/۵

کامل زہد آدمیوں میں ہے۔ یعنی جب اسے اچھی معلوم نہ ہو لوگوں سے اپنی تعریف سننا اور وہ پرواہ نہ کرے جب لوگ اس کی مذمت اور برائی کریں مطلب یہ ہے کہ بکمال زہد اور کمال درویشی اسوقت حاصل ہوگی جبکہ آدمی کا یہ حال ہو جائے کہ لوگوں سے اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہو اور لوگوں سے اپنی برائی سن کر برا محسوس نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کی تعریف کرنے اور برائی کرنے کا اس کے دل پہ کوئی اثر نہ ہو۔

اور فضیلؒ فرمایا کرتے تھے۔ اگر تیری قدرت میں یہ بات ہو کہ تو جانا پہچانا نہ جائے۔ یعنی لوگوں میں تیری شہرت نہ ہو تو یہ کام تجھے ضرور کر لینا چاہیئے، اور جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو چھپائے رکھنے میں اپنا پورا پورا زور صرف کر دینا۔ تیرا کیا بگڑ جائے گا اگر لوگ تیری تعریف نہ کریں۔ اور تیرا کیا بگڑ جائے گا اگر لوگوں میں تیری مذمت اور برائی کی جائے جبکہ تو اللہ کے نزدیک قابلِ تعریف ہو۔ اور فرماتے کہ جس آدمی کی یہ خواہش اور یہ آرزو ہو کہ میری نیکی کے چرچے لوگوں میں ہوا کریں، اس کو بھلا دیا جائے گا، اور جو آدمی اس بات کو ناپسند کرتا ہے وہ بھلایا نہیں جاتا۔ بلکہ دنیا میں اُس کا ذکرِ خیر ہوتا رہے گا۔ خلاصہ یہ کہ گمنامی کے خواہشمند آدمی کے کام اور نام کو اللہ تعالےٰ اپنی قدرت سے زندہ رکھیں گے۔

بڑا وہ ہے جسے اللہ بڑائی دے حضرت فضیل بن عیاضؒ فرمایا کرتے تھے۔

عَامِلُوا اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ بِالصِّدْقِ فِي السِّرِّ فَاِنَّ الرَّفِيْعَ مَنْ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا اَسْكَنَ

خلوتوں یعنی تنہائیوں میں اللہ عزّوجل کیساتھ اپنا معاملہ سچا رکھو کیونکہ عزت و رتبہ والا وہ آدمی ہے جسے اللہ عزت اور سربلندی دیدے اور جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا

مُحَبَّۃً فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ۔ ۸۸/۱۴ ہے یعنی اُسے محبوب بنالیتا ہے۔ تو مخلوق کے دلوں میں اس کی محبّت ڈال دیتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت کا دنیا میں یہ اثر ہوتا ہے کہ جو آدمی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے دلوں کو اس کی محبّت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جس کے باعث وہ مخلوق کا بھی محبوب بن جاتا ہے۔

خوف و رجاء

اللہ کا خوف اور اس کا فائدہ اسحاق بن ابراہیم طبری کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

مَنْ خَافَ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یُغِرُّہٗ شَیْئٌ وَمَنْ خَافَ غَیْرَ اللّٰہِ لَمْ یَنْفَعْہُ اَحَدٌ۔ ۸۸/۱۷

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اس کو کوئی چیز ہلاک نہ کرے گی اور جو غیر اللہ یعنی اللہ کے سوا دوسروں سے خوف رکھے گا اس کو کسی سے بھی فائدہ نہ پہنچے گا۔

محمد بن قطن کہتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

اِنَّمَا یَھَابُکَ الْخَلْقُ عَلٰی قَدْرِ ھَیْبَتِکَ لِلّٰہِ۔ ۱۱۰/۱۶

یہ بات بالکل سچّی ہے کہ مخلوق تجھ سے اتنا ہی ڈرے گی جتنا تُو اللہ سے ڈرے گا۔

یعنی جتنی اللہ کی ہیبت تیرے دل میں ہوگی، اسی قدر تیری ہیبت مخلوق کے دل میں ہوگی۔

جس قدر اللہ کو پہچانو گے اُسی قدر اُس سے ڈرو گے اسماعیل بن یزید کہتے ہیں میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ رَھْبَۃَ الْعَبْدِ مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی قَدْرِ عِلْمِہٖ بِاللّٰہِ وَاِنَّ زَھَادَتَہٗ فِی الدُّنْیَا عَلٰی قَدْرِ رَغْبَتِہٖ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ ۸۹/۷

سچی بات ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اسیقدر خوف کرے گا جس قدر وہ اللہ کو جانتا ہوگا۔ اور بندہ دُنیا کی چیزوں میں اُسی قدر بے رغبت ہوگا جسقدر اُس کو آخرت میں رغبت ہوگی۔

یعنی دنیا سے وہی شخص دُور بھاگے گا جس کو آخرت کی نعمتیں حاصل کرنے کا شوق ہوگا۔ حضرت اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ فرمایا کرتے تھے۔ جب آدمی قوی و تندرست ہو تو اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہنا افضل ہے، اور جب موت کا وقت قریب ہو، اُس وقت اللہ کی رحمتوں سے اُمید رکھنا افضل ہے۔

نیکی بدی کا اثر مرنے کے وقت آس اور مایوسی کی شکل میں ظاہر ہوگا

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں۔

اِذَا کَانَ فِیْ صِحَّتِہٖ مُحْسِنًا عَظُمَ رَجَاؤُہٗ عِنْدَ الْمَوْتِ وَحَسُنَ ظَنُّہٗ وَاِذَا کَانَ فِیْ صِحَّتِہٖ مُسِیْئًا سَاءَ ظَنُّہٗ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَمْ یَعْظُمْ رَجَاؤُہٗ۔ $\frac{89}{21}$

جب کوئی آدمی اپنی صحت وقوت کے زمانہ میں نیکیاں کرتا اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں رہتا ہے تو مرنے کے وقت اسکی امیدیں اللہ تعالیٰ سے بڑھ جاتی ہیں اور مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ سے اُس کو اچھا گمان ہوتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے کرم پر اُس کی نظر ہوتی ہے اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اپنی رحمت و مغفرت کا معاملہ کریں گے کہ وہ بڑا مہربان اور بڑا بخشنے والا ہے۔ اور جو شخص اپنی صحت وقوت کے زمانہ میں سیاہ کار اور خدا کا نافرمان ہوتا ہے، مرنے کے وقت اللہ سے وہ بدگمان اور اس کی رحمتوں سے مایوس ہو جاتا ہے۔

جبتک اللہ سے ڈرنے والوں کو نہ دیکھو گے اللہ سے نہ ڈرو گے

حضرت بکر بن محمد العابدؒ نے فرمایا حضرت فضیلؒ نے ارشاد فرمایا۔ اَنْتَ لَا تَرٰی خَائِفًا کَیْفَ تَخَافُ۔ $\frac{111}{3}$ تُو اللہ سے ڈرنیوالوں کو تو دیکھتا نہیں ہے پھر تُو اللہ سے کیسے ڈریگا

مطلب یہ ہے کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے تو اُن اللہ والوں کی صحبتوں میں رہ کر دیکھ، جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنے خوف کی دولت بخشی ہے۔ ان حضرات کی صحبت و زیارت کی برکت سے ہی خوفِ خداوندی کی دولت تیرے ہاتھ آئے گی۔

علم کا پیمانہ خوفِ خدا ہے عالم کے علم کو اُس کے خوف سے تولو

محمد بن زنبورؒ نے فرمایا میں نے سُنا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

اَعْلَمُ النَّاسِ بِاللّٰہِ اَخْوَفُھُمْ۔ $\frac{111}{5}$

لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا وہ آدمی ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں عالم وہ ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو، اور اللہ سے ڈرنے میں جس قدر اس کا مرتبہ لوگوں کی نسبت بڑھا ہوا ہوگا، اُسی قدر اُس کے علم کا مرتبہ بلند ہوگا۔

دینیات :— "دین وایمان کے متعلق حضرت فضیل بن عیاضؒ کی باتیں"

اہلِ ایمان کی نشانی

عبد الصمد بن یزید فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے سُنا۔ حضرت

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اَلْمُؤْمِنُ فِی الدُّنْیَا مَغْمُوْمٌ یَتَزَوَّدُ لِیَوْمِ مَعَادِہٖ قَلِیْلٌ فَرْحَۃٌ ثُمَّ بَکٰی۔ ۱۱۱/۲۵

ایمان والا دنیا میں غمگین اور اداس رہتا ہے، اور اپنے لوٹنے کے دن یعنی قیامت کے دن کیلئے تیاری کرتا اور وہ اسی دُھن میں لگا رہتا ہے کہ کل کیلئے کچھ سامان بنالوں دُنیا میں اہلِ ایمان کی خوشی قلیل یعنی تھوڑی ہوتی ہے۔ یہ فرما کر حضرت فضیلؒ رو پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ ایمان ویقین والے کو مرنے کے وقت ایمان کے ساتھ جانے کا فکر، اس کے بعد قبر کی وحشت، اس کی تنہائی کا خوف، پھر قیامت کی ہولناک سختیوں اور اللہ کے حساب وکتاب کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ ان فکرات کے ہوتے ہوئے دنیا میں اس کی خوشی کے لئے کونسا موقعہ ہے، اور اگر کوئی خوشی کا موقعہ آ بھی گیا، تو ان حالات میں اس کی خوشی دوسروں کی نسبت بہت کم ہوگی۔

کسی سے دین سیکھنے میں ایسے بنو، جیسے اخروٹ کا خریدنے والا

حضرت عبدالصمد بیان کرتے ہیں حضرت فضیلؒ نے فرمایا

اِجْعَلُوْا دِیْنَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ صَاحِبِ الْجَوْزِ اِنَّ اَحَدَکُمْ یَشْتَرِیَ الْجَوْزَ فَیُحَرِّکُہٗ فَمَا کَانَ مِنْ جَیِّدٍ جَعَلَ فِیْ کُمِّہٖ وَمَا کَانَ مِنْ رَدِیٍّ رَدَّہٗ۔ وَکَذٰلِکَ الْحِکْمَۃُ مَنْ تَکَلَّمَ بِحِکْمَۃٍ قُبِلَ وَمَنْ تَکَلَّمَ بِسِوٰی ذٰلِکَ فَدَعْہُ۔ ۹۹/۱۶

بنا لو اپنے دین کو اخروٹ خریدنے والے کی طرح۔ جب تم میں کوئی شخص اخروٹ خریدتا ہے تو اس کو ہلا ہلا کر دیکھتا اور جانچتا ہے کہ اسمیں گری اور مغز موجود ہے یا نہیں۔ پس جو اخروٹ اندر سے مغز والا معلوم ہوتا ہے اس کو اپنی تھیلی اور گتھلی میں رکھ لیتا ہے اور جو اخروٹ مغز سے خالی اور تھوتھا معلوم ہوتا ہے، اس کو وہ اخروٹ والے کے ڈھیر میں ڈال دیتا ہے اور ایسے ہی حکمت اور دین کی باتوں کا حال ہے جو شخص توحید اور اخلاص والا دین دیتا ہو، اس سے لے لو۔ اور جو آدمی توحید و اخلاص والا دین نہ دیتا ہو، اُسے پھینک دو۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف اور صحیح احادیث کے مطابق دین دے، اُسے قبول کر لو اگر وہ قرآن

وحدیث کے مطابق نہ ہو تو پھر اس کو رد کر دو اور اُسے ہرگز قبول نہ کرو۔ مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دین اُس عالم یا پیر سے حاصل کرو، جس میں دین کا مغز ہو یعنی وہ خود صاحبِ شریعت یعنی سُنّت کا پابند اور دین پر عمل کرنے والا ہو کیونکہ پیر بے دین اور عالم بے عمل اُس اخروٹ کے مانند ہے جس میں مغز نہ ہو۔ یعنی اندر سے خالی ہو۔ اسی طرح عمل سے کورے پیر اور خالی عالم کی صحبتوں میں جا کر تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میرے حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ وہ ماں جس کی چھاتیوں میں دُودھ نہ ہو وہ بچہ کو کیا خاک پلائے گی۔

اسلام اور سُنّت کا دوسرا نام پاکیزہ زندگی ہے | عبدالصمد کا بیان ہے کہ حضرت فضیل رح نے فرمایا۔

اُسْلُكْ حَيَاةَ الطَّيِّبَةَ الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةَ۔

"حیاتِ طیبہ" پاکیزہ زندگی یعنی اسلام اور سنّت کو اپنا مذہب اور اپنا مسلک بنالے۔

۹۹/۱۸

مطلب یہ ہے کہ اسلام یعنی شریعت کے احکام بجالانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق زندگی گذارنے کو اپنا مذہب بنالے اور ایسی زندگی گذارنے کا دوسرا نام "حیاتِ طیبہ" پاکیزہ زندگی ہے۔

جلد اوّل

مومن ومنافق کی پہچان | حضرت ابراہیم بن الاشعث رح کا بیان ہے کہ حضرت فضیل رح نے فرمایا۔

اَلْمُؤْمِنُ قَلِيْلُ الْكَلَامِ كَثِيْرُ الْعَمَلِ وَالْمُنَافِقُ كَثِيْرُ الْكَلَامِ قَلِيْلُ الْعَمَلِ كَلَامُ الْمُؤْمِنِ حِكَمٌ صَمْتُهُ تَفَكُّرٌ وَ نَظْرُهُ عِبْرَةٌ وَعَمَلُهُ بِرٌّ وَاِذَا كُنْتَ كَذَا لَمْ تَزَلْ فِيْ عِبَادَةٍ۔

ایمان والا آدمی جس میں ایمان ہوگا وہ قلیل الکلام ہوگا یعنی باتیں تھوڑی کریگا اور کثیر العمل یعنی عمل زیادہ کرنے والا ہوگا۔ جو منافق یعنی پختہ ایمان والا نہ ہوگا وہ باتیں زیادہ کریگا اور عمل تھوڑا کریگا۔ اہل ایمان کی باتیں حکمت سے بھری ہوں گی یعنی دین کی باتیں سُوجھ بُوجھ سے کریگا۔ دین کے حقائق بیان کرے گا۔ سُنّت کی ترویج کریگا اور اپنی خاموشی کے وقت صفاتِ الٰہی میں غور وفکر کریگا اور جب آنکھ اُٹھا کر دیکھے گا تو ہر چیز سے عبرت حاصل کریگا، اور جب وہ عمل کریگا تو نیکی اور بھلائی والے کام کریگا، اور جب تمہاری زندگی ایسی بن جائے تو ایسی صورت میں تم ہر وقت عبادت میں مشغول ہو ———— یعنی تمہاری گفتگو بات چیت

عبادت ہے، خاموش رہنا بھی عبادت ہے، آنکھ سے دیکھنا بھی عبادت ہے، اور ہاتھ پاؤں سے کام کرنا بھی عبادت میں شمار ہوگا۔

ایمان کی تکمیل چار چیزوں سے ہوتی ہے | حضرت ابراہیم بن الاشعثؒ فرماتے ہیں، میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا، وہ اپنے آپ کو مخاطب کرکے یہ باتیں کر رہے تھے۔

یَا سَفِیْہُ مَا اَجْھَلَکَ اَلاَ تَرْضٰی اَنْ تَقُوْلَ اَنَا مُؤْمِنٌ حَتّٰی تَقُوْلَ اَنَا مُسْتَکْمِلُ الْاِیْمَانِ۔

او بے عقل تو کتنا بڑا جاہل ہے۔ کیا تو اس سے خوش نہیں ہوتا کہ تو اپنے آپ کو کہتا ہے کہ میں مومن ہوں یعنی صاحبِ ایمان ہوں۔ حالانکہ تجھے یہ کہنا چاہیئے کہ میں اپنے ایمان کو کامل بنانے کی جستجو میں ہوں۔ اور اپنے لئے تکمیلِ ایمان کا آرزومند ہوں۔ نہیں، نہیں۔ خدا کی قسم کوئی آدمی اپنے ایمان کو کامل نہیں بنائیگا جب تک کہ اس میں چار چیزیں نہ ہوں گی۔ ۱: یہاں تک کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو ادا نہ کرے۔ ۲: اور اللہ کی تمام حرام کی ہوئی چیزوں سے اپنے کو نہ بچالے۔ ۳: اور اللہ نے جو اس کے لئے مقدر کیا ہے، اس پر وہ راضی نہ ہو جائے یعنی ہر قسم کی تقدیر کو خوش دلی سے قبول کرے۔ ۴: اور اس سب کے باوجود اللہ کے دربار میں اپنے اعمال کے قبول ہونے سے ڈرتا رہے۔ یعنی اس سے ڈرتا رہے کہ اللہ تعالےٰ میری نقائص سے بھری ہوئی یہ نیکیاں ناکارہ نہ بنا دیں۔

حضرت مومّلؒ نے فرمایا: میں نے حضرت فضیلؒ سے یہ بھی سُنا کہ آپ نے فرمایا۔

لَوْ قَالَ لِیْ رَجُلٌ اَمُؤْمِنٌ اَنْتَ مَا کَلَّمْتُہٗ۔

اگر کوئی مجھ سے یہ پوچھے۔ کیا تو ایمان والا ہے تو میں اس کے جواب میں چُپ ہو جاؤں یعنی نہ یہ کہوں کہ ہاں ایمان والا ہوں اور نہ یہ کہوں کہ میں ایمان والا نہیں ہوں۔ اس کا پتہ تو اللہ ہی کو ہے کہ میں ایمان والا ہوں یا نہیں ہوں۔

دین اللہ سے قریب اور دُنیا اس سے دُور کر دیتی ہے | اسحاق بن ابراہیم نے فرمایا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

قَالَ اللہُ تَعَالٰی اَیَحْزُنُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنُ اَنْ اَبْسُطَ لَہُ الدِّیْنَ وَھُوَ اَقْرَبُ

لَهٗ مِنِّیْ وَیَفْرَحُ اَنْ اَبْسَطَ لَهٗ فِی الدُّنْیَا وَهُوَ اَبْعَدُ لَهٗ مِنِّیْ۔ ۱۰/۱۲

اللہ نے ارشاد فرمایا۔ تعجب ہے کہ میرا مومن بندہ اس وقت غمزدہ اور رنجیدہ دیکھائی دیتا ہے جب میں اس کو دین کی فراوانی یعنی دین کے کاموں کی زیادہ توفیق دیتا ہوں۔ حالانکہ اس حال میں وہ مجھ سے زیادہ قریب ہوجاتا ہے یعنی دین کی فراوانی بندہ کو زیادہ سے زیادہ میرے قریب لانے والی ہے۔ اور میرا مومن بندہ اس وقت خوش ہوتا ہے جب میں اُسے دنیا کی فراوانی یعنی بہت سامال واسباب دوں۔ اور حال یہ ہے، کہ میرا بندہ دولت کی کثرت اور مال کی وسعت میں مجھ سے بہت دُور ہوجاتا ہے۔

آخرت کی بے کلی ہر دل کو نہیں ملتی

بشر بن الحارث نے یہاں بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے ارشاد فرمایا۔

کَمَا اَنَّ الْقُصُوْرَ تَسْکُنُهَا الْمُلُوْكُ حَتّٰی تَفْرُغَ کَذٰلِكَ الْقَلْبُ لَا یَسْکُنُهٗ الْحُزْنُ مِنَ الْخَوْفِ حَتّٰی یَفْرُغَ۔ ۱۰/۱۶

جس طرح محلوں میں بادشاہ لوگ اس وقت تک آکر نہیں ٹھیرتے۔ جب تک اُنہیں دوسروں سے فارغ اور خالی نہ کرالیا جائے۔ اسی طرح آخرت کے خوف سے بیقرار ہونا کسی دل میں قرار نہیں پکڑتا، جب تک وہ دل مخلوق کے تعلق اور اس کی محبتوں سے آزاد نہ ہوجائے۔

تعلق حجاب است بے حاصلی		چو پیوندھا بگسلی واصلی

یعنی جب تک کسی کا دل مخلوق کے ساتھ وابستہ رہے گا۔ اللہ سے دُور رہے گا، حجاب اور پردوں میں اٹکا رہیگا اور جب بھی مخلوق سے دل کی وابستگی اور لگاؤ ٹوٹ گیا، سمجھو وہ اللہ سے مل گیا۔

منزل ایمان پر پہنچانے والی سیڑھیاں

فیض بن اسحاق نے بیان کیا۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِیْقَةَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یَعُدَّ الْبَلَاءَ نِعْمَةً وَالرَّخَاءَ مُصِیْبَةً وَحَتّٰی لَا یُبَالِیَ مَنْ اَکَلَ الدُّنْیَا وَحَتّٰی لَا یُحِبَّ اَنْ یُحْمَدَ عَلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ ۹۴

کوئی آدمی حقیقت ایمان تک نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ وہ ہر قسم کی مالی وجانی مصیبتوں کو نعمتیں شمار کرنے لگے،

جلد اوّل

۲: اور یہاں تک کہ وہ یہاں کی راحت و آسائش کو آخرت کے لئے مصیبت اور وبال نہ جاننے لگے۔ ۳: تاوقتیکہ وہ دُنیا کی دولت، عزّت و حکومت، عمدہ خوراک و پوشاک کی فکر اپنے دل سے نہ نکال دے۔ ۴: اور یہاں تک کہ وہ اللہ عزّ و جل کی عبادت پر لوگوں کی تعریف کرنے کو پسند نہ کرے یعنی لوگوں کی تعریف کرنے پر خوش نہ ہو۔

ایمان و نفاق کی علامات ابراہیم بن الاشعثؒ نے فرمایا: میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا، آپ نے فرمایا۔

اَلْغِبْطَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْحَسَدُ مِنَ النِّفَاقِ وَالْمُؤْمِنُ یَغْبِطُ وَلَا یَحْسُدُ وَالْمُنَافِقُ یَحْسُدُ وَلَا یَغْبِطُ وَالْمُؤْمِنُ یَسْتُرُ وَیَعِظُ وَیَنْصَحُ وَالْفَاجِرُ یَهْتِكُ وَیُعَیِّرُ وَیُفْشِیْ۔ ۹۵/۱۲

"غبطہ ایمان سے ہے اور حسد نفاق سے ہے۔ اور ایمان والا غبطہ تو کرتا ہے اور حسد نہیں کرتا۔ اور منافق حسد کرتا ہے اور غبطہ نہیں کرتا۔ اور مومن لوگوں کے پردے رکھتا ہے، اور انہیں دین کی باتیں سمجھاتا ہے اور ہر حال میں ان کی خیر خواہی کرتا ہے۔ اور بے دین آدمی لوگوں کے پردے فاش کرتا ہے، اُنہیں شرمندہ کرتا ہے اور اُن کی برائیوں کا چرچا یعنی لوگوں میں ان برائیوں کو پھیلاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ غبطہ صفتِ ایمان ہے اور حسد صفتِ نفاق ہے

غبطہ اور حسد کے معنیٰ غبط اور حسد کے فرق کے متعلق صاحبِ نہایہ لکھتے ہیں۔ الحسد ان یری الرجل لاخیه نعمته فیتمنیٰ ان تزول عنه وتکون له دونه والغبط ان یتمنی ان یکون له مثلها ولا یتمنی زوالها عنه۔ یعنی حسد یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھے اور اس کا دل چاہے کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ اور غبطہ یہ ہے کہ کسی کے پاس نعمت دیکھ کر اس کا دل چاہے کہ ایسی نعمت میرے پاس بھی ہو اور مجھے بھی مل جائے، مگر یہ نہ چاہے کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے۔ (النہایہ ج۱ صـ۳۸۳)۔ اس کے علاوہ نہایہ ج۳ صـ۲۳۹ میں ہے۔ الغبط حسدٌ خاصٌ یقال غبطت الرجل اغبطه غبطا اذا اشتهیت ان یکون لك مثل ماله وان یدوم علیه ماهو فیه وحسدته احسد حسدًا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاؤں میں غبط کا لفظ اس طرح استعمال فرمایا "اَللّٰهُمَّ غَبْطًا لَا هَبْطًا" اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں "غبط کا، نہ ہبط کا" مطلب یہ ہے

کہ اے اللہ مجھے اپنی نعمتوں سے ایسا نواز کہ لوگ مجھ پر غبط یعنی رشک کریں - اور تجھ سے سوال کرتا ہوں، کہ مجھے ہبط یعنی ہر قسم کی پستی اور ذلّت سے محفوظ رکھے۔ یعنی اے اللہ مجھے نعمتوں اور خوشیوں سے مالا مال کیجیو اور مجھے مخلوق کی نظروں میں گراوٹ اور ذلّت سے بچائیو۔

برکاتِ ذکر ابراہیم بن الاشعثؒ نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

اَلذَّاکِرُ سَالِمٌ مِنَ الْاِثْمِ مَادَامَ یَذْکُرُ اللّٰہَ وَ غَانِمٌ مِنَ الْاَجْرِ۔

ذکر کرنے والے کو ذکر سے دو فائدے ہوتے ہیں - ایک یہ کہ جب تک وہ اللہ کا ذکر کرتا یعنی ذکر میں مشغول رہتا ہے، گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ذکر کا ثواب مالِ غنیمت کی طرح لوٹ لیتا ہے۔

جو شخص خلوت سے گھبرائے گا، ریاء کے مرض سے خلاصی نہ پائے گا حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

مَنِ اسْتَوْحَشَ مِنَ الْوَحْدَۃِ وَ اسْتَانَسَ بِالنَّاسِ لَمْ یَسْلَمْ مِنَ الرِّیَاءِ۔

جو آدمی خلوت و تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرنے سے گھبراتا ہے اور لوگوں کے ساتھ ملنے ملانے سے انسیت رکھتا ہے، ایسا آدمی ریاء کے مرض سے شفایاب نہ ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ بغیر خلوت و تنہائی اختیار کئے ریاء سے رہائی ممکن نہیں پس خلوتوں اور تنہائیوں میں بیٹھنے سے گھبرانیوالا اور لوگوں کے ساتھ اختلاط، میل جول اور تعلّقات بڑھانے والا آدمی ریاء کے مرض سے پاک اور محفوظ نہیں ہوگا۔

اخلاق

یہ جمع ہے خُلُقٌ و خُلْقٌ کی - اس کے معنی دین، طبیعت اور خصلت کے ہیں اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا ایک ظاہری نقشہ ہے جس پر یہ خَلق ہوا، یعنی عدم سے وجود میں آیا - اور دُوسرا اُس کا باطنی نقشہ ہے جو اِس کا نفس اور نفس کے اوصاف ہیں۔ اور آدمی کے لئے بمنزلہ اس کی ظاہری صورت کے اوصاف ہیں - پھر آدمی کے ظاہری و باطنی نقشوں کے کچھ اوصاف اچھے ہیں اور کچھ بُرے ہیں - اور ثواب و عذاب آدمی کے اوصافِ باطنی کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت اُس کے ظاہری اوصاف کے، اس وجہ سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار مواقع میں حسنِ اخلاق کی تعریف اپنی زبان سے ارشاد فرمائی جس میں چند احادیث یہ ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن اعمال کی ترازو میں حُسنِ اخلاق سے زیادہ کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ یعنی تمام نیک کاموں میں سب سے بھاری نیکی حسنِ اخلاق ہوگا۔

حدیث میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جو نیکی جنت میں داخل کرائے گی، وہ تقویٰ اور حُسنِ اخلاق ہے۔

حدیث میں ہے۔ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا۔ ایمان والوں میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ شخص ہے جو اُن میں سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔

فرمایا۔ اِنَّ الْعَبْدَ لَیُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الصَّائِمِ وَالْقَائِمِ۔ آدمی محض اپنے حُسنِ اخلاق کی بدولت روزے رکھنے والے اور رات میں بیدار ہو کر اللہ کی عبادت کرنے والے کے درجہ کو پا لیتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے خاص اس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْجَنَّةَ عَلٰى كُلِّ	اللہ تعالیٰ نے ہر فحش بکنے والے بے حیا پر ــــ جو
فَحَّاشٍ بَذِیٍّ قلیلِ الْحَیاءِ ولایُبالِی	نہ اپنے کہے کی پرواہ کرے نہ دوسرے کے کہے کی بہشت
بِمَا قَالَ وَلَا مَا قِیلَ لَهٗ فَاِنْ فَتَّشْتَهٗ	حرام کر دی ہے۔ اگر تو اسکو اچھی طرح پاس جا کر دیکھے یا اس
لم تجده الا لَعنَه او شرك الشَّیطَان	کے حال کی تحقیق کرے تو اس کو لغو اور فضول آدمی پائے

یا بہت لعنت کرنے والا یا شیطان کا ساتھی پائے۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن۔ آپ کے اخلاق و عادات کی تعمیر قرآن پاک کے بتلائے ہوئے اُصولوں پر مبنی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ اخلاق کے متعلق قرآن پاک نے جو ہدایات دیں ہیں، اُن سب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل پیرا تھے۔ اور اس طرح بداخلاقی کی مذمت میں بھی حضورؐ نے بہت کچھ فرمایا اور اس سلسلہ میں بھی حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس کے علاوہ امیر المؤمنین حضرت عمر رض نے فرمایا۔ جو آدمی لوگوں کے دکھلاوے کے لئے ایسے اخلاق ظاہر کرے جن کے درست ہونے کو اللہ نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ذلیل و خوار کرے گا۔ پس کوئی آدمی صوفی تو ہو نہیں اور عالم ہو نہیں لیکن لوگوں کو معتقد بنانے کے لئے صوفیوں اور عالموں والے اخلاق ظاہر کرے، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کرے گا (نہایہ ۱۷۲) اس تشریح کے بعد اخلاق کے متعلق وہ باتیں لکھی جا رہی ہیں جو حضرت فضیل رح کے حوالے سے حلیۃ الاولیاء میں بغیر عنوان کے لکھی گئی تھیں، مگر پڑھنے والوں کی سہولت اور دلچسپی کے پیش نظر فقیر نے عنوانات خود قائم کئے ہیں۔

چار باتیں جن کے بغیر فقیر، فقیر نہیں بنتا حضرت فضیل رح نے فرمایا۔ ۱: اپنی زبان کی حفاظت کر کہ وہ بیہودہ اور بے فائدہ کلام نہ کرے۔ ۲: اپنے حال پر متوجہ رہ، یعنی اپنے کام میں اور اپنی فکر میں لگا رہ۔ ۳: اپنے وقت کی قیمت کو پہچان۔ ۴: اپنے گھر میں چھپا رہ، بے ضرورت گھر سے باہر نہ نکل۔

زبان کی حفاظت حج و عبادت سے بھی زیادہ مشکل ہے فیض بن اسحاق نے فرمایا حضرت فضیل رح فرمایا کرتے تھے۔

۱: لَا حَجَّ وَلَا جِهَادَ وَلَا رِبَاطَ اَشَدُّ مِنْ حَبْسِ اللِّسَانِ۔

حج کرنا، جہاد کرنا اور سرحد کی چوکی داری کرنا، اس قدر مشکل نہیں ہے، جس قدر زبان کو بند کرنا مشکل ہے۔ یعنی نفس پر حج کرنا اور جہاد کرنا اور سرحد کی حفاظت اور چوکسی کرنا اتنا گراں معلوم نہیں ہوتا، جتنا زبان کو بند کرنا اس پر گراں اور بھاری گذرتا ہے۔

۲: لَو اَصبحتَ يُهِمُّكَ لِسَانُكَ اَصْبَحْتَ فِيْ غَمٍّ شَدِيْدٍ۔

اگر تجھ پر اپنی زبان قابو میں رکھنے کا فکر سوار ہے تو تو سخت غم میں مبتلا رہے۔ یعنی اس صورت میں

تجھے بڑی ہمت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۳: وَسِجْنُ اللِّسَانِ سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَلَيْسَ اَحَدٌ اَشَدُّ غَمًّا مِمَّنْ سَجَنَ لِسَانَهٗ۔

ایک زبان پر قابو پا لینا ایسا ہے جیسے مومن نے اپنے تمام جسم پر قابو پالیا۔ اور اپنے سارے جسم پر کنٹرول حاصل کرلیا۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی فکر والا نہیں جو اپنی زبان پر قابو پانے اور کنٹرول رکھنے کی فکر میں رہے اور فرمایا، کہ حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا۔

تَكَلَّمْتَ فِيمَا لَا يَعْنِيكَ فَشَغَلَكَ عَمَّا يَعْنِيكَ وَلَوْ شَغَلَكَ مَا يَعْنِيكَ تَرَكْتَ مَا لَا يَعْنِيكَ۔ ۱۱۰

جب تو بےکار اور بے فائدہ چیز میں گفتگو کرے گا تو تیری یہ گفتگو تجھے کارآمد اور نفع والی چیز سے دور رکھے گی۔ اور جب تو کارآمد اور نفع بخش چیز میں کلام کرنے کا اہتمام رکھے گا، تو تجھے اس کا یہ فائدہ ہوگا۔ کہ پھر تو فضول اور بےکار باتوں کو خود بخود چھوڑ دے گا۔

تین کاموں کی وصیت ایک شخص حضرت فضیلؒ کے سامنے سے گذرا۔ اس نے کہا۔ مجھے کوئی ایسی وصیت کریں، جس سے اللہ تعالےٰ مجھے نفع دیں۔ پس حضرت فضیلؒ نے یہ فرمایا۔

يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِخْفِ مَكَانَكَ وَاحْفَظْ لِسَانَكَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَمَا اَمَرَكَ ۹۷/۱۴

اللہ کے بندے اپنے مکان میں چھپا رہ، اور اپنی زبان کی حفاظت کر یعنی اسے قابو میں رکھ اور اپنے سارے مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت کیلئے دعا کرتا رہ، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر فرض کیا ہے۔

غیبت محبت کی قینچی ہے حضرت عبدالصمد کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

اِذَا ظَهَرَتِ الْغِيْبَةُ اِرْتَفَعَتِ الْاُخُوَّةُ فِي اللّٰهِ مَثَلُكُمْ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ مَثَلُ شَيْءٍ مُطَلًّى بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ دَاخِلُهٗ خَشَبٌ وَخَارِجُهٗ حَسَنٌ۔ ۹۶/۲۵

جب بدگوئی عام ہوگی، اور غیبت کا بازار گرم ہوگا، تو اللہ واسطے کی ہمدردیاں جو آپس میں ہونی چاہئیں تھیں، اٹھ جائیں گی۔ اس طرح اللہ واسطے کی محبتیں بھی کٹ جائیں گی۔ تم لوگوں کی مثال اس زمانہ میں ایسی ہے جیسے کسی چیز کے اوپر سونے چاندی کا ملمع چڑھا دیا گیا ہو مگر اس کے اندر لکڑی ہو جو

باہر سے اچھی معلوم ہوتی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اُوپر سے تم بھلے آدمی معلوم ہوتے ہو اور اندر سے تم حیوانوں سے بدتر ہو۔ جب اُوپر سے پردے اُٹھا کر اندر سے تمہارے اخلاق و اعمال، تمہاری سیرت و کردار کو دیکھیں تو تمہارے اخلاق و کردار کی حقیقت کُھل جائے پھر معلوم ہو کہ تم پر اسلام کا محض ملمّع ہی چڑھا ہوا تھا، اور حقیقت میں اسلام سے تمہارا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

غیبت کا اثر نیکیوں پر حضرت اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت فضیلؒ کے پاس آیا اور کہا۔

إِنَّ فُلَانًا يَغْتَابُنِي قَالَ قَدْ جَلَبَ الْخَيْرَ جَلْبًا۔ ۱۰۸/۲۰

کہ فلاں آدمی میری غیبت کرتا ہے۔ حضرت فضیلؒ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ وہ تیرا کیا نقصان کرتا ہے۔ تیرے لئے تو وہ اپنی نیکیاں اس طرح بھیج رہا ہے، جس طرح کوئی شخص ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال بھیجا کرتا ہے۔ یعنی اس کی غیبت کرنے سے تیرے لئے نیکیاں اس طرح جمع ہو جاتی ہیں جس طرح ایک شہر کا بھیجا ہوا مال دوسرے شہر کی منڈی میں جمع ہو جاتا ہے۔

عبادات

عبادات، عبادۃ کی جمع ہے۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے واسطے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم بجا لانے کو عبادۃ یعنی بندگی کہتے ہیں۔ اور حکم دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ حکم جو کسی کام کرنے کے متعلق ہو۔ ایسے کاموں کو نیکی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ حکم جو کسی کام کے نہ کرنے کے متعلق ہو۔ ایسے کام کو بدی اور گناہ کہتے ہیں۔ پس جس طرح نیکی کرنا عبادت ہے، اسی طرح گناہ سے بچنا بھی عبادت ہے۔ اور جب گناہ ہو جائے تو توبہ کرنا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں مال دینا جیسے عبادت ہے، ایسے ہی مال کو خلافِ شرع کاموں میں خرچ نہ کرنا بھی عبادت ہے۔ لہٰذا عبادت کا مفہوم نہایت وسیع ہے۔ اور ہر ایک شخص کی عبادت جُدا جُدا ہے۔ مثلاً حاکم کی عبادت یہ ہے کہ وہ مخلوق پر ظلم نہ کرے اور اللہ کا حکم بجا لانے کی خاطر انصاف کرے۔ تاجر کی عبادت یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے تحت نہ جھوٹ بولے، نہ دھوکہ کرے، نہ مال میں ملاوٹ کرے، نہ کم تولے۔ عبادت کے لغوی معنی ہیں اللہ کے آگے جُھکنا، نیاز مندی کرنا، اپنے عاجز اور بے اختیار

جلد اوّل

ہونے اور اپنے بندے ہونے کا اپنے قول وعمل سے اظہار کرنا۔

اللہ کے خوف سے وہ ہی روئے گا جس پر اُس کا خاص فضل ہوگا حضرت معاویہ بن عمرو نے بیان کیا کہ حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا۔

مَا بَكَتْ عَيْنُ عَبْدٍ قَطُّ حَتّٰى يَضَعَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ يَدَهٗ عَلٰى قَلْبِهٖ وَلَا بَكَتْ عَيْنُ عَبْدٍ اِلَّا مِنْ فَضْلٍ وَرَحْمَةِ اللّٰهِ۔ ۹۹/۲۲

جب بھی کسی آدمی کی آنکھ اللہ کے خوف سے روتی ہے، اس وقت رب عزوجل اس کے دل پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے، اور کسی کی آنکھ بغیر اللہ کے فضل اور اس کی خاص رحمت کے نہیں روتی۔

مطلب یہ ہے کہ ہر رونے والے بندے کے دل پر اللہ کے لُطف وکرم کا ہاتھ ہوتا ہے جس کے باعث اس کو قلبی انشراح حاصل ہوتا ہے، اور سیر ملکوتی ایسے ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ماں کی شفقت روتے والے بچّہ کو روتا ہوا دیکھ نہیں سکتی بلکہ اُسے روتا دیکھ کر فوراً اپنے سینہ سے لگالیتی ہے اسی طرح رب عزوجل رونے والے بندے پر بے انتہا شفقت ومحبّت فرماتے ہوئے اس کے دل پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے ہیں، اور اللہ کے لئے رونا کسی کو اس وقت تک نصیب نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور اس کی خاص رحمت نہ ہو۔

فرائض سرمایہ، اور نوافل ان کے منافع ہیں ابراہیم بن الاشعثؒ کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

لَنْ يَّتَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَى اللّٰهِ بِشَيْءٍ اَفْضَلَ مِنَ الْفَرَائِضِ۔ اَلْفَرَائِضُ رُؤُسُ الْاَمْوَالِ وَالنَّوَافِلُ الْاَرْبَاحُ۔ ۱۰۰/۲۵

جتنا بڑا قُربِ الٰہی بندوں کو فرائض سے حاصل ہوتا ہے، ایسا قُرب ہرگز کسی نفلی نیکی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ فرائض پونجی اور سرمایہ کا درجہ رکھتے ہیں اور نفلیں منافع کا درجہ رکھتی ہیں۔

اس کی مثال ایسی سمجھو کہ ایک آدمی اصل پونجی یعنی بھینس کو مار ڈالے اور اس کے نفع یعنی دودھ کی اُمید کرتا رہے۔ مکان کو ڈھا دے اور کرایہ کی اُمید رکھے۔ اسی طرح اُس شخص کا حال ہے جو فرائض کی ادائگی

کا اہتمام تو کرتا نہیں اور وظائف پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ دیتا نہیں اور نفلی خیرات کرتا ہے۔ کوئی شخص مرجاتا ہے اس کے وارث اس کی نمازوں، روزوں کا کفارہ اور زکوٰۃ کی رقم تو دیتے نہیں، یا اس کی طرف سے حج بدل تو کراتے نہیں، مگر ایصالِ ثواب کے لئے دیگیں پڑھا دیتے ہیں۔ بھلا اُن دیگوں اور خیرات سے اس کو کیا فائدہ پہنچے گا، جب اس کے ذمّہ قضا نمازیں فرض اور زکوٰۃ، حج جیسے فرائض باقی ہوں۔ پس وارثوں کو چاہیئے کہ اوّل حقوقِ واجبہ کے ادا کرنے، مثلاً نمازوں کا فدیہ، روزوں کا کفارہ اور اس کے حج بدل کا اہتمام کریں، تاکہ مرنے والے کے ذمّہ سے اللہ کے فرائض کے بوجھ اُتر جائیں اور ان فرائض کی ادائیگی کے بغیر مُردہ کے واسطے تیجے، چالیسویں وغیرہ کے موقع پر کھانے پکانے پر جو کچھ بھی خرچ کروگے، مُردے کے حق میں اس کا فائدہ مشکوک ہے۔ لہٰذا وارثوں کو چاہیئے کہ اوّل مُردہ کی نمازوں کا فدیہ، روزوں کے کفارے اور زکوٰۃ کا پورا پورا حساب کرکے اس کی طرف سے مساکین کو رقم ادا کی جائے۔ اگر اُس کے ذمّہ حج ہو تو اُس کی طرف سے حج بدل کرایا جاوے تاکہ اس کے فرائض کی ادائیگی ہوجاوے اور وہ عذابِ الٰہی سے رہائی حاصل کرے۔

خواب میں وصیّت حضرت محمدؒ فرماتے ہیں۔ مجھ سے ایک آدمی نے بیان کیا، میں نے حضرت فضیلؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے خواب میں ہی کہا کہ حضرت مجھے کوئی وصیّت فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا۔

عَلَيْكَ بِاَدَاءِ الْفَرَائِضِ فَاِنِّیْ لَمْ اَرَ شَيْئًا قَطُّ مِثْلَهَا۔ [۱۱۱]

فرائض کے ادا کرنے کا خاص اہتمام رکھنا اور اُن کی ادائیگی کو اپنے اُوپر لازم کرلینا کیونکہ میں نے یہاں آکر فرائض سے بڑھ کر فائدہ دینے والی کوئی عبادت نہیں دیکھی۔

دُنیا

بزرگوں کا فرمان ہے مَا شَغَلَكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ دُنْيَاكَ۔ جو چیز تجھے اللہ سے غافل بنا دے اور جو چیز اللہ کو بھلا دے وہ ہی تیری دنیا ہے۔ اسی حقیقت کو مولانا رومیؒ نے مثنوی میں فرمایا ہے

اہلِ دُنیا چہ کہین و چہ مہین ... لعنۃ اللہ علیہم اجمعین

دنیا والے خواہ عزّت والے ہوں یا بے عزّت لوگ ہوں سب پر اللہ کی لعنت ہے۔ یعنی دُنیادار اللہ کی

رحمت سے دُور ہیں۔

دُنیا پلید چیز ہے میں ہر صورت اُس سے اپنے کو بچاؤں گا ابراہیم بن الاشعث نے فرمایا کہ حضرت فضیل رح نے فرمایا۔

لَوْ اَنَّ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِھَا عُرِضَتْ عَلَیَّ حَلَالًا لَا اُحَاسَبُ بِھَا فِی الْاٰخِرَۃِ لَکُنْتُ اَتَقَذَّرُھَا کَمَا یَتَقَذَّرُ اَحَدُکُمْ الْجِیْفَۃَ اِذَا مَرَّبِھَا اَنْ تُصِیْبَ ثَوْبَہٗ۔ ٩٩/٢٥

اگر دنیا اپنے سارے سازوسامان کے ساتھ مجھ پر حلال بنا کر اس شرط کے ساتھ پیش کی جائے کہ مجھ سے آخرت میں اس کا کوئی حساب نہ ہوگا اور میں آزاد ہوں گا۔ تو میں پھر بھی اس پلید سے ایسا بچوں جیسے تم میں کا کوئی شریف آدمی مُردار اور بدبودار لاش کے پاس سے گذرتے ہوئے اپنے آپ کو اس لئے بچاتا ہے کہ اس کی گندگی میرے کپڑوں کو لگ کر انہیں پلید اور متعفن نہ بنادے۔

تشریح: اگر اَتَقَذَّرُ کے معنی پاخانہ کے ہوں اور یَتَقَذَّرُ اس سے بنا ہو تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں جس طرح پاخانہ سے نفرت کرتا اور خود کو اس سے بچاتا ہوں، اسی طرح میں اپنے آپ کو دنیا سے بھی ایسے بچاؤں جیسے کوئی شریف آدمی پاخانہ کے پاس سے گذرتے ہوتے، اپنے آپ کو بچاتا ہے، اور اس کے قریب جانے کو بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح میں دنیا کے پاس سے گذرنا بھی پسند نہ کروں۔ ع

جس آدمی سے اللہ کو نفرت ہوتی ہے اُس پر دُنیا فراخ کر دیتا ہے ابراہیم بن الاشعث کہتے ہیں حضرت فضیل رح نے فرمایا۔ اِذَا اَحَبَّ اللہُ عَبْدًا اَکْثَرَ غَمَّہٗ لَہٗ وَاِذَا اَبْغَضَ اللہُ عَبْدًا اَوْسَعَ عَلَیْہِ دُنْیَاہُ۔ ٨٨/٢

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبّت کرتا ہے تو اسکو اپنا فکر زیادہ دے دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو اُس پر دنیا فراخ کر دیتا ہے، اس کی دولت بڑھا دیتا ہے پھر کاروبار کی مشغولیت میں وہ خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور دنیا کا ہی ہو رہتا ہے۔

دُنیا کا اثر جنّت پر حضرت عبدالصمد فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل رح نے فرمایا۔

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ اُعْطِیَ شَیْئًا مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا کَانَ نُقْصَانًا لَہٗ

ع حضرت فریدالدین عطار رح فرماتے ہیں سہ زہر دارد در درونِ دنیا چو مار : گرچہ در ظاہر بود نقش و نگار
زہر ایں مارِ منقش قاتل است : می گریزد ہر آں کو عاقل است
ترجمہ: دنیا اپنے اندر (بقیہ برصفحہ آئندہ)

مِنَ الدَّرَجَاتِ فِي الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ عَلَى اللّٰهِ كَرِيمًا ۔ ۸۹/۹

کوئی آدمی ایسا نہیں جسے دُنیا کا کچھ حصّہ دیا گیا ہو، پھر اس کے سبب جنّت میں اس کا درجہ کم نہ کر دیا گیا ہو، خواہ وہ آدمی اللہ کے نزدیک عزّت و اکرام والا ہی کیوں نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی دولت جس قدر بھی کسی کو ملے گی، لامحالہ اس کی وجہ سے جنّت میں اس کو خسارہ اور گھاٹا اٹھانا پڑے گا خواہ وہ آدمی اللہ کا دوست ہی کیوں نہ ہو، معلوم ہوا کہ دنیا کی دولت جنّت کے درجوں کو ہر صورت گھٹا دینے والی ہے۔ ہاں اتنا فرق ہے۔ اگر تھوڑی دولت ہوگی، تو جنّت کے درجات میں تھوڑی کمی ہوگی، اگر بہتی دولت ہے تو اس کے بقدر جنّت کے درجات میں زیادہ کمی آئے گی۔

دُنیا کا غم، آخرت کی مسرّتوں کو ضائع کر دے گا حضرت محمد بن طفیل نے فرمایا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

حُزْنُ الدُّنْيَا يَذْهَبُ بِهَمِّ الْآخِرَةِ وَفَرَحُ الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا يَذْهَبُ بِحَلَاوَةِ الْعِبَادَةِ ۔ ۱۰۰/۲

دُنیا کی دُھن، اس کے نہ ملنے یا جاتے رہنے کا غم، ان لوگوں کی آخرت کو برباد کر دے گا، اور دُنیا کی خاطر دُنیا پر خوش ہونا، عبادت کی حلاوت کو برباد کر دے گا۔ یعنی دنیا ملنے پر دنیا کی غرض سے خُوش ہونے کی وجہ سے عبادت کی حلاوت اور اس کا لُطف جاتا رہے گا۔

دُنیا چھوڑے بغیر ایمان کی حلاوت نہ ملے گی حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ تمہارے دلوں پر حرام ہے کہ تم ایمان کی حلاوت پاؤ، جب تک تم دنیا میں زُہد اختیار نہ کرو۔ یعنی جب تک دُنیا سے رغبت رکھو گے ایمان کی حلاوت سے دُور رہو گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کی حلاوت حاصل کرنے کے لئے تمہیں دُنیا سے نفرت کرنی پڑے گی۔ اور جو کوئی دنیا کی محبّت اور اس سے دلچسپی رکھے گا، اُس کا دل ایمان کی حلاوت و لطف سے محروم رہے گا۔ پس اگر تم ایمان کی حلاوت اور مزہ چاہتے ہو تو تمہیں وہ اس وقت تک نصیب نہ ہوگا جب تک تم دنیا سے بے رغبت نہ ہو جاؤ۔[1]

[1] حضرت فضیلؒ کے الفاظ یہ ہیں۔ حرام علی قلوبکم ان تصیبوا حلاوۃ الایمان حتّٰی تزھدوا فی الدنیا۔ ۹۴/۶

حلیۃ الاولیاء ج ۸

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سانپ کی طرح زہر رکھتی ہے۔ بظاہر وہ سانپ بڑا پیارا اور خوبصورت نظر آتا ہے مگر اس خوبصورت اور نفیس سانپ کا زہر جان سے مار ڈالنے والا ہے۔ پس جو سمجھدار ہو وہ اس کے اس فریب صورت پر فریب نہیں کھاتا بلکہ اس کے اندر والے زہر کو دیکھتے ہوئے اس سے دُور بھاگتا ہے۔

دنیا میں تکالیف کیوں آتی ہیں | فیض بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

لَيْسَتِ الدُّنْيَا دَارَ إِقَامَةٍ وَإِنَّمَا أُهْبِطَ آدَمُ عُقُوبَةً أَلَا تَرَىٰ كَيْفَ يَزْوِيهَا عَنْهُ وَيُمَرِّرُ عَلَيْهِ بِالْجُوعِ مَرَّةً وَبِالْعُرْيِ مَرَّةً وَبِالْحَاجَةِ مَرَّةً كَمَا تَصْنَعُ الْوَالِدَةُ الشَّفِيقَةُ لِوَلَدِهَا تَسْقِيهَا مَرَّةً مَفِيضًا وَمَرَّةً صَبْرًا وَإِنَّمَا تُرِيدُ بِذٰلِكَ مَا هُوَ خَيْرٌ لَّهُ۔ $\frac{٩٠}{٢٥}$

دُنیا سدا رہنے کا گھر نہیں اور بات یہ ہے کہ آدمؑ دنیا میں سزا بھگتنے کے لئے اُتارے گئے۔ تو دیکھتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا سے آدمی کو کیسے دُور رکھتا ہے اور اُس پر کیسی کیسی تلخیاں ڈالتا رہتا ہے۔ کبھی بھوک کی تلخی، اور کبھی ننگے ہونے کی اور کبھی دوسری ضروریات، حاجات اور فکرات اس پر ڈالتا رہتا ہے۔ یہ سب تلخیاں آدمی پر اسلئے ڈالی گئیں تاکہ وہ دُنیا سے جی نہ لگائے اور آدمی ہمیشہ اپنے اصلی گھر یعنی جنّت کی فکر میں لگا رہے۔ جہاں نہ بھوک ہوگی نہ پیاس کی تکلیف، نہ دھوپ چھاؤں کی فکر، نہ کوئی بیماری ہوگی نہ لڑائی۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تکدّرات اور فکرات و تلخیوں میں رکھ کر ہماری بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں جیسے شفیق اور مہربان ماں اپنے بچّہ کو کبھی رسونت جیسی کڑوی چیز گھول کر پلاتی ہے تاکہ وہ پھوڑے پھنسیوں سے بچا رہے اور کبھی وہ ایلوا پلاتی ہے تاکہ وہ پیٹ کی تکلیف سے بچا رہے۔ ماں کی غرض ان کڑوی دواؤں کے دینے سے بچّہ کی خیر خواہی اور بھلائی ہوتی ہے۔ مگر بچّہ اپنی کم عقلی کے باعث ماں کے اس فعل کو اچّھا نہیں سمجھتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور بندیوں کو جب کسی تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں تو اس تکلیف میں اللہ تعالیٰ کے پیشِ نظر ان لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی حکمت ان کی سمجھ میں نہ آئے۔

تمہارے بزرگ دین سے باخبر ہونے کے باوجود دُنیا سے بھاگتے تھے | حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَتِ الدُّنْيَا مُقْبِلَةً عَلَيْهِمْ يَفِرُّونَ مِنْهَا وَلَهُمْ مِنَ الْقَدَمِ مَا لَهُمُ الْيَوْمَ عَنْكُمْ مُدْبِرَةٌ وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ خَلْفَهَا وَلَكُمْ مِنَ الْأَحْدَاثِ مَا لَكُمْ وَأَيُّ حَسْرَةٍ عَلَىٰ امْرِئٍ أَكْبَرُ مِنْ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

جلد اوّل

عِلْماً فَلَمْ یَعْمَلْ بِهٖ فَسَمِعَهٗ مِنْهُ غَیْرُهٗ فَعَمِلَ بِهٖ فَیَرٰی مَنْفِعَتَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِغَیْرِهٖ - ۱۰۹/۲۳

بیشک تم سے پہلے ایسے لوگ تھے جن پر دُنیا خود بخود آتی تھی اور وہ لوگ اُس سے دُور بھاگتے تھے حالانکہ وہ دین سے اچھّی طرح باخبر تھے۔ اور شریعت پر عمل کرنے میں منجھے ہوئے تھے اور اس کے باوجود دنیا کی مضرتوں سے بچنے کی خاطر وہ دُنیا سے دُور بھاگتے تھے۔ اور وہی دُنیا آج تم سے پیٹھ موڑ کر بھاگی جا رہی ہے اور تم لوگ اُس کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے ہو، حالانکہ تم لوگ ابھی دین میں بچّوں کی طرح کچّے ہو اور تم میں دین کی پختگی بھی نہیں آئی۔ پھر بھی تم لوگ دُنیا جیسی زہریلی اور ہلاک کر دینے والی چیز کی طرف دوڑ رہے ہو۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ سب سے بڑی حسرت تو اس پر ہے، جسے اللہ عزّ وجلّ علم عطا فرمائے مگر وہ اس کی ناقدری کرے۔ یعنی اس پر عمل نہیں کیا۔ لیکن دوسروں نے اس کی باتیں سُنیں اور وہ اُن پر عامل بن گئے۔ یہ عالم قیامت کے دن دیکھے گا کہ علم تو میرا تھا، میں نے انہیں دین کی باتیں بتائیں۔ اور میرے بجائے نفع ان لوگوں نے اُٹھایا اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے حقدار بن گئے

جلد اوّل

بادشاہ کے پاس جانے سے بہتر ہے کہ بدبودار لاش کے پاس چلا جائے

حضرت ابو نعیم نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا۔ اُن سے محمد نے اور اُن سے اسماعیل نے اور اُن سے ابراہیم نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

لَاَنْ یَّدْنُوَ الرَّجُلَ مِنْ جِیْفَةٍ مُنْتِنَةٍ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّدْنُوَ اِلٰی هٰؤُلَاءِ یعنی السُّلْطَانَ - ۹۸/۴

البتہ آدمی کا بدبودار لاش کے پاس چلے جانا بہتر ہے اس سے کہ وہ ان لوگوں یعنی بادشاہ اور اُمراء کے قریب جائے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بدبودار اور متعفن لاش کے پاس جانے سے جو تکلیف ہوگی، وہ عارضی ہوگی اور بادشاہ اور امراء کے پاس جانے کی وجہ سے دنیا کی محبّت اور دولت کی حرص میں مبتلا ہو جائیگا جس کی وجہ سے اُس کی قبر، حشر، اس کے بعد والی زندگی تباہ ہو جائے گی۔

بہترین آدمی وہ ہے جو بادشاہوں امیروں سے دُور رہے

اسی سند سے منقول ہے کہ حضرت فضیل نے فرمایا۔

رَجُلٌ لَا یُخَالِطُ هٰؤُلَاءِ وَلَا یَزِیْدُ عَلَی الْمَكْتُوْبَةِ اَفْضَلُ عِنْدَنَا

مِنْ رَجُلٍ یَقُوْمُ اللَّیْلَ وَیَصُوْمُ النَّهَارَ وَیَحُجُّ وَیَعْمِرُ وَیُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ ۹۸/۸

وہ آدمی جو لوگوں میں امراء سے میل جول نہ رکھتا ہو اور عبادت میں صرف فرائض ہی ادا کرتا ہو ہمارے نزدیک وہ اُس آدمی سے بہت اچھا ہے جو راتوں میں عبادت کرتا ہو، دِنوں میں روزے رکھتا ہو، حج و عمرے کرتا ہو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو لیکن بادشاہ اور اس کے حاکموں سے دوستی اور میل جول رکھتا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ آدمی کا اہلِ اقتدار امراء اور وزراء سے میل ملاپ اور دوستی رکھنا، اس کی ہر عبادت کو بے قیمت اور بے وزن بنا دیتا ہے۔ اور اللہ والوں کی نظر میں ایسے شخص کی اُونچی اُونچی عبادتیں مثلاً حج عمرہ، جہاد، راتوں میں اُٹھ کر عبادتیں کرنا، دِنوں میں روزے رکھنا وغیرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

وہ آدمی جسے ہر طرح کا چین حاصل ہے حسین بن زیاد نے بیان فرمایا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

مَا عَلَی الرَّجُلِ اِذَا کَانَ فِیْهِ ثَلَاثُ خِصَالٍ اِذَا لَمْ یَکُنْ صَاحِبَ هَوًی وَلَا یَشْتِمُ السَّلَفَ وَلَا یُخَالِطُ السُّلْطَانَ۔ ۱۰۴/۱۱

ایسے آدمی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں یعنی اس کو ہر طرح کا چین حاصل ہے جس میں تین خصلتیں موجود ہوں۔ اوّل یہ کہ وہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والا نہ ہو۔ دوم یہ کہ پچھلے لوگوں کو بُرا نہ کہتا ہو۔ سوم یہ کہ بادشاہ اور اس کے حکّام کے ساتھ میل جول اور دوستی نہ رکھتا ہو۔

جو اللہ سے ڈرے گا، فتنہ سے بچے گا اسحاق بن ابراہیم طبر نے کہا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

مَنْ خَافَ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ یُضِرَّهٗ شَیْءٌ، وَمَنْ خَافَ غَیْرَ اللّٰهِ لَمْ یَنْفَعْهُ اَحَدٌ۔ ۸۸/۱۷

جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے ڈرے گا، وہ ہر قسم کے فتنوں اور خطروں سے محفوظ رہے گا، اور جو آدمی مخلوق سے ڈرے گا اُس کو کسی سے نفع نہ پہنچے گا۔

ریاء و اخلاص

اچھی نیت سے نیکی کرنے اور اچھی نیت سے بُرائی نہ کرنے کو اخلاص کہتے ہیں۔ اخلاص ہر نیکی کی رُوح ہے۔ نیکی خواہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو، اخلاص کے بغیر بے کار ہی نہیں بلکہ آدمی کی ہر نیکی اخلاص نہ ہونے کے باعث گناہ بن جاتی ہے۔ یعنی جو نیکی اخلاص کے ساتھ جنّت میں داخل ہونے کا وسیلہ بنتی، وہ ہی نیکی اخلاص کے نہ ہونے کے باعث جہنّم میں جانے کا ذریعہ بنے گی۔ اللہ والوں کا فرمان ہے کہ اخلاص کے دو درجہ ہیں۔ ایک کو صورتِ اخلاص کہتے ہیں، اور دوسرا درجہ حقیقتِ اخلاص کا ہے۔ ان دونوں درجوں میں ایسا فرق ہے، جیسے عام مسلمان اور ایک خاص ولی میں فرق ہوتا ہے۔ صورتِ اخلاص عام مسلمانوں کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ مگر حقیقتِ اخلاص اولیاء کاملین کے سوا عام مسلمانوں کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ لیکن اولیاء اس وقت تک کامل نہیں بنتے جب تک اُنہیں فناء کامل کا مقام حاصل نہ ہو۔ اور فناء کامل کے حاصل کرنے کے بعد ہی اولیاء کرام کو حقیقتِ اخلاص کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ جو رضائے الٰہی کے لئے لازمی اور ضروری ہے لیکن حقیقتِ اخلاص کا مقامِ خاص، نمازیں پڑھنے، وظیفے کرنے، وعظ و نصیحت کرنے اور قرآن و حدیث کا درس دینے سے حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ اس درجۂ خاص کے حاصل کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اُن اہلِ اخلاص اللہ والوں کی خدمت میں رہ کر اُن کی ہدایات کے مطابق ذکر و فکر کرتا رہے، جو اس مقام یعنی حقیقتِ اخلاص پر فائز ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق — عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق
ہر کہ تنہا نادر ایں راہ برید — ہم بعونِ ہمّتِ مرداں رسید

یعنی جو شخص صاحبِ اخلاص کامل کو ہمراہی بنائے بغیر عشق کی لائن میں پڑا رہے گا، اس کی ساری عمر گذر جائے گی مگر وہ عشق کی حقیقت سے آگاہ اور خبردار بھی نہ ہوگا، منزل پر پہنچنا تو درکنار رہا۔ دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے شاذ و نادر راہِ عشق طے کر بھی لیا تو یہ نہ سمجھو کہ وہ از خود اس راہ کو طے

جلد اوّل

کر گیا بلکہ بات یہ ہے کہ غائبانہ طور پر کسی مرد کی ہمت اور توجہ اس کی معاون بنی ہے۔ بزرگوں نے اخلاص کے معنی حسبِ حال مختلف بیان کئے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن مالک نے حضرت فضیلؒ سے دریافت کیا۔

یَا اَبَا عَلِیٍّ مَا الْخَلَاصُ مِمَّا نَحْنُ فِیْهِ فَقَالَ لَهٗ اَخْبِرْنِیْ مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ هَلْ تَضُرُّهٗ مَعْصِیَةُ اَحَدٍ قَالَ لَا، قَالَ فَمَنْ عَصَی اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی هَلْ تَنْفَعُهٗ طَاعَةُ اَحَدٍ قَالَ لَا، قَالَ فَهُوَ الْخَلَاصُ اِنْ اَرَدْتَ الْخَلَاصَ۔ ۸۸/۱۹

اے ابوعلی! ہم جس حال میں ہیں، ان حالات میں ہمیں نجات کیونکر ملے گی۔ یا سوال یہ ہو کہ اخلاص ہم کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ کے لئے اس کے حکم بجا لائے، بھلا اُسے مخلوق کی نافرمانی کرنے سے نقصان پہنچ سکتا ہے؟ عبداللہ بن مالک نے کہا۔ نہیں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا کہ اچھا جو شخص اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا نافرمان ہے ۔ اور اس کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتا، مگر وہ مخلوق کے حکموں کی تعمیل کرتا رہے، تو ایسے شخص کو بھلا کوئی آدمی فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ عبداللہ بن مالک نے کہا۔ جی نہیں مخلوق اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ بس یہی بات ہے جس پر نجات کا دار و مدار ہے، اگر تو نجات کا خواہش مند ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک کی اطاعت اور غلامی سب سے بے نیاز بنا دے گی اور سارے جہان کی غلامی کرو، مگر اُس کی غلامی سے آزاد ہو جاؤ تو نجات پانا ناممکن اور محال ہے۔ پس نفع اس کی اطاعت میں ہے اور نقصان اُس کی نافرمانی میں ہے۔

قبولیت اعمال کی شرطیں عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ظاہر میں سُنّت کے مطابق ہو۔ دوسرے باطن میں وہ اخلاص سے آراستہ ہو۔ اس کی تفصیل کے متعلق حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ بھلے لوگوں کا قول ہے۔

لَا یَزَالُ الْعَبْدُ بِخَیْرٍ مَا اِذَا قَالَ قَالَ لِلّٰهِ وَاِذَا عَمِلَ عَمِلَ لِلّٰهِ وَیَقُوْلُ فِیْ قَوْلِهٖ لِیَبْلُوَكُمْ[ع]

عہ پوری آیۃ اس طرح ہے۔ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (سورہ الملک آیۃ ۱-۲)

جلد اوّل

اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ ۹۵/۴۳

آدمی ہر وقت عبادت میں رہے گا جب اس کا یہ حال ہو جائے کہ جب وہ بات کرے اللہ کے واسطے کرے اور جو کام کرے اللہ کے واسطے کرے۔ "حضرت فضیلؒ ۔ اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک کی آیت لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" کی تفسیر اس طرح بیان کرتے تھے ۔ "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" کہ ہم نے موت و حیات کو اس لئے بنایا تاکہ تمہیں آزمائیں کہ تم میں کون اچھے اچھے کام کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھے گا کہ تم میں سے کونسا آدمی ہے جس کا عمل زیادہ اخلاص والا ہے اور تم میں وہ کونسا آدمی ہے جس کا عمل سب سے زیادہ صواب و درست ہے پس احسن عمل یعنی سب سے اچھا عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ اخلاص والا اور سب سے زیادہ حُسن والا ہو اور حسین یعنی خوبصورت عمل وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور آپ کی سُنّت کے مطابق ہو۔ پس جو عمل اخلاص والا تو ہو مگر حُسن والا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت یعنی نقشہ کے مطابق نہ ہو تو ایسا عمل اللہ کے نزدیک قابلِ قبول نہ ہوگا۔ اسی طرح جو عمل اس کا ظاہر حسین و خوبصورت ہو یعنی وہ عمل سُنّتِ نبویہ کے مطابق ہو مگر اندر سے اس میں اخلاص نہ ہو، اس حال میں بھی وہ عمل مقبول نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ ہر عمل کی قبولیت کیلئے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ ظاہر میں وہ عمل سُنّت کے مطابق ہو یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نقشہ پر ہو۔ دوسرے یہ کہ باطن میں وہ عمل اخلاص والا ہو یعنی اس کام کے کرنے والے کی نیّت میں خرابی نہ ہو۔

ابراہیم بن الاشعث کہتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

تَرْکُ الْعَمَلِ مِنْ اَجْلِ النَّاسِ ھُوَ الرِّیَاءُ وَالْعَمَلُ مِنْ اَجْلِ النَّاسِ ھُوَ الشِّرْکُ ۔ ۹۵

گناہ والے کاموں کو لوگوں کی شرم سے چھوڑ دینا ریا ہے اور لوگوں کو خوش کرنے یا لوگوں میں اچھی شہرت اور نیک نامی حاصل کرنے کی غرض سے نیک کام یعنی اچھے اعمال کرنا شرک ہے۔ مثلاً لوگوں کو خوش کرنے اور اپنی تعریف کی غرض سے قرآن کی قرارت سُنانا جہاد کرنا، خیرات کرنا، مسجد بنانا سب شرک ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ناقابلِ معافی گناہ شرک ہے۔

حلیۃ الاولیاء ج ۸

پانچ خطرناک بیماریاں حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ جس نے اپنے کو پانچ بیماریوں سے بچالیا، وہ دنیا اور آخرت کے شر سے محفوظ ہوگیا۔ اوّل "عُجب" یعنی اپنی نیکیوں کو نیکی جاننا، اُس پر ناز کرنا اور اپنے اعمال کے باعث اپنے متعلق حُسنِ ظن رکھنا۔ دوسری "ریاءُ" یعنی لوگوں کے نزدیک اچھا بننے کے لئے نیکی کرنا، یا بُرے کام بدنامی کے ڈر سے نہ کرنا۔ تیسرے "تکبّر" یعنی اپنی ذات یا اپنی صفات کو دوسرے لوگوں سے عزّت والا اور اچھا سمجھنا۔ مثلاً اپنے علم وعمل کے باعث یا اپنی ذات اور قومیت کی وجہ سے خود کو اُونچا جاننا۔ چوتھے "اِزْراءُ" یعنی دوسرے لوگوں یا دوسری قوموں کو حقیر ذلیل جاننا۔ یاکسی کو بے وقعت جان کر اُس پر نکتہ چینی کرنا، یا معمولی پیشہ والوں کو موچی جولاہا کہہ کر اُن کی تحقیر کرنا۔ پانچویں "شہوۃ" یعنی شریعت کی حدود کو توڑ کر اپنی جی آئی کرنا، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکموں سے بے پرواہ ہو کر نفسانی خواہشات کو پورا کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کوئی مرد و عورت اپنے آپ کو ان پانچ خطرناک بیماریوں سے بچائے گا وہ آخرت کے خطرات اور دُنیا کے نقصانات سے محفوظ رہے گا۔

خواہشات

نفسانی تقاضوں اور مطالبات کو عربی میں شہوات اور فارسی میں خواہشات کہتے ہیں نفس کے تقاضے اور اس کے مطالبات، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کی کثرت، عمدہ سواریاں، مال مویشی، کھیت کیاریاں، باغ باغیچے ہیں۔ اگر ان سب اشیاء کو اللہ ورسول علیہ السلام کے احکام کے مطابق حاصل کرلے اور شریعت کے مطابق ان کا استعمال کرے تو آدمی کے لئے یہ نقصان دینے والی چیزیں نہیں ہیں۔ نہیں تو آدمی کی آخرت اور بسا اوقات اس کی دُنیا بھی ان سے تباہ ہو جاتی ہے۔ اللہ والے جن خواہشات کی روک ٹوک کرتے ہیں وہ ایسی خواہشات ہیں جن کے حاصل کرنے اور اپنے پاس روکے رکھنے کو شریعت نے ناجائز ہونے کی وجہ سے ممانعت کی ہے۔ مثلاً مال کے متعلق شریعت نے سخاوت کرنے کا حکم دیا ہے اور بُخل کرنے سے روکا ہے لیکن ناجائز کاموں میں جیسے آتش بازی وغیرہ۔ اور اسی طرح دوسرے اسراف کے مواقع میں مال کا اسراف کرنا حرام ہے جیسے چراغاں وغیرہ میں موم بتیاں، بجلی کے بلب یا دیوے روشن کرنے میں سخاوت کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح جائز موقعہ پر مال میں بخیلی کرنا ناجائز وحرام

ہے۔ پس سخاوت اچھی چیز ہے اگر اُس کا استعمال شریعت کے بتلائے ہوئے محل میں ہو، اور ناجائز موقعہ میں سخاوت کرنا گناہ ہے۔ اسی طرح بخیلی کرنا بُری خصلت ہے بشرطیکہ اس کا استعمال شریعت کے بتلائے ہوئے محل میں ہو۔ اور ناجائز موقعوں مثلاً گانے بجانے، تماشہ دیکھنے کے مواقعہ میں بخیلی کرنے سے اسی طرح ثواب ملے گا، جیسے جائز موقعہ پر خرچ کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

خواہش کو قابو میں رکھنا سب سے بڑا جہاد ہے حضرت فیض بن اسحاق کہتے ہیں، حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

لَيْسَ فِي الْأَرْضِ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنْ تَرْكِ شَهْوَةٍ۔ ۹۸/۱۷

دُنیا میں سب سے کٹھن اور سب سے دشوار چیز خواہش کو اللہ کے واسطے چھوڑ دینا ہے اور نفسانی خواہش کے چھوڑ دینے سے زیادہ دوسری کوئی چیز نفس پر اتنی کٹھن اور مشکل نہیں ہے یعنی نفس کے مارنے میں سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ اُس کی ناجائز خواہشات کو پورا نہ کیا جاوے۔

("جو آدمی خواہشات کا غُلام ہو گا وہ حریص ہو گا۔ اور قناعت سے محروم رہے گا")

حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

اَلرَّجُلُ عَبْدُ بَطْنِهٖ عَبْدُ شَهْوَتِهٖ عَبْدُ زَوْجَتِهٖ لَا بِقَلِيْلٍ يَقْنَعُ وَ لَا مِنْ كَثِيْرٍ يَشْبَعُ يَجْمَعُ لِمَنْ لَا يَحْمَدُهٗ وَيَقْدِمُ عَلٰى مَنْ لَا يَقْدِرُ۔ ۹۸/۱۹

جو آدمی اپنے پیٹ کا غُلام، اپنی خواہش کا غلام، اپنی عورت کا غُلام ہو گا وہ تھوڑے پر قناعت نہیں کرے گا یعنی تھوڑے مال پر بس نہیں کرے گا، اور نہ ہی زیادہ مال پر پیٹ بھرے گا۔ یعنی جتنا اس کے پاس مال ہو گا، اُس کی حرص زیادہ ہو جائے گی اور وہ اس فکر میں رہے گا کہ میرا مال بڑھ جائے اور میری آمدنی زیادہ ہو جائے۔ ایسا آدمی ان لوگوں کے لئے جمع کرے گا اور جوڑ جوڑ کر رکھے گا، جو اس کے شُکر گذار نہ ہوں گے اور یہ جرأت کرے گا، ڈھٹائی کرے گا اُس ذات پر جس پر اُس کو قدرت نہیں ہو گی۔ یعنی جس پر اُس کا بس نہیں چلے گا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی میں خواہشات کی غلامی کے باعث قناعت کا جوہر نہ رہے اور حرص کا زہر اُس کی رُوح میں

سرایت کر جائے، اس حال میں وہ اندھا دھند دولت سمیٹنے میں مصروف ہو جائے گا اور پھر وہ اس کی پرواہ نہ کرے گا کہ اللہ قادر و قیوم مجھ سے راضی ہوتا ہے یا ناراض۔ بس اس کے قلب و دماغ پر دولت کا بھوت سوار ہے، جس کے باعث وہ دن رات دولت کے جوڑنے اور سمیٹنے کی فکر میں مست نظر آتا ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حال سے بچائے۔

خواہشات دو طرح کی ہوتی ہیں ایک تو وہ ہیں جن کا خواہش ہونا عیاں اور ظاہر ہو۔ دوسری وہ خواہشیں ہیں جو مخفی اور پوشیدہ ہوں اور وہ ہر کسی کو معلوم نہیں ہوتیں، مگر یہ پہلی سے زیادہ خطرناک ہیں۔ چنانچہ شدّاد بن اوسؓ کی حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ:۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الرِّيَاءُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم پر خوف ہے ایک اس میں سے ریا ہے اور دوسری شہوۃ خفیّہ، چھپی ہوئی خواہش ہے۔

شہوتِ خفیّہ کی تعریف علماء نے یہ بیان کی ہے کہ گناہ کی وہ خواہش جسے کرنے والا اپنے دل میں چھپائے رکھے، اگرچہ عملی طور پر اُس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ دوسری تعریف یہ بھی ہے کہ کسی نامحرم خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر اس وقت تو اپنی نظر کو نیچی کر لے مگر اس کے بعد پھر اپنے دل کے ساتھ اُس کو دیکھتا رہے یعنی اُس کے حسین چہرے کا خیال اپنے دل میں قائم رکھے، اس کو بھی شہوۃ خفیّہ کہتے ہیں۔ اور حضرت ازہریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی اِس ہدایت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ اندیشہ اس ریاء کا ہے جو شہوۃ خفیّۃ المعاصی کے ساتھ ہو۔ یعنی لوگوں کے دکھلاوے کے واسطے گناہ کے کام کو چھوڑ دے مگر گناہ کی خواہش اس کے دل میں ہی رہے۔ تیسرے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اَلرِّيَاءُ مَا كَانَ ظَاهِرًا مِنَ الْعَمَلِ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ حُبُّ اِطِّلَاعِ النَّاسِ عَلَى الْعَمَلِ۔ یعنی ریاء تو ظاہر عمل کے ساتھ تعلّق رکھتی ہے کہ آدمی بظاہر تو عمل ریاء کے لئے نہ کرے مگر اس کے دل میں یہ خواہش چھپی ہوئی ہو کہ لوگ میرے عمل پر مطلع ہو جائیں یعنی اُن کو میرے اس عمل کی خبر ہو جائے۔ صاحبِ درِ نثیر کہتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ معنی زیادہ

قوی ہیں۔ یہ ساری تحقیق فقیر نے نہایہ ج ۲ صفحہ ۵۱۶ سے لکھی ہے۔ غرض یہ ہے کہ خواہشات پر کنٹرول رکھنے اور اُن پر قابو پالینے کے بعد دُنیا و آخرت میں کامیابی کی راہیں کھلیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝
(النّٰزعٰت آیہ ۴۰-۴۱)

پس جو آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوکر حساب کتاب دینے سے ڈرتا رہا، اور نفس کو اس کی خواہشات پوری کرنے سے روکے رکھا پس بلاشک جنّت ہی اس کے رہنے کی جگہ ہے۔

آدمی کی ہلاکت اُس کی خواہشات میں ہے

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا۔

لَنْ يَّعْمَلَ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْثِرَ دِيْنَهٗ عَلٰى شَهْوَتِهٖ وَلَنْ يَّهْلِكَ حَتّٰى يُؤْثِرَ شَهْوَتَهٗ عَلٰى دِيْنِهٖ۔ ۱۰۹/۲۰۴

اللہ کا بندہ ہرگز عمل نہیں کرے گا تاوقتیکہ وہ اپنے دین کو اپنی خواہش پر مقدم نہ رکھے گا، اور ہرگز وہ برباد نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ اپنی خواہش کو اپنے دین پر مقدم نہ رکھے گا۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی نیک عمل جب ہی کرے گا جب کہ وہ اپنے دین کو اپنی خواہش سے زیادہ عزیز رکھے گا۔ خلاصہ یہ کہ ہر نیکی کے لئے اپنی کسی نہ کسی خواہش کی قربانی کرنی پڑے گی۔ اور جب کوئی شخص اپنے دین کے مقابلہ میں اپنی خواہش کے پورا کرنے کو مقدم رکھے گا، اس وقت وہ تباہ و برباد ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے ناراض ہوجانے کا احساس اس کے دل سے نکل جائے گا، اور دین کے ضائع ہونے کا درد، اور خدا تعالےٰ کے احکام ٹوٹ جانے کے نقصانات اُس کی نظر سے اوجھل ہوجائیں گے، اور یہی چیز اس کے ہلاک ہوجانے کا باعث بنے گی۔

جلد اوّل

بدترین پیشہ کے ساتھ دُنیا کمالو، مگر دین کو دُنیا کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ

حضرت ابراہیمؒ سے منقول ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

لَاَنْ يَّطْلُبَ الرَّجُلُ الدُّنْيَا بِاَقْبَحِ مَا تُطْلَبُ بِهٖ اَحْسَنُ مِنْ اَنْ

تُطْلَبُ بِاَحْسَنِ مَا تُطْلَبُ بِهِ الْاٰخِرَةُ ۔ ۹۸/۱۵

بُرے بُرے پیشہ کے ذریعہ آدمی کا دُنیا کما لینا، اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ دُنیا حاصل کرے ایسے ذریعہ سے جو آخرت کمانے کا سب سے اچھّا ذریعہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا کمانے کے ذرائع میں اور پیشوں میں جو پیشہ یا جو ذریعہ گرے سے گرا ہوا ہو اُس پیشہ کو اختیار کرکے دنیا کما لینا آدمی کے لئے بڑا اچھا ہے، بہ نسبت اس کے کہ وہ دُنیا کمائے اس طریقہ سے جو آخرت کمانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ مثلاً جوتیاں گانٹھ کر دُنیا کما لے یا اس کے علاوہ دوسرے کسی حقیر سے حقیر ذریعہ سے دُنیا کما لے یہ اُس کے لئے بہت اچھّا ہے اس سے کہ وہ عالم یا پیر بن کر، واعظ و مبلّغ بن کر یا حاجی بن کر دُنیا کمائے کیونکہ یہ ذرائع تو آخرت حاصل کرنے کے لئے بہترین ذرائع ہیں، اور آخرت کی آسائش حاصل کرنے کے بہترین وسائل ہیں۔ ہاں اگر ان ذرائع کو کسی کے گذر اوقات کے لئے بغیر اس کی طلب کے اللہ تعالیٰ خود ہی اُس کے رزق کا سامان بنا دیں تو یہ اس کے لئے مبارک ذریعہ ہے، البتہ اُس کی نیّت ان کاموں سے دُنیا کمانے کی نہ ہو بلکہ ان کاموں کے کرنے میں آخرت کی بھلائی کی طلب و سرخروئی ہونی چاہیئے۔

دُنیا کی خاطر دین کا بھیس بدلنا احمد بن ابراہیم الدّورقیؒ نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

تَزَيَّنْتَ لَهُمْ بِالصُّوْفِ وَلَمْ تَرَهُمْ يَرْفَعُوْنَ بِكَ رَأْسًا تَزَيَّنْتَ لَهُمْ بِالْقُرْاٰنِ فَلَمْ تَرَهُمْ يَرْفَعُوْنَ بِكَ رَأْسًا تَزَيَّنْتَ لَهُمْ بِشَيْءٍ بَعْدَ شَيْءٍ كُلُّ ذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ لِحُبِّ الدُّنْيَا۔

تُو لوگوں کے سامنے صوفیوں کے بھیس میں آیا اور تُو نے دیکھا کہ لوگ تیری طرف سر اُٹھا کر نہیں دیکھتے، پھر تُو ان کے سامنے قرآن کے ساتھ مزیّن ہو کر آیا یعنی قرآن کا قاری اور معلّم اور مفسّرین کر آیا لیکن اُنہوں نے پھر بھی تیری طرف سر اُٹھا کر نہ دیکھا، اور جب تُو نے دیکھا کہ لوگ اب بھی میرے معتقد نہیں بنے تو پھر تُو نے دین کی کوئی اور شکل اختیار کی، اس کے بعد پھر اور شکل۔ یعنی دنیا کی خاطر دین کے بھیس بار بار بدلتا رہا تاکہ لوگ تیرے جال میں پھنس کر تیرے سامنے دُنیا کا مال و متاع پیش کر دیں۔ مگر اچھی طرح سُن لے

کہ شکلیں تبدیل کرنا اور نئے نئے بھیس بدلنا محض اس لئے ہے کہ تو حبِّ دُنیا میں مُبتلا ہو گیا ہے اور تو دین کے یہ جال محض اپنی دُنیا بنانے کے لئے پھیلا رہا ہے کہ عوام الناس تیرے جال میں پھنس کر، تیرے معتقد بن کر تجھے دین دار سمجھ کر اپنی دُنیا تجھے دے کر تجھے بھی دُنیا دار بنا دیں۔

اپنی زندگی میں جو کوئی بڑے بڑے منصوبے رکھے گا وُہ خیر سے محروم رہے گا حضرت عبدالصمد نے بیان کیا، کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

اِنَّمَا اُتِیَ النَّاسُ حُبُّ الدُّنْیَا وَطُوْلُ الْاَمَلِ قَالَ وَ قَالَ الْحَسَنُ مَا اَطَالَ عَبْدُ الْاَمَلَ اِلَّا سَاءَ الْعَمَلُ۔ $\frac{۹۹}{۱۴}$

کتنی بُری بات ہے کہ لوگوں میں حبِّ دُنیا اور لمبی لمبی آرزوئیں یعنی آئندہ جینے کی تمنّا اور اس کے منصوبوں نے لوگوں کے دِلوں میں گھر کر لیا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا تھا کہ جس آدمی کی تمنّائیں طویل اور منصوبہ لمبا ہو گا، اُس کا عمل ضرور بُرا ہو گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص لمبی آرزو رکھے گا وُہ اپنی آرزو اور پروگرام کی تکمیل کی خاطر گناہوں میں ضرور مُبتلا ہو گا۔ اور خیر کے کاموں سے یقیناً دُور ہو جائے گا۔

تشریح: حضرت فضیل بن عیاضؒ نے اپنے کلامِ مبارک میں جو دو لفظ بیان فرمائے ہیں اُن میں ایک لفظ اَلْاَمَلُ ہے اور دوسرا اَلْعَمَلُ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک اَمَلٌ ہے دوسرا عمل ہے۔ ایک الف کے ساتھ، دوسرا ع کے ساتھ۔ اور ان دونوں کے معانی میں اتنا ہی فاصلہ ہے جیسے الف اور ع کے درمیان۔ چنانچہ "عمل" کے معنی تو عام فہم ہیں اور تقریباً ہر شخص سمجھتا ہے مگر "اَمَل" کے معنی عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے فقیر دونوں کے معانی اور اُن کا استعمال بیان کر رہا ہے۔

اَمَلٌ یعنی اُمید، آرزو، خوش فہمی۔ قرآن پاک میں ہے رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ○ ذَرْهُمْ یَاْکُلُوْا وَ یَتَمَتَّعُوْا وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ○ [ع] کسی وقت آرزو کریں گے یہ لوگ جو منکرین ہیں، کیا اچھّا ہوتا جو ہوتے مسلمان۔ چھوڑ دے ان کو کھا لیں اور

ع چودھویں پارہ کی پہلی اور دوسری آیت۔

مزہ اُڑا لیں اور دُنیا کی چیزوں کو استعمال کرلیں اور اُمید میں لگے رہے ہیں، آئندہ معلوم کرلیں گے مطلب یہ ہے کہ آج منکرین نے اسلام اور قرآن جیسی نعمتِ خداوندی کی قدر نہیں کی۔ لیکن ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پہ ماتم کریں گے اور حسرت کے ساتھ ہاتھ مَل مَل کر کہیں گے، کاش ہم مسلمان بن کر دُنیا میں رہتے اور یہ وقت، جس وقت کہ منکر لوگ پچھتائیں گے، یہ وقت کب ہوگا؟ علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں، یہ وقت اُس وقت ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کے لئے سامنے کھڑا ہوگا اور عالم الغیب کے حقائق نظر آرہے ہوں گے۔ اس وقت یہ لوگ افسوس کے ساتھ ہاتھ ملیں گے اور آرزو کریں گے، کاش ہم مسلمان ہوتے تاکہ آج کے دن عذاب الموت سے محفوظ رہ سکتے۔ اس سے بھی بڑھ کر یاس انگیز اور حسرت ناک منظر اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ گنہگار مسلمانوں کو اُن کے گناہوں کی بدولت جہنّم میں داخل کریں گے۔ پس جب تک اللہ چاہیں گے، وہ جہنّم میں رہیں گے۔ پھر جب اللہ ان کو جہنّم سے آزادی اور رہائی بخشنے کا ارادہ کریں گے تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ مشرکین مسلمانوں کو طعنہ دیں گے کہ تمہارے ایمان و توحید نے تمہیں کیا فائدہ دیا۔ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں پڑے جل رہے ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت جوش میں آئے گی اور اس کے بعد کسی مسلمان اور اہلِ توحید کو جہنّم میں نہ چھوڑا جائے گا۔ ایک ایک مسلمان کو چُن چُن کر اللہ تعالیٰ جہنّم سے نکال لے گا، گویا یہ آخری موقع ہوگا جب منکرین اپنے مسلمان ہونے کی تمنّا کریں گے۔ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے۔ جب ان میں کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی، آپ ان کے غم میں نہ پڑیئے بلکہ چند روز ان لوگوں کو جانوروں کی طرح کھانے پینے دیجئے، یہ دل کھول کر دُنیا کے مزے اُڑا لیں اور مستقبل یعنی آئندہ کے متعلق لمبی چوڑی اُمیدیں باندھتے رہیں۔ عنقریب وقت آیا چاہتا ہے، جب حقیقتِ حال کُھل جائے گی اور اگلا پچھلا کھایا پیا سب نکل جائے گا۔

حدیث میں ہے وَاَنْتَ صَحِیْحٌ تَأمَلُ الْغِنٰی "یعنی اللہ کی راہ میں دینے کا اصل وقت وُہ ہے جب کہ تُو تندرست ہو، مال دار ہونے کی آرزو رکھتا ہو، اور فقر و تنگدستی آنے سے ڈرتا ہو"۔ اور ارشاد ہے طُولُ الْاَمَلِ یُنْسِی الْاٰخِرَۃَ۔ "آرزو کی درازی آخرت کو بھلا دیتی ہے"۔ جو آدمی زیادہ جینے کی آرزو، اور درازیٔ عمر کی تمنّا رکھے، یا زندگی میں کام آنے والی دوسری چیزوں کی لمبی لمبی آرزوئیں رکھے گا، ایسے آدمی کی ساری

زندگی ترقی دُنیا کی فکر اور اس کی سوچ بچار میں گذر جاتی ہے۔ اِنَّ اُسَامَةَ لَطَوِيْلُ الْاَمَلِ، " اُسامہؓ لمبی آرزو والا ہے"۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس وقت فرمائی تھی جب اُسامہؓ نے ایک باندی دو مہینہ کے اُدھار پر خریدی تھی، یعنی اُسامہؓ کی یہ آرزو کہ وہ دو مہینہ تک جیتا رہے، طولِ اَمل میں داخل ہے۔ عمل کے معنی مزدوری کرنا، محنت کرنا، کام کرنا، ہمیشہ رہنا، تحصیلدار یا عامل اور حاکم بننا۔ تعمیل کے معنی کام کی اُجرت دینا، عامل اور حاکم بنانا، عرف میں حکم کے موافق عمل کرنا، قاضی کا فیصلہ نافذ کرانا۔ استعمال کے معنی عمل کی درخواست کرنا، چلانا بولنا۔ دَفَعَ اِلَيْهِمْ اَرْضَهُمْ عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہودیوں کی زمین کاشت کرنے کے لئے اس شرط پر اُن کے حوالہ کردی کہ وہ اپنے خرچ سے اس میں کھیتی کریں گے۔ جیسے اپنے ہل چلائیں گے، اپنا بیج ڈالیں گے، اپنے خرچ سے پانی پلائیں گے، اپنا کھاد ڈالیں گے اور مقررہ حصہ زمین کے مالکوں کو ادا کریں گے۔ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ فَاِنِّيْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ۔ "حضرت عمرؓ نے ابن سعدؓ سے کہا۔ جو تجھ کو دیا جائے وہ لے لے کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں صدقات و زکوٰۃ کی تحصیل یعنی وصولی کرنے کا کام کیا۔ آپ نے مجھے اس کی اُجرت دی تھی۔ اس حیثیت سے معلوم ہوا کہ شرعی تعلیم اور خدماتِ قضاء وغیرہ پر بلا شرط اور بغیر طے کئے اُجرت لینا درست ہے"۔ يَاْكُلُ مِنْهُ بِقَدْرِ عُمَالَتِهٖ۔ یتیم کا ولی، سرپرست، مثلاً مدرسوں یتیم خانوں وغیرہ کے مہتمم، اگر محتاج اور ضرورت مند ہوں تو یتیم کے مال یعنی مدرسہ کے چندہ وغیرہ سے اپنی اُجرت کے مطابق کھا سکتے ہیں۔ یعنی اس کی محنت اور ملازمت کی جو اُجرت اور تنخواہ حسبِ دستور بنتی ہو اس کے بقدر وہ یتیم کے مال میں سے لے سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ جتنا چاہے کھا جائے، اور یتیم کے مال اور مدرسہ کے چندہ سے جیسے چاہے عیش اُڑاتے۔ اگر ضرورت سے اور محنت سے زیادہ اس مال کو لے گا تو ایسے متولیوں اور مہتمموں کی اللہ کے یہاں پکڑ ہوگی، اور وہ لوگ اسی طرح عذاب کے مستحق ہوں گے جس طرح یتیم کے مال سے ناحق کھانے والے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ○ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وہ لوگ اپنے پیٹ میں

آگ بھر رہے ہیں۔ آگ کے انگارے کھا رہے ہیں اور کچھ ہی دن کے بعد یہ لوگ دہکتی ہوئی آگ اور بھڑکتے ہوئے آگ کے شعلوں میں داخل ہو جائیں گے۔ اِسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا وَلَمْ تَسْتَعْمِلْنِیْ، قَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً۔ کسی نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ نے فلاں شخص کو کام دیا "عامل بنایا" اور مجھے کوئی کام نہیں دیا۔ یعنی مجھے حکومت کی کوئی خدمت نہیں دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دیکھو اے انصار! تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگ تم پر مقدم رکھے جائیں گے، آپا دھاپی کا دور آجائے گا، حکومت کے کاروبار پیدا کرنے میں خویش پروری پر نظر ہوگی۔ اُن کو بڑی بڑی خدمتیں اور عہدے ملیں گے اور تم لوگ محروم رہوگے، تم صبر سے رہنا، یہاں تک کہ تم قیامت کے دن مجھ سے آملو۔

ایک جگہ ہے ثُمَّ تَسْتَعْمِلُ مَنْ اَرَادَهٗ "پھر جو کوئی خدمت کی خواہش کرے گا تم اُس کو کام دوگے"۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ جو کوئی سرکاری خدمت کی خواہش کرے اور اس کی طلب کرے، اس کو کوئی خدمت اور کوئی منصب نہیں دینا چاہیئے۔ جو کوئی سرکاری خدمت سے بھاگے، اس کو سرکاری کام کی خدمت سپرد کرو۔ اِنَّا لَا نَسْتَعْمِلُ مَنْ سَاَلَ مِنَّا الْعَمَلَ۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو کوئی ہم سے تحصیلداری یا دوسری کوئی سرکاری خدمت کی درخواست کرے، اس کو ہم خدمت نہیں دیتے یعنی خدمت کے خواہش مندوں کو ہم سرکاری کام سپرد نہیں کرتے"۔ البتہ جو کوئی اس خدمت سے بھاگے اور اپنی روٹی محنت مزدوری کر کے، حلال طریقہ سے پیدا کرتا ہو، ہم اس کو خدمت دیتے ہیں۔ شریعت کا یہ اصُول نہایت ہی اعلیٰ اور زرّیں اصُول ہے کہ حکومت کے منصب، خدمت اور عہدہ دینے میں خواہش مند کو نظرانداز کر دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضابطہ اس لئے مقرر فرمایا، کیونکہ سرکاری خدمت سے وہی شخص بھاگے گا، جو خداترس، نیک دل، متقی اور پرہیزگار ہوگا۔ اور سرکاری خدمت کی درخواست عام طور پر وہی کرے گا جس کی نیت اچھی نہیں ہوگی۔

وَاِنْ اُسْتُعْمِلَ عَلَیْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ "۔ اور تم لوگوں کو اطاعت کرنا چاہیئے، اگرچہ امام ایک حبشی غلام کو تم پر حاکم بنا دے۔ امام کی اطاعت واجب ہے اور بلا وجہ شرعی اس سے بغاوت اور سرکشی

کرنا حرام ہے۔ پس امام جس کو کوئی محکمانہ خدمت سپرد کرے، اگرچہ وہ حبشی غلام ہو، رعایا کو اس کی حکومت قبول کرنا چاہیئے تاکہ امام کی نافرمانی نہ ہو (لغات الحدیث)۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ۔ "اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کو جھانکا اور فرمایا۔ اب تم جیسے بھی کام کرو، میں نے تمہیں بخش دیا تم بہشت میں جاؤ گے۔" مطلب حدیث کا یہ ہے کہ دوسرے لوگ اگر گناہِ کبیرہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے، چاہے اُن کو معاف کرے، چاہے ایک مدّت تک عذاب کرے۔ لیکن بدر والوں کے گناہ اللہ تعالیٰ نے بخش دیئے ہیں اُن کے لئے مغفرت کا وعدہ ہو چکا ہے۔ بعض نے کہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے سارے گذشتہ گناہ میں نے معاف کر دیئے ہیں۔ لِکُلِّ عَمَلٍ کَفَّارَۃٌ۔ "ہر بُرے کام کا ایک کفارہ ہے جس سے وہ بخش دیا جاتا ہے۔" اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَھُوَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ۔ "آدمی بعض ایسے نیک کام کرتا رہتا ہے جو بہشت والے کرتے ہیں مگر وہ دوزخی ہوتا ہے۔" یعنی اس کا خاتمہ بُرا ہوتا ہے۔ اخیر میں کوئی ایسا بُرا کام کرتا ہے جس کی وجہ سے دوزخ اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے۔ چونکہ خاتمہ کا حال معلوم نہیں اس لئے ظاہری اعمال پر آدمی کو مغرور نہ ہونا چاہیئے اور کسی کے اعمالِ خیر اور نیکیوں کو دیکھ کر اس کو جنّتی یا کسی کے بُرے اعمال دیکھ کر اُس کو دوزخی نہ کہنا چاہیئے۔ "فَاِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَّغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ۔" "آج عمل ہے اور کل حساب ہوگا، عمل نہ ہوگا۔" آج یعنی دُنیا عمل کا گھر ہے اور کل یعنی حشر کے دن حساب ہوگا۔ وہاں کوئی عمل نہ ہوگا، یا اگر عمل ہوگا تو اس کا مفاد نہ ہوگا۔ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ۔ "جہاں آدمی مر گیا، اس کا عمل منقطع ہوگیا۔" یعنی ختم ہوگیا یا نامۂ اعمال بند ہوگیا۔ آدمی کے مرنے کے بعد اُسے لپیٹ کر رکھ دیا گیا۔ اَلْعَامِلُ بِالصَّدَقَۃِ بِالْحَقِّ کَالْغَازِیْ۔ صدقات، مالیات اور زکوٰۃ کا وصول کرنے والا حاکم، جو دیانت داری کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتا ہے، وہ اجر و ثواب میں غازی کی برابر ہے۔ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔ "تیری پناہ مانگتا ہوں، اس کام کے شر سے جو میں نے کیا، اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس کام کے شر سے جو میں نے نہیں کیا۔" جو کام نہیں کئے اُن کی بُرائی سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں میں مبتلا نہ کرے

یا اُن سے بچنے پر مغرور نہ ہو، بلکہ اُسے اللہ کا فضل سمجھے کہ اُس نے اُن سے بچائے رکھا۔ اپنی قوت و طاقت اور عقل و دانائی پر غرور نہ کرے۔ اِعْمَلْ لِدُنْیَاکَ کَاَنَّکَ تَعِیْشُ اَبَدًا وَ اَعْمَلْ لِاٰخِرَتِکَ کَاَنَّکَ تَمُوْتُ غَدًا۔ "اپنی دُنیا کے کام یہ سمجھ کر کیا کر کہ تُو ہمیشہ دُنیا میں رہے گا، ابھی جلدی کیا ہے، اور آخرت کے کام یہ سمجھ کر کیا کر کہ تُو کل مرنے والا ہے، جلدی سے کر لے۔" مطلب یہ کہ جب دُنیا اور آخرت کے کاموں کا ایک وقت آ جائے تو اُس وقت پہلے آخرت کا کام کر لے۔ یا یہ مطلب کہ دُنیا کے کاموں میں تاخیر کی گنجائش ہے اور آخرت کے کام کو جلدی سے کر لے، کہیں موت نہ آ جائے۔ لَا تَتَوَضَّاءُ بِالْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ استعمال کئے ہوئے پانی سے وضوء کرنا حرام ہے۔ (لغات الحدیث) کَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَالَمْ تَعْمَلْ یَدَاکَ۔ "یعنی جن چیزوں کو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا، وہ چیزیں اگر تیری ضرورت سے زیادہ ہوں تو ان کو روکنا درست نہیں"۔ جیسے چشموں، دریاؤں اور برساتی نالوں کا پانی، جنگل کی خودرو گھاس، نمک کا چشمہ وغیرہ، ان چیزوں سے اپنی ضرورت کے مطابق خود لے لو، باقی سے لوگوں کو نہ روکو۔ عَمَالَہ اور عُمَالہ۔ اُجرت، محنت اور مزدوری۔

دُنیا کی خاطر دین داروں کی وضع اختیار کرنا

حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

لَوْ قِیْلَ لَکَ یَا مُرَائِیْ لَغَضِبْتَ وَ شَقَّ عَلَیْکَ وَ تَشْکُوْا قَالَ لِیْ یَا مُرَائِیْ وَعَسیٰ قَالَ حَقًّا مِنْ حُبِّکَ لِلدُّنْیَا تَزَیَّنْتَ وَ تَصَنَّعْتَ لِلدُّنْیَا ثُمَّ قَالَ اِتَّقِ لَا تَکُنْ مُرَائِیًا وَ اَنْتَ لَا تَشْعُرُ تَصَنَّعْتَ وَ تَہَیَّأْتَ حَتّٰی عَرَفَکَ النَّاسُ فَقَالُوْا ھُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَاَکْرَمُوْکَ وَ قَضَوْلَکَ الْحَوَائِجَ وَ وَسَّعُوْا لَکَ فِی الْمَجْلِسِ وَ اِنَّمَا عَرَفُوْکَ بِاللہِ لَوْلَا ذٰلِکَ لَھُنْتَ عَلَیْھِمْ کَمَا ھَانَ عَلَیْھِمُ الْفَاسِقُ لَمْ یُکْرِمُوْہُ وَ لَمْ یَقْضُوْہُ وَ لَمْ یُوَسِّعُوْا لَہُ الْمَجْلِسَ۔ [۹۴]

اگر کوئی آدمی تجھے کہے۔ او "ریاکار"، تو تُو غصہ میں لال پیلا ہو جاتا ہے اور تجھے اس سے دکھ ہوتا ہے

اور تو اس کی شکایت کرتا پھرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے جو کچھ کہا، "سچ کہا ہو"۔ یعنی واقعی تو ریاکار ہو۔ تو دنیا کی محبت کی باعث اور دنیا کی غرض سے اللہ والوں کے لباس پہنتا ہے اور دنیا حاصل کرنے کے لئے بناؤ سنگار کے ساتھ سج دھج کر لوگوں کے سامنے آتا ہے۔ پھر فرمایا۔ خبردار، اس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں تیرا شمار ریاکاروں میں نہ ہو جائے، اور تجھے پتہ بھی نہ چلے۔ تو لوگوں کے سامنے قسم قسم کے روپ میں آیا، اور دین والوں کی شکل و شباہت اختیار کی، تاآنکہ لوگوں نے تجھے عارف، اللہ والا جان لیا۔ اور وہ کہنے لگے یہ آدمی خدا رسیدہ بزرگ ہے۔ پھر وہ لوگ تیری عزت کرنے لگے، تیری خدمت کرنے لگے، تیری ضروریات پوری کرنے لگے، اور اپنی مجلسوں میں تجھے خاص مقام دینے لگے۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے اس لئے کیا کہ ان لوگوں نے تجھے عارف باللہ سمجھا۔ اور اگر وہ لوگ تجھے ایسا نہ سمجھتے اور تیرے متعلق ایسا اعتقاد نہ رکھتے، تو تو بھی ان کی نظروں میں اسی طرح ذلیل ہوتا، جیسے ان کی نظر میں کوئی فاسق بے دین آدمی ذلیل ہوتا ہے۔ لوگ نہ تو اس کی عزت کرتے ہیں اور نہ اس کی خدمتیں کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی مجلس میں بیٹھنے کے لئے اس کے واسطے جگہ خالی کرتے ہیں۔

حسین بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ اپنے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

لَوْ حَلَفْتُ اَنِّیْ مُرَائٍ کَانَ اَحَبَّ	اگر میں قسم کھاؤں کہ میں ریاکار ہوں تو یہ بات مجھے زیادہ
اِلَیَّ مِنْ اَحْلِفَ اَنِّیْ لَسْتُ مُرَائِیْ۔۹۲	پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں قسم کھاؤں کہ میں ریاکار نہیں ہوں۔

جو باتیں اپنے متعلق فرمائیں

(۱) حسین بن زیاد نے بیان کیا۔ میں ایک روز حرم شریف کے اندر حضرت فضیلؒ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا۔ اس مسجد کے آدمیوں میں اگر کسی ایک کے متعلق بھی تیرا یہ خیال ہو کہ یہ آدمی مجھ سے برا ہے تو تیرا یہ خیال نہایت برا خیال ہے اور تو بہت بڑے گناہ میں مبتلا ہو گیا۔ یعنی اس طرح کا خیال کرنا، ایک تو تکبر ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔ دوسرے اس سے ایک مسلمان کی تحقیر تیرے دل میں آگئی، اور کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا بھی گناہِ عظیم ہے۔ ۹۴/۱

(۲) فیض بن اسحاق نے بیان کیا۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ جب میں اپنے دروازہ سے کھٹکھٹانے کی آواز سنتا ہوں، خواہ میں دور ہوں یا نزدیک، یہ آواز مجھے اچھی نہیں لگتی۔ اس خیال سے کہ کوئی آئے گا اور

جلد اوّل

میرا وقت ضائع کرے گا، اور میری دلی آرزو یہ ہے کہ لوگوں میں یہ بات پھیل جائے کہ فضیل مرگیا۔ لوگ مجھے بھول جائیں اور میں لوگوں سے اپنا کوئی ذکر نہ سنوں۔ اور میری تمنّا ہے کہ میں ایسا گمنام ہو جاؤں کہ لوگ میرا نام بھول جائیں اور مجھے کبھی یاد نہ کریں۔ جب میں حدیث لینے والے طالب علموں کی آواز سنتا ہوں، تو اس خوف سے میرا پیشاب خطا ہونے لگتا ہے کہ "اب ان لوگوں کے سامنے مجھے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنی ہوگی"۔ جو بہت بڑی ذمّہ داری ہے۔ کیونکہ اس کی روایت کرنے میں کمی بیشی ہو جائے یا غلطی ہو جائے تو جہنّم میں جانے کا خطرہ ہے۔

(۳) ابو جعفر الحذّار کا بیان ہے کہ میں نے خود حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اس وادی میں سفیان بن عُیینہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اگر آپ کا خیال یہ ہو کہ روئے زمین پر مجھ سے اور آپ سے زیادہ بُرا کوئی اور شخص بھی موجود ہے تو آپ کا یہ خیال نہایت ناپاک اور بُرا خیال ہے۔ (۱۰۱/۲۲) مطلب یہ ہے کہ سارے جہاں میں میں اور آپ، سب سے بُرے آدمی ہیں اور ہم سے سب لوگ اچھے ہیں۔ اگر ہمارا یہ خیال ہو جائے تو یہ خیال بہت اچھا خیال ہے اور اپنے متعلّق سب سے اچھا گمان ہے۔

مجھے مہنت نہ بناؤ ابو جعفر محمد بن عبداللہ الحذّار کا بیان ہے کہ ہم چند نوجوان صوفیوں کے لباس میں خانہ کعبہ کے دروازہ پر حضرت فضیلؒ کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے، جیسے آج کل مُرید اپنے پیر کے انتظار میں کسی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت فضیلؒ حرم شریف سے باہر آئے۔ اور ہمیں کھڑا دیکھ کر فرمایا۔ میری آرزو یہ ہے کہ نہ تُم مجھے دیکھو اور نہ میں تمہیں دیکھوں۔ آخر تم لوگ مجھے کیا بنانا چاہتے ہو؟ کیا تُم مجھے مشرکین کا مہنت "سادھو" بنانا چاہتے ہو؟ کیا تمہیں اس بات کا اطمینان ہو گیا ہے کہ جب میں آپ لوگوں کو اپنے سامنے اس طرح باادب کھڑا دیکھوں گا، تو میں خود کو تمہارا مہنت نہ سمجھنے لگوں گا۔ سُنو اگر میں تمہارے سامنے دس مرتبہ اس کی قسم کھاؤں کہ میں ریاکار ہوں، تمہیں دھوکہ دے رہا ہوں، تو میرے نزدیک ایسی قسمیں کھانا، اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں ایک دفعہ تمہارے سامنے یہ قسم کھاؤں، کہ میں صاحب اخلاص ہوں۔ ۹۸/۱

محبّت کا اعلیٰ درجہ

جس طرح ایمان و احسان اور یقین کے جُدا جُدا درجے ہیں، کسی کا ایمان و یقین ہلکے درجہ کا اور کسی کا ایمان و یقین اور احسان و اخلاص اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ اسی طرح محبّت کے درجات بھی جُدا جُدا ہیں۔ کسی کی محبّت ادنیٰ درجہ کی اور کسی کی محبّت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اعلیٰ درجہ کی محبّت کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں محبت ذاتی کہتے ہیں۔ کامل درویش وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی محبّتِ ذاتی حاصل ہو جائے۔ چنانچہ ابو عبداللہ السّاجی نے بیان کیا کہ کسی آدمی نے حضرت فضیلؒ سے پوچھا:

يَا اَبَا عَلِيٍّ مَتٰى يَبْلُغُ الرَّجُلُ	اے ابو علی! آدمی اللہ تعالےٰ کی کمالِ
غَايَتَهٗ مِنْ حُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰى	محبت کے مقام پر کب پہنچتا ہے۔ حضرت
فَقَالَ لَهُ الْفُضَيْلُ اِذَا كَانَ	فضیلؒ نے اُسے جواب دیا، جب اللہ
عَطَاؤُهٗ وَ مَنْعُهٗ اِيَّاكَ	کا دینا اور تجھے نہ دینا تیرے نزدیک برابر
عِنْدَكَ سَوَاءٌ فَقَدْ بَلَغْتَ	ہو۔
الْغَايَةَ مِنْ حُبِّهٖ۔ ۱۱۳	

یعنی اللہ تعالےٰ اگر تجھے تیری منشاء کے مطابق دے یا نہ دے، اُس کے دینے یا نہ دینے سے تیری محبّت میں کوئی فرق نہ آئے۔ اس کے برعکس اگر وہ تیری مراد پوری کر دے اور تجھے دیدے تو تجھے اُس کی محبّت ہو، اور اگر نہ دے تو تیری محبّت میں کمی آجائے۔ ایسی محبّت تو لالچیوں کی محبّت ہے کاملوں کی محبّت نہیں۔ پس جس طرح تیرے ساتھ اللہ کے انعامات و احسانات کرنے میں تیری محبّت کا رشتہ استوار رہتا ہے، اِسی طرح مصائب و آلام، فقر و فاقہ، دُکھوں اور بیماریوں میں بھی اللہ کی محبّت کا رشتہ قائم و استوار رہے۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی تکلیف و راحت محبّت کرنے والے کے نزدیک برابر ہو۔ "کُلُّ مَا يَفْعَلُهُ الْمَحْبُوْبُ مَحْبُوْبٌ" یعنی محبوب کا ہر فعل محبوب بن جائے۔ چنانچہ امام ربّانی حضرت شیخ احمد مجدّد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوب نمبر ۳۵ میں تحریر فرمایا:

ہر چہ از محبوب است نزد ایں بزرگوار ان مرغوب است بلکہ عین مطلوب كُلُّ مَا يَفْعَلُهُ الْمَحْبُوبُ مَحْبُوبٌ۔ حقیقتِ اخلاص اینجا دست بدہد و خلاصی از الٰہِ باطلہ ایں جا حاصل می شود۔ وکلمہ توحید ایں زمان درست می آید و بدونہ خرط القتاد بے محبتِ ذاتی کہ بے ملاحظہ اسماء وصفات وبے توسل انعام و اکرام محبوب است کار در خلل و فل است وفنائے مطلق بے ایں محبت شرکت سوز دست نمی دہد۔

(مکتوبات شریف دفتر اوّل م ۹۸)

جو کچھ محبوب حقیقی کی طرف سے پہنچتا ہے، ان بزرگوں کے نزدیک نہ صرف مرغوب بلکہ عین مطلوب ہے کیونکہ محبوب کا ہر فعل محبوب ہے، خواہ راحت ہو یا تکلیف۔ اور حقیقتِ اخلاص اسی حال میں ہاتھ آتی ہے اور معبودانِ باطلہ یعنی خواہشات سے چھٹکارا اس مقام پر پہنچ کر ہی حاصل ہو سکتا ہے اور اُس کا کلمہ توحید اسی زمانہ میں صحیح ہوتا ہے اور بغیر اس مقام کے پہنچے کانٹے دار درخت پر ہاتھ مارنا ہے یعنی کانٹوں کے سوائے اُسے کچھ حاصل نہیں ہوگا اور جس محبت میں محبوب کے اسماء کا لحاظ ہو اور اس کی صفات کمالیہ پر نظر ہو، یا محبوب کے انعام و اعزاز اس کی محبت میں واسطہ اور ذریعہ بنیں۔ ایسی محبت کو محبتِ ذاتی نہیں کہا جا سکتا۔ اور جو کوئی اللہ سے محبتِ ذاتی نہیں رکھتا اُس کا کام ایسا ہے جیسے اُونٹ کے بچّہ کی زبان پر چھالے پڑ جائیں اور وہ اپنی ماں کا دُودھ نہ پینے کی وجہ سے روز بروز کمزور اور لاغر ہو جائے۔ یعنی محبت ذاتی کے علاوہ مطالب کی محبت رکھنے والے مریدوں کا حال ترقی پذیر نہیں ہوگا اور ایسے مرید اس راہ میں نہایت کمزور اور ناقص رہیں گے اور فنا مطلق، جس کے بعد مُرید کو بقا حاصل ہو، یہ فناء بغیر محبت شرکت سوز کے حاصل نہیں ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ بغیر محبتِ ذاتی حاصل کئے آدمی کو فنا مطلق کا مقام میسّر نہیں ہوگا، اور جب تک اُسے فنا مطلق حاصل نہیں ہوگی اُس وقت تک وہ بقاء کے درجہ پر نہیں پہنچے گا۔ اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت شرکت سوز یعنی محبتِ ذاتی ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت کرنے میں، اللہ تعالیٰ کے نفع دینے اور اُس کے نقصان سے بچنے کا دخل اور خلل باقی

نہ رہے ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے نفع و نقصان وغیرہ کی صفات سے قطع نظر کرتے ہوئے ، آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محبت رکھے ۔ اور آدمی کی یہی محبت انسان کو اُس کے اعلیٰ ترین مقام یعنی فنا مطلق تک پہنچائے گی اور جب وہ اس مقام پر پہنچ جائے گا تو پھر اللہ کی عنایت سے اُس کو بقاء کا مقام حاصل ہوگا ۔ اور اسی محبتِ ذاتی ، شرکت سوز کے متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں اس طرح فرمایا :

۱ : عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت	ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
۲ : تیغِ لا در قتلِ غیر حق براند	در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
۳ : ماند اِلّا اللہ ، باقی جملہ رفت	شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت
۴ : ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شُد	او ز حرص و عیب کُلی پاک شُد
۵ : شاد باش اے عشق خوش سودائے ما	اے طبیب جملہ علت ہائے ما
۶ : اے دوائے نخوت و ناموسِ ما	اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
۷ : عِلّت عاشق ز علّتہا جُدا است	عشق اصطرلاب اسرار خُدا است
۸ : چوں قلم اندر نوشتن می شتافت	چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت

ترجمہ (۱) عشق ایک آگ ہے ۔ جب وہ کسی دل میں سُلگ جاتی ہے ، تو وہ معشوق کی ذات کے سوا سب کو جلا کر رکھ دیتا ہے ۔

(۲) اللہ کے سوا جتنے بھی خُدا ہیں ، سب خداؤں کے گلوں پر لا کی تلوار سے وار کر ۔ اس کے بعد دیکھ ، جب تُو نے لا کی تلوار سے سب خُداؤں کی گردنیں اُڑا دیں تو کیا باقی رہا ۔

(۳) صرف الا اللہ رہ گیا ، باقی سب کچھ اُڑ گیا ۔ تُو ہمیشہ خوش رہے ، اے اللہ کے شریکوں کو جلا دینے والے سخت جان عشق ! یہ تیرا ہی کام ہے کہ تُو نے اپنی زبردست طاقت سے اللہ کے ماسوا سب ہی کو فنا کر ڈالا ۔

(۴) جس کسی کے کپڑے عشق کی خار دار وادیوں میں پھرنے کی وجہ سے پھٹ گئے ، وہ حرص کیا

بلکہ سب عیبوں سے پاک ہو گیا۔

⑤ شاباش اے عشق! تو ہماری بہت اچھی بیماری ہے۔ شاباش اے عشق! تو تو ہماری ساری بیماریوں کے لئے طبیب مسیحا ہے۔

⑥ شاباش اے عشق! تو تو ہمارے غرور، تکبر، شہرت و نخوت اور اس قسم کی دوسری بیماریوں کی دوائی ہے۔ اے عشق! تو ہی ہمارے لئے حکیم افلاطون اور حکیم جالینوس ہے۔

⑦ عاشق کی بیماری، ساری بیماریوں سے جدا ہے۔ اضطرلاب کا عشق خدا تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک ہے۔

⑧ تم قلم کو نہیں دیکھتے ہو کہ کس طرح لکھنے میں تیز چلتا ہے مگر جب اس پر عشق سوار ہوتا ہے تو وہ عشق کے بوجھ سے خود پھٹ جاتا ہے۔

اللہ کی محبت قسمت سے ملتی ہے عبدالصمد بن یزید نے فرمایا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقْسِمُ الْمُحَبَّۃَ	بیشک اللہ تعالیٰ محبت کو اسی طرح لوگوں میں تقسیم کرتا
کَمَا یَقْسِمُ الرِّزْقَ وَ کُلٌّ ذَا	ہے جس طرح وہ رزق کی تقسیم کرتا ہے اور یہ دونوں یعنی
مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ	رزق اور محبت جس کو بھی ملتے ہیں خدا تعالیٰ کے فضل
فَاِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ دَوَاءٌ مَنْ عَامَلَ	اور اسکی عنایت سے ملتے ہیں خبردار کسی کے رزق اور
اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ بِالصِّدْقِ اَوْرَثَہٗ	محبت پر حسد نہ کرنا کیونکہ حسد ایسی خطرناک بیماری ہے
اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اَلْحِکْمَۃَ۔ ۹۹/۸	جس کی کوئی دوا نہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کیساتھ

اپنا معاملہ ظاہر باطن میں صحیح رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کو حکمت یعنی دین کی دانائی عطا فرماتا ہے۔

آخرت کی شاہراہ خالی پڑی ہے تم اس پر ہمت کے گھوڑے دوڑا دو عبدالصمد بن یزید کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

مَالَکُمْ وَ لِلْمُلُوْکِ مَا اَعْظَمَ مِنَّتَہُمْ عَلَیْکُمْ قَدْ تَرَکُوْا لَکُمْ طَرِیْقَ الْاٰخِرَۃِ فَارْکَبُوْا طَرِیْقَ الْاٰخِرَۃِ وَ لٰکِنْ لَا تَرْضَوْنَ

جلد اول

تَبِیعُونَہُمْ بِالدُّنْیَا ثُمَّ تُزَاحِمُونَہُمْ عَلَی الدُّنْیَا مَا یَنْبَغِیْ لِلْعَالِمِ اَنْ یَّرْضٰی ھٰذَا لِنَفْسِہٖ۔ $\frac{۱۰۲}{۴۱}$

تمہارا بادشاہوں سے کیا واسطہ، یعنی تم لوگ ان سے کیوں اُلجھتے ہو، حالانکہ اُن کا تم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُن لوگوں نے تمہارے واسطے آخرت کا راستہ خالی چھوڑ رکھا ہے۔ پس تمہیں چاہیئے کہ اس راستہ پر ہمت کے گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑو۔ لیکن تم لوگ اسے پسند نہیں کرتے یعنی آخرت کی صاف راہ پر چلنا اختیار نہیں کرتے۔ اس کے برعکس تم لوگ بادشاہوں اور حکّام کے ساتھ رَل مِل کر کاروباری لوگوں کی طرح دُنیا کا لین دین کرتے ہو، اور جب تم دیکھتے ہو کہ ہم ان لوگوں سے دُنیا حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے تو تم لوگ ان بادشاہوں کے ساتھ دُنیا کی خاطر مزاحمت شروع کر دیتے ہو اور اُن کی حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہو یعنی بادشاہ کے خلاف، دُنیا حاصل کرنے کی غرض سے یا تو کوئی پُر امن تحریک چلاتے ہو یا مُسلّح بغاوت شروع کر دیتے ہو۔ اہلِ علم کے لئے بالکل مناسب نہیں کہ عالِم ہوتے ہوئے وہ یہ راستہ اختیار کریں۔ یعنی دین کی راہ پر چلنے کی بجائے اپنی دنیا کے واسطے بادشاہوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔ یا بادشاہوں کے ساتھ رَل مِل کر اپنی دُنیا بنائیں۔

پہلے اپنی فکر کرو حضرت عبدالصمد نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

یَکُوْنُ شُغْلُکَ فِیْ نَفْسِکَ وَلَا یَکُوْنُ شُغْلُکَ فِیْ غَیْرِکَ فَمَنْ کَانَ شُغْلُہٗ فِیْ غَیْرِہٖ فَقَدْ مُکِرَ بِہٖ۔ $\frac{۱۰۲}{۴۵}$

تجھے اپنے نفس کی اصلاح اور اس کے دُرست کرنے میں مشغول رہنا چاہیئے اور اپنی اصلاح سے پہلے تجھے دوسروں کی اصلاح میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔ پس جو کوئی آدمی اپنی اصلاح سے پہلے دوسروں میں مشغول ہے سمجھو کہ اُس کے ساتھ کوئی فریب کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص نفس اور شیطان کی سازش کا شکار ہے جو خود کو چھوڑ کر دوسروں کی فکر میں مشغول ہے۔ کیونکہ ایسا آدمی ہمیشہ اپنے نقائص سے بے خبر رہے گا، اور دوسروں کے نقائص پر اُس کی نظر رہے گی، اور یہ بات ہمیشہ اُس کو ناقص رکھے گی۔ وہ کبھی کامل

جلد اوّل

نہ ہوگا اور یہی وہ فریب ہے جو اس کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

بِدعات

بدیع ، اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے۔ "بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا، جن کا پہلے کوئی نمونہ نہ تھا۔ اَلْبَدِیْعُ، نئے مشکیزہ کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب تراویح کی باقاعدہ جماعت قائم کی تو آپ نے فرمایا۔ نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ۔ یہ اچھی بدعت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدعت دو قسم پر ہے۔ "بدعت ہدایت" و "بدعت ضلال" یعنی گمراہی کی بدعت پس جو بدعت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کے خلاف ہو وہ گمراہی والی بدعت ہے۔ اور جو بدعت اُن احکام کی تنظیم و ترتیب میں ہو، جن کی اللہ اور اس کے رسولؐ نے ترغیب دی ہے وہ اچھی اور ہدایت والی بدعت ہے، اگرچہ حضورؐ کے زمانہ میں اس کی مثال نہ ملتی ہو۔ مثلاً ہنگامی حالات اور سیلاب وغیرہ میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا، دین کی تعلیم کے لئے مدارس بنانا، دین کی تبلیغ کے لئے کتابیں لکھنا۔ یہ سب اچھے کام اگرچہ اِن صورتوں میں قرآن و حدیث میں نہیں ملتے، مگر چونکہ اُصولی طور پر شریعت میں ان کاموں کی ترغیب و تحریص اُمّت کو دی گئی ہے، اس لئے یہ کام بُری بدعات کی فہرست میں شامل نہ ہوں گے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایسے کاموں کے لئے ثواب کی خبر دی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً کَانَ لَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا۔ جس نے اچھا طریقہ اختیار کیا اُس کو بھی اُس کا ثواب ہوگا اور جو اس طریقہ پر چلے گا، اُس کا ثواب بھی اس کو ملے گا۔ اور اس کے برعکس وہ کام جن کے ثواب کے متعلق شارع علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی زبان مبارک سے یا اپنے عمل سے توثیق نہیں فرمائی، ایسے کام بدعت گمراہی میں شامل ہوں گے۔ جیسے حضورؐ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا۔ اور جو بُرا طریقہ اختیار کریگا اُس پر اس کا وبال پڑے گا اور جو اس کام کو کرے گا، اُس کا وبال بھی اُس پر پڑے گا۔ یعنی یہ اُس صورت

میں ہوگا جب کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت میں ہوگا، اور حضرت عمرؓ کا تراویح کے متعلق یہ فرمانا کہ "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" یہ اچھی بدعت ہے اس وجہ سے ہے کہ یہ کام خیر کے افعال میں سے ہے اور قابلِ تعریف ہے، اس وجہ سے آپ نے اس کو بدعت کا نام دیا اور ساتھ ساتھ اس کی تعریف کی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لئے باجماعت تراویح پڑھنے کو سُنّت قرار نہیں دیا تھا اور آنحضرتؐ نے چند راتیں پڑھ کر اس کو چھوڑ دیا تھا، اور نہ صحابہؓ کو اس کام کے لئے آپ نے اس طرح پر جمع فرمایا تھا، اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں تراویح کو باقاعدہ جماعت کے ساتھ پڑھا گیا تھا۔ البتہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تراویح کی نماز میں باجماعت پڑھنے کے لئے جمع فرمایا اور اُن کو ترغیب دی۔ اس وجہ سے آپ نے اُسے بِدْعَة کہا۔ حالانکہ حقیقت میں یہ سُنّت ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ تم پر لازم ہے میری سنّت کی اتباع کرنا اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سُنّت کی اتباع کرنا بھی ضروری ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ۔ اقتدا کرو میرے بعد ان دونوں ابوبکر اور عمر کی۔ پس اس تشریح کے بعد حضورؐ کی حدیث كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۔ دین کی ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنّم میں لے جانے والی ہے۔　مطلب اس بدعت سے ہے جو اصول شریعت کے خلاف ہو، اور سُنّت کے موافق نہ ہو۔ اور عُرف میں مُبْتَدِع، بدعت کرنے والے کا لفظ برائی میں استعمال ہوتا ہےؔ۔ خُلاصہ یہ ہے کہ وہ بدعت جو اصولِ شریعت کے خلاف ہو، نہایت قابلِ نفرت ہے۔ حضورؐ نے حضورؐ کے صحابہؓ اور تمام اولیاء کرامؒ نے اس قسم کی بدعات اور اہلِ بدعات کی زبردست مذمت فرمائی اور اُن سب حضرات نے اپنے اپنے زمانہ میں بدعات اور اہلِ بدعات سے بچنے اور سُنّت کی راہ اختیار کرنے اور سُنّت پر عمل کرنے والوں کی صحبتوں میں جانے کی نہ صرف ترغیب بلکہ زبردست تاکید فرمائی ہے پس حضرت فضیل بن عیاضؒ

عـہ النہایہ جلد ۱، صفحہ ۱۰۶-۱۰۷

نے اپنی مختلف مجالس میں بدعات اور اہلِ بدعات کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا، فقیر نے حوالوں کے ساتھ مختلف عنوانوں سے اُن کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے جو یہ ہیں۔

اہلِ بدعت سے محبّت کرنا حضرت عبدالصّمد بن یزید نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ صَاحِبَ بِدْعَةٍ اَحْبَطَ اللهُ عَمَلَهٗ وَ اَخْرَجَ نُوْرَ الْاِسْلَامِ مِنْ قَلْبِهٖ۔ [۱۰۳/۴]

جو کوئی آدمی بدعت والے یعنی بدعت کو دوست رکھنے والے یا بدعت کے کام کرنے والے سے محبّت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اُس کے سارے عمل برباد کر دے گا اور اس کے دل سے اسلام کا نُور نکال دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اہلِ بدعت سے دوستی اور محبّت رکھنے کی نحوست ایک تو یہ ہوگی کہ اللہ تعالےٰ اس کی نیکیاں برباد کر دے گا یعنی قبول نہ کرے گا۔ اور دوسری نحوست یہ ہوگی کہ اہلِ بدعت کے ساتھ محبّت کرنے والے کے دل سے اسلام کی نُورانیت سلب کر لی جائے گی۔ مثلاً جیسے کسی کی آنکھوں کا نُور یعنی آنکھوں کی بینائی چھین لینے کی وجہ سے وہ آدمی بے نُور اور اندھا ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں ظاہری اشیاء کے حسن و قبح، بُرائی بھلائی کے دیکھنے سے محروم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح بدعت والوں کی محبّت کرنے والا آدمی اپنے دل کے نُور یعنی نُورِ بصیرت سے محروم اور اندھا ہو جاتا ہے اور پھر دل کے اندھا ہو جانے کی وجہ سے اُس میں آخرت کی بُرائی بھلائی دیکھنے اور تمیز کرنے کی صلاحیّت باقی نہیں رہتی، اور یہی ہے اس کے دل کا اندھا ہو جانا جیسے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ[ع]

یعنی اُن کی آنکھیں تو اندھی نہیں ہیں، ہاں اُن کے دل سینوں میں اندھے ہو گئے ہیں۔

جس راہ پر بدعتی دیکھو وہ راہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرو حضرت عبدالصمد بن یزید کا بیان ہے کہ فرمایا حضرت فضیلؒ نے:

اِذَا رَأَيْتَ مُبْتَدِعًا فِيْ طَرِيْقٍ فَخُذْ فِيْ طَرِيْقٍ آخَرَ۔

جب تُو کسی بدعتی کو ایک راستہ میں دیکھے تو تجھے چاہیئے کہ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلے۔

ع سورہ الحج - آیۃ ۴۶

وَ قَالَ لَا يَرْتَفِعُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَمَلٌ۔ ۱۰۳

اور حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا۔ اہلِ بدعت یعنی بدعات سے محبت کرنے والے اور بدعت کے کام کرنے والے کا کوئی عمل اللہ عزّوجل کے یہاں نہیں پہنچتا۔

تشریح: حضرت فضیلؒ کے اس قول کا مطلب کہ "بدعتی کی راہ چھوڑ کر تم دوسری راہ اختیار کرو" یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو، اہلِ بدعات کی صحبت اور اُن کے ہمسفر بننے سے بھی خود کو بچانا چاہیئے۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اہلِ بدعت کے طریقہ کی مخالفت کرو، یعنی جو راستہ اُس نے اپنے دین کے لئے تجویز کیا ہے، تم اُس راستہ پر ہرگز نہ چلو، کیونکہ بدعتی کا کوئی عمل بھی اللہ کے یہاں قبولیت کے لئے نہیں پہنچتا۔

بدعتی کی مدد کرنا، اسلام کے ڈھانے میں مدد کرنا ہے حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

مَنْ اَعَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔

جس آدمی نے بھی اہلِ بدعت کی اعانت مدد کی پس تحقیق اُس نے مدد کی اسلام کے ڈھانے اور اسلام کے منہدم کرنے پر۔

یعنی اہلِ بدعات کی مدد کرنا ایسا فعل اور ایسا گناہ ہے جیسے کوئی شخص مدد کرے اُس آدمی کی جو اسلام کی بنیادیں اکھیڑ رہا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص اہلِ بدعات کی اعانت اور سرپرستی کرتا ہے۔ بظاہر تو وہ اُن کی مدد کرتا ہے مگر حقیقت میں ایسا آدمی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں اور نشانیوں کے مٹانے اور اسلام کے ڈھانے پر مدد کر رہا ہے۔ کیونکہ جہاں بدعت آئے گی، سُنّت رخصت ہو جائے گی اور جب تک سُنّت کی حکمرانی رہے گی، بدعت بھاگتی چلی جائے گی۔ اسے تم ایسا سمجھو کہ جب آفتاب طلوع ہو گا، دن آئے گا اور رات بھاگ جائے گی، اور جب رات آ جائیگی تو دن نہیں رہنے گا۔ بدعت ظلمت اندھیری ہے، اور سُنّت نُور یعنی روشنی ہے۔ پس جو آدمی دین میں بدعت لانے کی کوشش کرتا ہے وُہ حقیقت میں شمعِ نبوّت کو گل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی، نُورانی صفات کی حامل ہے۔ اس لئے آپ کی ہر ہر سُنّت بھی نُورانی، اور آپ کا دیا ہوا سارا دین نُورانی ہے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی مان لینے کے بعد، آپ کی پوری اُمّت پر اپنے نبی کے طریقوں کی پیروی لازم ہے، اور جب اُمّت کا

جلد اوّل

کوئی فرد بھی سُنّت کی پیروی سے مستثنیٰ نہیں تو پھر کسی کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کے مقابلہ یا سُنّت کے مقابلہ میں اپنی طرف سے کوئی طریقہ رائج کرے، یا دین میں کسی دوسرے کی کوئی سُنّت جاری کرے۔ خواہ ایسا کرنے والا عالم ہو یا ولی، بادشاہ ہو یا فقیر۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے دین کے مقابلہ میں بدعات یعنی نئی نئی چیزوں کے دین میں جاری کرنے والے گستاخ اور بے ادب آدمی کی مدد کرنا ایسا ہے جیسے اسلام کو مٹانے میں، اسلام کے مٹانے والوں کی مدد کرنا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی شیریں دریا کی مانند ہے۔ اس دریا سے جو نہریں نکلیں گی وہ شیریں ہوں گی فصل کو یعنی دین اور اعمال کو بھی سرسبز کریں گی اور زمین قلب کو بھی آباد کریں گی۔ اہلِ بدعات، بدعتی لوگوں کی مثال کڑوے سمندر کی مانند ہے کہ اس سے جتنی نہریں نکلیں گی، وہ سب کی سب کڑوی ہوں گی، جن کا پانی فصل یعنی ایمان کو برباد کردے گا اور زمین یعنی دل کو بنجر اور ویران بنادے گا۔

مؤمن کو دیکھنا دل کو روشن بنا دیتا ہے اور اہلِ بدعت کو دیکھنا بے نُوری لاتا ہے حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

نَظَرُ الْمُؤْمِنِ اِلَی الْمُؤْمِنِ جِلَاءُ الْقَلْبِ وَ نَظَرُ الرَّجُلِ اِلٰی صَاحِبِ الْبِدْعَةِ یُوْرِثُ الْعَمٰی۔ ۱۰۳

ایمان والے کا ایمان والے کو محبّت و اعتقاد سے دیکھنا، قلب کا جلاء ہے یعنی دل کو روشن بنا دیتا ہے۔ اور آدمی کا اہلِ بدعت کو محبّت و اعتقاد سے دیکھنا، آدمی میں اندھاپن اور بے نُوری لاتا ہے اور کور دلی کا باعث ہے۔ یعنی اہلِ بدعت کو بزرگ اور قابلِ احترام سمجھ کر دیکھنے سے دیکھنے والے میں خود بخود بے نُوری اور اندھاپن پیدا ہو جاتا ہے۔

مسلمان کو اہلِ بدعت کے پاس مشورہ کیلئے بھیجنا اسلام میں کھوٹ کی ملاوٹ کرنا ہے حضرت عبدالصمد بن یزیدؒ کا بیان ہے کہ حضرت فضیل نے فرمایا:

مَنْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَاوَرَهٗ فَقَصَرَ عَمَلَهٗ فَدَلَّهٗ عَلٰی مُبْتَدِعٍ فَقَدْ غَشَّ الْاِسْلَامَ۔ ۱۰۳

جلد اوّل

جس آدمی کے پاس کوئی شخص مشورہ لینے کے لئے آیا، اور اُس نے اُس کے کام میں کوتاہی کی، یعنی اپنے کو اس کے لائق نہ جان کر، اپنی جان چھڑانے کی غرض سے کسی اہلِ بدعت یعنی بدعتی آدمی کے پاس بھیج دیا، اُس نے اسلام میں کھوٹ ملا دیا، اور اسلام کے ساتھ دھوکہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس کی راہ نمائی نہیں کر سکتا تھا تو اُسے چاہیئے تھا کہ سُنّت کے پابند اور سُنّت کا اہتمام کرنے والے کے پاس بھیج دیتا، تاکہ وہ بدعتی کو دیکھنے اور اس کی صُحبت کی نحوست سے محفوظ رہتا۔ اور اسلام کے ساتھ کھوٹ کی ملاوٹ کرنے اور دھوکہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مشورہ لینے کے لئے آنے والا آدمی، اُس کی ایمانداری اور اسلام کو دیکھ کر آیا تھا، مگر اُس نے آنے والے کو اس کے اسلامی اعتماد کے متعلق دھوکہ دیا، اور اس کو صحیح آدمی کے پاس بھیجنے کے بجائے غلط آدمی کے پاس بھیج کر گویا اسلامی دیانت میں ملاوٹ کر دی۔

اللہ کے دوستوں اور دشمنوں کی پہچان

حضرت فضیل رح نے فرمایا:

اِنّی اُحِبُّ مَنْ اَحَبَّهُمُ اللّٰهُ وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْلَمُ مِنْهُمْ اَصْحٰبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبْغِضُ مَنْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ وَهُمْ اَصْحٰبُ الْاَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ۔ ۱۰۳/۱۷

یقین جانو، میں محبّت کرتا ہوں اُس سے جس سے اللہ تعالےٰ محبّت فرماتا ہے، اور وہ وہ لوگ ہیں جن کی طعنہ زنی اور بدگوئی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب محفوظ رہیں۔ اور میں نفرت کرتا ہوں اور دشمنی رکھتا ہوں اُس سے جس سے اللہ تعالےٰ نفرت کرتا اور دشمنی رکھتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور حضور کی مبارک سنّتوں کو چھوڑ کر بدعات میں مُبتلا ہیں۔

حضرت فضیل رح کی نفرت اہلِ بدعت کے ساتھ

حضرت فضیل رح نے فرمایا:

لَاَنْ آكُلَ عِنْدَ الْيَهُوْدِى وَالنَّصْرَانِى اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ اَنْ آكُلَ عِنْدَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ فَاِنِّىْ اِذَا اَكَلْتُ عِنْدَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ اِقْتَدٰى بِىَ النَّاسُ۔ ۱۰۳

"البتہ میں یہودی اور نصرانی کے یہاں کھانا کھاؤں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں کھانا کھاؤں بدعتی کے یہاں، کیونکہ جب میں یہود و نصاریٰ کے یہاں کھانا کھاؤں گا تو لوگ اُس کام میں میری اقتدا نہیں کریں گے، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اسلام کے دشمن ہیں۔ اور جب میں بدعتی کے یہاں کھانا کھاؤں گا تو لوگ میری اقتدا کریں گے اور گمراہ ہو جائیں گے۔"

مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے یہاں کھانا بھی اگرچہ بُرا ہے مگر یہ بُرائی میری ذات تک محدود رہیگی اور اُس کا اثر دوسرے لوگوں پر نہیں پڑے گا۔ اور بدعتی کے یہاں کھانا بھی بُرا ہے، مگر یہ بُرائی ایسی ہے کہ میری ذات تک محدود نہیں رہے گی، بلکہ اس کا اثر دوسرے لوگوں پر پڑے گا، اور بدعتی کے متعلق اُن کا یہ گمان ہوگا کہ یہ اچھا آدمی ہے، جس کے باعث خطرہ اس امر کا ہے کہ لوگ اُس سے ملیں جُلیں گے تو ان کے اعمال و عقائد بُری طرح متاثر ہوں گے ——— حضرت فضیل رح یہ بھی فرماتے تھے:

اُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حِصْنٌ مِّنْ حَدِيْدٍ۔

"میں تو چاہتا ہوں کہ میرے اور بدعتی کے درمیان لوہے کا قلعہ حائل ہو جائے"۔ سیدنا حضرت فضیل بن عیاض رح کا اس قول سے منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ میں بدعتی کے پاس جا سکوں اور نہ وہ میرے پاس آسکے۔ اور فرمایا کرتے:

عَمَلٌ قَلِيْلٌ فِيْ سُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ صَاحِبِ بِدْعَةٍ۔

"سُنّت کی حدود میں رہتے ہوئے تھوڑا عمل بھی بہت بہتر ہے، بدعتی آدمی کے بڑے بڑے اعمال سے"

بدعتی کا مصاحب حکمت سے محروم ہے، بدعتی کے پاس بیٹھنے والے سے بھی بچو | حضرت فضیل رح نے فرمایا:

مَنْ جَلَسَ مَعَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ لَمْ يُعْطَ الْحِكْمَةَ وَمَنْ جَلَسَ اِلٰى صَاحِبِ بِدْعَةٍ فَاحْذَرْهُ۔

جو آدمی بدعتی کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے اور اُس کی مجلس میں آنا جانا رکھتا ہے، اُسے حکمت نہیں دی جاتی۔ یعنی بدعتی کی صحبت میں بیٹھنے والے کو اللہ تعالیٰ حکمت یعنی نورِ ایمان اور دین کی سوجھ بوجھ عطا نہیں کرتا

جلد اول

حضرت فضیلؒ نے فرمایا - میں تو کہتا ہوں کہ جو شخص بدعتی کی صحبت میں بیٹھنے کو اختیار کرتا، اور اُس کی مجلس میں آنا جاتا رہتا ہے ایسے آدمی کے پاس بیٹھنے سے بھی بچو اور خود کو اُس کے بُرے اثرات سے بچاتے رہو۔

حکمت کے معانی اور اس کا مقام

دین میں حکمت کا مقام، نبوت کے بعد بہت اُونچا مقام ہے۔ قرآن پاک کے پہلے سپارہ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بناءِ کعبہ کے وقت یہ دُعا کی تھی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ اے ہمارے رب اور اُٹھائیو، اُن میں سے ایک رسول، جو اُنہیں پڑھ کر سُنائے تیری آیتیں، اور اُن کو کتاب کی تعلیم دے اور سکھائے اُن کو حکمت، اور پاک طینت بنائے اُن کو۔ بیشک تو ہی ہے سب سے زیادہ زور اور طاقت والا، اور حکمت و دانائی والا۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں یہ بھی ارشاد ہے۔ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ط اور جسے حکمت مل گئی اس کو بہت ہی خیر مل گئی۔ اور صحیح بخاری میں ہے حدثنا مسدد ثنا عبد الوارث عن خالد عن عکرمة عن ابن عباس، قال ضمّنی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم الی صدرہٖ وقال اللّٰھمّ علّمہ الحکمة (بخاری ج ۱ ص ۵۳۱) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور اس حال میں فرمایا، "اے اللہ اس کو حکمت کا علم دے دے" معلوم ہوا کہ حکمت بہت اُونچی چیز ہے جس کے علم کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابنِ عباسؓ کو دُعا دی اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت ابنِ عباسؓ کو صحابہ میں حبرُ الاُمّة کا علّامہ کہا جاتا تھا۔ اور حضرت عمرؓ اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت ابن عباس کو اپنی مجلس میں خاص جگہ پر بیٹھاتے تھے اور اُن سے پیچیدہ مسائل دریافت فرماتے تھے۔ اب رہ گئی یہ بات کہ حکمت کا کیا مطلب ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟ چنانچہ بخاری شریف کے حاشیہ میں کتاب فتح الباری کے حوالہ سے یہ لکھا ہے۔

واختلف فی المراد بالحکمة ھنا	حکمت کے معنی میں مختلف اقوال ہیں وہ یہ ہیں۔
فقیل الاصابة فی القول و قیل	۱: جو بات کہے انجام کار وہ صحیح ہو۔ ۲: اللہ کی

جلد اوّل

الفهم عن الله و قيل ما يشهد العقل بصحته و قيل نور يفرق به بين الالهام والوسواس وقيل سرعة بالصواب وقيل غير ذٰلك وكان ابن عباس من اعلم الصحابة بتفسير القرآن۔

طرف سے اُسے فہم یعنی دین کی سمجھ دیدی جائے۔ ۳: حکمت ایک نُور ہے جس کے ذریعہ آدمی یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے دل میں ڈالی گئی ہے یا شیطان کی طرف سے وسوسہ دل میں ڈالا گیا۔ ۴: جس شخص کو حکمت ملتی ہے وہ شخص بغیر کسی خاص غور و فکر کے بہت جلد مسائل کو سُلجھا دیتا ہے اور صحیح صحیح جواب دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حکمت کے یہ معانی ہیں دانائی، عقل، فکرِ سلیم جس میں خطا نہ ہو۔ اور حکمت اس علم کو کہتے ہیں جس میں موجودات کے حالات، ان کی خصوصیات، حقیقت اور ماہیت سے بقدر طاقت بشری بحث کی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کے واسطے مُفید اور مُضر باتوں یعنی اصلاحِ تمدّن اور زندگی کو راحت کیساتھ گذارنے کے اُصول قاعدوں اور اس کی تدبیروں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حکیم اُس شخص کو کہتے ہیں جو یہ علم جانتا ہو اور اس پر عمل کرتا ہو۔ اگر عمل نہ کرے تو وہ حکیم نہیں بلکہ وہ عالم ہے۔ انبیاء کا رتبہ حکیموں سے بڑھ کر ہے اور انبیاءؑ کے بعد سب سے اعلیٰ مرتبہ حکماء یعنی حکیموں کا ہے۔ کیونکہ حکیموں کا علم انہی باتوں تک پہنچتا ہے جو عقلِ انسانی کی حدود میں ہیں۔ اور انبیاء اُن باتوں کو بھی جانتے ہیں جو عقل کی رسائی سے برتر ہیں (لغات الحدیث مختصراً جلد ا، ص۱۱۲) یہ سب تفصیل اس لئے لکھی گئی ہے کہ حضرت فضیلؒ نے کئی جگہ علماء، اور حکماء، اور علم و حکمت کے متعلق وضاحتیں فرمائی ہیں۔ حَکَمَۃٌ کے معنی لگام، مرتبہ اور شان کے ہیں۔ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا تَوَاضَعَ رَفَعَ اللّٰهُ حَكَمَتَهٗ۔ بندہ جب عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا مرتبہ اور اس کی شان بڑھا دیتا ہے۔

اہلِ بدعت پر اعتبار نہ کرو، نہ مشورہ لو حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا:

وَصَاحِبُ بِدْعَةٍ لَا تَأْمَنْهُ عَلٰى دِيْنِكَ وَلَا تُشَاوِرْهُ فِيْ اَمْرِكَ۔

اہلِ بدعت کو اپنے دین پر امین نہ بناؤ اور اپنے دینی کاموں میں اُس پر اعتبار نہ کرو، اور نہ اپنے

دوسرے کاموں میں اُس سے صلاح مشورہ لو۔ مطلب یہ ہے کہ بدعتی آدمی کو نہ اپنا پیر بناؤ، نہ اپنا اُستاد بناؤ اور نہ اس سے مسئلہ پوچھنا چاہیئے اور نہ ہی اپنے دوسرے کاموں میں اُس سے صلاح مشورہ لینا چاہیئے۔
اور حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا:

وَلَا تَجْلِسْ اِلَیْہِ فَمَنْ جَلَسَ اِلَیْہِ وَرَّثَہُ اللّٰہُ الْعَمٰی۔

خبردار اہلِ بدعت کی مجلس میں جا کر ہرگز اس کے پاس نہ بیٹھنا۔ اس لئے کہ جو کوئی بھی اُس کے پاس بیٹھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اندھا بنا دے گا۔ یعنی بدعتی کی مجلس اور صحبت میں جو مسلمان بھی اعتقاد سے بیٹھتا ہے، خواہ وہ کسی درجہ کا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں بے بصری پیدا کر دیتا ہے یعنی اُس کی ایمانی بصیرت اللہ تعالیٰ چھین لیتا ہے جس طرح آنکھوں سے اندھے آدمی کو دُنیا کی چیزیں نظر نہیں آتیں، اسی طرح دل کے اندھے کو آخرت کی بھلائی بُرائی نظر نہیں آتی۔

حضرت فضیلؒ نے فرمایا | میرے خیال میں اہلِ بدعت سے نفرت کرنے والے بخشے جائیں گے چاہے اُن کے عمل تھوڑے بھی ہوں

وَاِذَا عَلِمَ اللّٰہُ مِنْ رَجُلٍ اَنَّہٗ مُبْغِضٌ لِصَاحِبِ بِدْعَۃٍ رَجَوْتُ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاِنْ قَلَّ عَمَلُہٗ فَاِنِّیْ اَرْجُوْ لَہٗ لِاَنَّ صَاحِبَ السُّنَّۃِ یُعْرَضُ کُلُّ خَیْرٍ وَصَاحِبُ الْبِدْعَۃِ لَا یُرْتَفَعُ لَہٗ اِلَی اللّٰہِ عَمَلٌ وَاِنْ کَثُرَ عَمَلُہٗ۔ ۱۰۴

اور جب کسی آدمی کے متعلق اللہ تعالیٰ کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اہلِ بدعت کو دوست نہیں رکھتا تو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا خواہ اس کے عمل قلیل ہوں، مگر اس کے باوجود میں اس کی بخشش کی قوی اُمید رکھتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ سُنّت یعنی سُنّت کی تابعداری کرنے والے کی ہر نیکی بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتی ہے، اور اہلِ بدعت کا کوئی عمل اللہ کے دربار میں قبول ہونے کے واسطے اللہ کے سامنے پیش بھی نہیں کیا جاتا، چاہے اس کے عمل کتنے ہی زیادہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ بدعتی کا کوئی عمل بدعت کی نحوست اور گندگی کی وجہ سے دربار الٰہی میں نہیں پہنچتا۔ جب اس کا عمل پہنچتا بھی نہیں تو قبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۰۴ حلیۃ الاولیاء ج ۸

اللہ تعالیٰ اہلِ بدعت کو شفقت کی نظر سے نہیں دیکھتا | حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً یَطْلُبُوْنَ حِلَقَ الذِّکْرِ فَانْظُرْ مَعَ مَنْ یَکُوْنَ مَجْلِسُکَ لَا یَکُوْنُ مَعَ صَاحِبِ بِدْعَۃٍ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَعَلَامَۃُ النِّفَاقِ اَنْ یَقُوْمَ الرَّجُلُ وَ یَقْعُدُ مَعَ صَاحِبِ بِدْعَۃٍ۔

اللہ کے خاص فرشتے ذکر کے حلقے ڈھونڈھتے پھرتے ہیں یعنی اللہ کے ذکر کے حلقوں اور مجلسوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں، پس تجھے چاہیئے کہ تُو دیکھے کہ تُو کس کے ساتھ بیٹھے گا یعنی کسی آدمی کے پاس بیٹھنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لے کہ یہ آدمی بدعتی تو نہیں ہے اور تُو ہمیشہ ہمیشہ اس کا خیال رکھ، کہ تیری مجلس نشست و برخاست اس آدمی کے ساتھ نہ ہو جو صاحبِ بدعت ہو اور اُسے سُنّت سے پیار نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ایک نظر بھی نہیں دیکھتا جو بدعت سے محبّت رکھتے ہوں اور سُنّت سے نفرت۔ اور نفاق کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ آدمی بدعتی کے پاس اُٹھتا بیٹھتا ہو۔

میں نے سب اللہ والے سُنّت کے پابند پائے | حضرت فضیل بن عیاضؒ فرمایا کرتے تھے:

وَاَدْرَکْتُ خِیَارَ النَّاسِ کُلُّھُمْ اَصْحَابُ سُنَّۃٍ وَ ھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْ اَصْحَابِ الْبِدَعِ۔

اور میں جتنے اللہ کے نیک بندوں سے ملا، سب کو حضورؐ کی سُنّتوں کا پابند پایا، اور وہ سب کے سب اپنے لوگوں کو اہلِ بدعات سے دُور رہنے کی تاکید کرتے تھے۔

اللہ کے کچھ خاص بندے ہیں جن کے دم سے دُنیا قائم ہے | حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا یُحْیِیْ بِھِمُ الْعِبَادَ وَالْبِلَادَ وَھُمْ اَصْحَابُ سُنَّۃٍ مَنْ کَانَ یَعْقِلُ مَا یَدْخُلُ فِیْ جَوْفِہٖ مِنْ حِلِّہٖ کَانَ فِیْ حِزْبِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

بیشک اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے سبب اور وسیلہ سے اللہ تعالیٰ آدمیوں اور ان کی آبادیوں کو زندہ رکھتا اور آباد رکھتا ہے۔ اور اس قسم کے خاص بندے جن کے وجود سے دُنیا اور دُنیا والے آباد ہیں وہ لوگ ہیں جو سُنّت والے ہیں۔ یعنی جن کی زندگی سُنّت کے اہتمام اور سُنّت کی پابندی میں گذرتی ہے اور جو آدمی

اپنے پیٹ میں لقمہ داخل کرتے وقت اس بات کی تمیز کرے اور خیال رکھے کہ یہ لقمہ حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے یا حرام سے۔ ایسا آدمی اللہ کی جماعت سے وابستہ اور اس کے لشکر میں شامل اور اُس کی خاص حفاظت میں رہے گا۔

بدعت سببِ مصیبت و بلاء ہے حضرت فضیل بن عیاضؒ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

مِنْ عَلَامَةِ الْبَلَاءِ اَنْ يَكُوْنَ الرَّجُلُ صَاحِبَ بِدْعَةٍ ۱۰۸

"بلائیں آنے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ آدمی بدعتی بن جائے"۔

مطلب یہ ہے کہ بلاؤں اور مصیبتوں کے آنے کی نشانی یہ ہے کہ آدمی سُنّت کے مبارک طریقے چھوڑ کر بدعات کے طریقے اختیار کر لیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سُنّت سببِ رحمت و رجاء ہے اور بدعت سببِ مصیبت و بلاء ہے۔ حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نُورانی طریقوں کو آدمی جس شعبہ میں بھی اختیار کرے گا اس پر اللہ کی رحمتیں آئیں گی جو اس کی عافیت اور سلامتی کی کفیل ہوں گی۔ اور جب وہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو چھوڑ کر اُن کی جگہ بدعات کو اختیار کرے گا تو اللہ کی رحمتیں اُس سے دُور رہیں گی جس کی وجہ سے بدعتی آدمی مصیبتوں اور بلاؤں کا شکار ہوں گے اور اُن کا امن و عافیت کے ساتھ زندگی گذارنا ناممکن اور محال ہو جائے گا۔

بے دین آدمی کے ساتھ شادی کرنا حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

مَنْ زَوَّجَ كَرِيْمَتَهُ مِنْ فَاسِقٍ فَقَدْ قَطَعَ رَحِمَهَا۔ ۱۰۳

جس کسی نے اپنی بہن بیٹی وغیرہ کو فاسق کے نکاح میں دیدیا، اُس نے اُس کا رحم یعنی حقِ قرابت قطع کر دیا۔

مطلب یہ ہے کہ فاسق اور بے دین آدمی کے ساتھ اپنی لڑکی وغیرہ کا نکاح کر دینا ایسا بُرا ہے جیسے اُس کے ساتھ قطع رحمی کرنا اور قرابت کے تعلق کو توڑ لینا بُرا ہے۔ یا فاسق اور بے دین آدمی کے ساتھ اپنی لڑکی اور ہمشیرہ بہن وغیرہ کا نکاح کرنا ایسا گناہ ہے جیسے ان سے قرابت اور رشتہ داری توڑ دینے سے گناہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بچیوں کا رشتہ کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ اپنی بچی کو بے دین آدمی کے حوالہ نہ کر دیں۔

فاسق کسے کہتے ہیں فَاسِقٌ، فِسْقٌ اور فُسُوْقٌ سے بنا ہے۔ معنی یہ ہیں، حق و صلاح کے راستہ سے

ہٹ جانا، یعنی دینِ حق اور شریعت کو چھوڑ کر بے دین بن جانا، بدکار ہونا، شریعت کے احکام اور اسلام کی قیود سے آزاد ہو جانا، یا دین کی باتوں کو بے وقعت سمجھنا۔ اور فاسق اس کو کہتے ہیں جو یہ صفتیں اختیار کرلے۔ فاسق کی جمع فُسَّاقٌ، فَسَقَةٌ، فَاسِقُوْنَ آتی ہے۔ اور نہایہ ج ۳ ص ۴۴۶ میں ہے۔ اصل الفسوق الخروج عن الاستقامة والجور، وبه سُمّی العاصی فاسقاً، الی آخرہٖ۔

ذِکر و فکر

حدیث و قرآن میں بار بار جس ذِکر کا بیان آتا ہے اُس ذکر سے مراد تَمْجِیْدُ اللهِ تَعَالیٰ وَتَقْدِیْسُهٗ وَتَسْبِیْحُهٗ وَ تَهْلِیْلُهٗ وَالثَّنَاءُ عَلَیْهِ بِجَمِیْعِ مَحَامِدِهٖ، یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی والی صفات کا زبان یا عمل سے اظہار کرنا۔ مثلاً کلمہ تمجید پڑھنا، سُبْحَانَ اللهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، قُدُّوْسٌ، قُدُّوْسٌ وغیرہ اللہ کی صفتوں والے ناموں کے ساتھ اللہ کو یاد کرنا، یا اُس کے ذاتی نام سے مثلاً اَللّٰہ کے لفظ کے ساتھ مسمّٰی یعنی ذاتِ الٰہی کو یاد کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ "ذِکْرُ اللهِ" اللہ تعالیٰ کی پاکی و بزرگی بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ نماز و دُعا کو بھی ذکر کہتے ہیں۔ اَلذِّکْرَةُ کے معنی یاد کے ہیں۔ قرآن پاک کی صفت وَهُوَ الذِّکْرُ الْحَکِیْمُ، بڑا قابلِ عزّت اور نہایت پختہ کلام، بڑے بچے تُلے الفاظ والا مُحْکَمٌ جو اختلاف سے صاف ستھرا ہے۔ یہاں ذِکر سے مراد بزرگی اور بڑائی کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک نہایت قابلِ عزّت بزرگی والا اور قابلِ فخر کلام ہے۔

فکر کے معنی سوچنا، غور کرنا، تامّل اور فکر کرنا۔ اَلْفِکْرُ کے معنی غور و فکر کے ہیں، اس کی جمع "اَفْکَارٌ" آتی ہے۔ عربی کا محاورہ ہے مَالِیْ فِی الْاَمْرِ فِکْرٌ، یعنی مجھے اس معاملہ میں کوئی فکر نہیں یا کوئی دلچسپی نہیں۔ اور کہا جاتا ہے وَلِیْ فِی الْاَمْرِ فِکْرٌ، مجھے اس معاملہ میں فکر ہے۔ اَلْفِکْرَةُ، کسی کام یا کسی معاملہ کی فکر میں رہنا، اُس کی بھلائی بُرائی کے متعلق غور و فکر کرتے رہنا، اور اُس کے انجام کے متعلق سوچتے رہنا۔ اَلْفِکِّیْرُ وَ اَلْفَیْکَرُ، بہت سوچنے والا اور بڑا فکر کرنے والا آدمی۔ چونکہ اس عنوان کے تحت یہ ہی دونوں چیزیں بیان کی گئی ہیں، اس لئے ان کے سمجھانے کے لئے اُوپر چند سطور لکھی گئی ہیں۔

جلد اوّل

اَلْفِکْرَۃُ، جوہرِ عمل ہے حضرت عبدالصمد بن یزید نے بیان کیا کہ حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

قِیْلَ لِاِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ تُطِیْلُ الْفِکْرَۃَ قَالَ اَلْفِکْرَۃُ مُخُّ الْعَمَلِ۔ ۱۰۹

حضرت ابراہیم سے کہا گیا کہ آپ اتنی زیادہ گہری فکر میں کیوں رہتے ہیں تو ابراہیم نے جواب دیا، اَلْفِکْرَۃُ مُخُّ الْعَمَلِ، آخرت کی فکر میں رہنا اور اپنے انجام کے متعلق سوچتے رہنا تمام نیکیوں کا جوہر اور مغز ہے۔ اور حضرت فضیلؒ یہ بھی فرماتے تھے، اَلْفِکْرَۃُ ایک آئینہ ہے جو تجھے تیری نیکیاں اور تیری برائیاں دکھائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ آخرت کی فکر میں قلب میں صفائی اور چمک آئے گی، جس کا اثر یہ ہوگا کہ تجھے یہ نظر آنے لگے گا کہ یہ اچھے کام ہیں یا برے کام ہیں۔ اس کے علاوہ جب کوئی آخرت کی گہری فکر میں رہے گا تو اُسے اپنی بھلائی اور برائی نظر آئے گی۔

ذکر کرنے والا ذکر سے دو فائدے حاصل کرتا ہے حضرت ابراہیم بن الاشعث کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا

اَلذَّاکِرُ سَالِمٌ مِنَ الْاِثْمِ مَا دَامَ یَذْکُرُ اللہَ غَانِمٌ مِنَ الْاَجْرِ۔ وَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ مَنِ اسْتَوْحَشَ مِنَ الْوَحْدَۃِ وَاسْتَأْنَسَ بِالنَّاسِ لَمْ یَسْلَمْ مِنَ الرِّیَاءِ۔ ۱۰۹

ذکر کرنے والا جب تک کہ وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، ایک تو جبتک وہ ذکر کرتا رہے گا گناہ سے بچا رہے گا اور ذکر سے فارغ ہونے کے بعد ثواب مفت میں لوٹے گا۔ اور حضرت فضیلؒ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرماتے تھے، جو آدمی لوگوں سے علیحدگی میں بیٹھ کر اللہ کے ذکر سے گھبراتا ہے اور لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے میں اُنسیت اور دلچسپی رکھتا ہے، ایسا آدمی ریاء سے نہیں بچ سکے گا اور اخلاص سے محروم رہے گا۔

علم اور علماء

اللہ کے ناموں میں سے ایک نام علیم ہے۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ نہایہ میں ہے:

اَلْعَلِیْمُ ھُوَ الْعَالِمُ الْمُحِیْطُ عِلْمُہٗ	علیم اُس علم والے کو کہتے ہیں جس کا علم ساری

بِجَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ ظَاہِرِہَا وَبَاطِنِہَا دَقِیْقِہَا وَجَلِیْلِہَا عَلٰی اَتَمِّ الْاِمْکَانِ
چیزوں پر محیط ہو خواہ وہ چیزیں ظاہر ہوں یا مخفی ہوں، چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں، اور اس کا یہ علم پوری پوری تفصیل کے ساتھ ہو۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّکَ غُلَیْمٌ مُعَلَّمٌ۔ تو چھوٹا سا لڑکا ہے جس کو راہ صواب اور خیر کا منجانب اللہ الہام ہوتا ہے۔ (نہایہ ج ۳ ص ۹۲) لغات الحدیث جلد ۳ میں ہے۔ عَلَمٌ داغ دینا، نشان کرنا، چیرنا۔ عِلْمٌ جاننا، دریافت کر لینا، یقین کرنا۔ عَلَمٌ اوپر کا ہونٹ پھٹ جانا۔ تَعْلِیْمٌ علم کا یا ہنر کا سکھنا، کسی چیز پر نشان کرنا۔ عَلَمٌ جھنڈا، نشان۔ اِعْلَامٌ آگاہ کرنا، جتلانا۔ تَعَلُّمٌ سیکھنا۔ عَلِیْمٌ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا علم والا ہے کہ اُس کا علم تمام ظاہری باطنی، جزئی، کُلّی سب مخلوقات، اور ذرہ ذرہ پر ایسا محیط ہے کہ کوئی ذرہ آسمان میں ہو یا زمین میں، اُس کے علم سے باہر نہیں۔ اور ایسا علمِ محیط اور کُلّی علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کو نہیں ہے، وہ مخلوق خواہ فرشتہ ہو یا کوئی پیغمبر۔ ۱۸۳/۳۔ چونکہ یہ الفاظ قرآن وحدیث میں موقعہ بموقعہ استعمال ہوئے ہیں اور اُن میں بہت سے مسائل کا بیان ہے، لہٰذا بغرض تعلیم وتربیت وتبلیغ ان مواقع کی تفصیل لکھی جا رہی ہے۔

بخاری شریف میں ہے عَبْدٌ خَضِرٌ اَعْلَمُ مِنْکَ۔ اللہ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا۔ ایک بندہ خضر ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ یعنی علم کے دو شعبہ ہیں۔ علمِ تکوین[1]، علمِ تشریع[2]۔ اگرچہ موسیٰ علیہ السلام شریعت کے علم میں حضرت خضرؑ سے زیادہ علم والے تھے مگر حضرت خضر کو ایسا علم دیا گیا ہے جو حضرت موسیٰؑ کو نہیں دیا گیا وہ علمِ تکوین ہے۔ اور علمِ تکوین وہ علم ہے جو قدرت کے رازہائے سربستہ سے تعلق رکھے۔ اور بخاری شریف میں بھی آیا ہے، کَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا۔ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق صحابہؓ نے کہا کہ "ابوبکرؓ ہم لوگوں میں سب سے زیادہ علم اور سمجھ رکھنے والے ہیں"۔ اس واقعہ کی تفصیل بخاری شریف میں بروایت ابوسعید خدریؓ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ "ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا

دو باتوں کے درمیان، یا تو وہ دُنیا کی بہاریں جتنی چاہے مجھ سے لے لے، یا وہ میرے پاس جو اس کیلئے راحتیں اور نعمتیں ہیں اُن کو لے لے۔ پس اس بندے نے اُن نعمتوں کو اختیار کر لیا جو اُس کے پاس ہیں۔ یہ سُن کر ابو بکرؓ رو پڑے اور کہنے لگے آپ پر ہمارے باپ، اور مائیں قربان ہو جائیں۔ ابو سعیدؓ کہتے ہیں، ابو بکرؓ کی اس بات سے ہم لوگوں کو حیرانی ہوئی اور لوگ کہنے لگے۔ اس بوڑھے کو دیکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندہ کے متعلق قصہ سُنا رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کو دُنیا کی بہاروں اور آخرت کی نعمتوں کے بارے میں اختیار دیا ہے اور یہ بڑے میاں کہتے ہیں خدا کے پیغمبر آپ پر ہمارے باپ مائیں سب قربان ہو جائیں۔ پس بات یہ تھی کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا تھا کہ چاہے وہ دُنیا میں رہے اور چاہے تو آخرت میں کوچ کر آئے وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ابو بکرؓ ہم سب میں، سب سے زیادہ سمجھ دار تھے یعنی وہ بات کی گہرائی تک پہنچے۔ اور حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انّ من امنّ النّاس علیّ فی صحبته	بے شک سب سے زیادہ مجھ پر اپنا وقت اور اپنا مال
و ماله ابابکر و لو کنت متخذا	خرچ کرنے والا ابو بکر ہے اور اگر میں کسی کو اپنی اُمّت
خلیلا من امّتی لاتخذت ابابکر	میں سے خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ ہاں اسلام کی خلّۃ
الاخُلّۃ الاسلام لا تبقین فی	اور دوستی میں یہ بھی شامل ہے۔ کوئی کھڑکی مسجد میں کھلنے
المسجد خوخة الاّ خوخة ابی بکر	والی باقی نہ رکھی جائے، سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۵۲)

یعنی ابو بکر کے سوا سب لوگ اپنی اپنی کھڑکیاں جن سے وہ مسجد میں آتے ہیں بند کر لیں۔ محدّثین کہتے ہیں اس حکم کی وجہ یا تو حضرت ابو بکرؓ کی تکریم و تعظیم مقصود ہو، یا ابو بکر کی خلافت کے متعلق تنبیہ ہو کہ میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہوں گے اور ان کو مسجد میں بار بار آنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ۔ تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور اس کے معنی اور تفسیر کے ساتھ دوسروں کو بھی سکھلائے۔ یعنی دوسرے لوگوں کو قرآن کی تفسیر پڑھائے اور اس کے معنی اور

مطلب سمجھاتے۔ صحیح حدیث میں ہے لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ۔ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو جو اُس کا داہنا ہاتھ خرچ کرے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اپنی خیرات ظاہر نہ کرے۔ اپنی خیرات چھُپا کر دے۔ ایسی خیرات میں بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔

مشکوٰۃ میں ہے مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهٗ اَلْجَمَهُ اللّٰهُ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ۔ جو شخص دین کا مسئلہ جاننے کے باوجود بلا عذر چھپائے اور پوچھنے والے کو نہ بتلائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائے گا۔ اس علم سے مراد علمِ دین ہے۔ مثلاً کوئی شخص اسلام لانا چاہے اُس سے اسلام کے عقیدے اور ارکان پوچھے یا حرام و حلال کا مسئلہ پوچھے یا اُس کے علاوہ دوسرے شرعی مسائل دریافت کرے اور وہ جان بوجھ کر وقت ہوتے ہوئے بھی نہ بتلائے، تو ایسے شخص کے لئے یہ وعید ہے لیکن دُنیادی علوم و فنون، ہُنر اور پیشے نسخوں اور دواؤں کے عُلوم کو چھُپانا جائز ہے اور اس حدیث کی وعید میں وہ نہیں آتا۔ اگرچہ اچھا یہی ہے کہ ان عُلوم کے سکھانے میں بھی بخیلی نہ کرے تاکہ وہ فن دوسرے آدمیوں کے کام آئے اور اسے اُن کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا ثواب ملے گا۔

اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔ دیکھو قرآن حدیث کا علمٔ دین کا علم ہے۔ پہلے غور کر لو کہ کس شخص سے تم اس کو حاصل کرنے لگے ہو۔ یعنی خوب سوچ سمجھ کر نیک اور پرہیزگار، بے طمع عالم سے دین کا علم حاصل کرو۔ ورنہ بے راہ اور گمراہ ہو جاؤ گے۔ مثلاً بے دین عالم سے دین حاصل کروگے تو بے دین ہو جاوگے اور بدعتی عالم یا پیر سے اگر تم دین سیکھو گے تو وہ تم کو بدعتی بنا دیگا۔

حدیث میں ہے اَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ۔ جن چیزوں کا ثواب آدمی کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے اُن میں سے ایک وہ علم ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ مثلاً دینی کتابیں وقف کرنا، یا اُن کی تصنیف اور تالیف کرنا یا اپنے مال سے دینی کتابیں چھپوا کر اُن کی اشاعت کرنا، یا علمِ دین کی تعلیم کے لئے مدرسہ بنا دینا، لوگوں کی دینی تربیت کے لئے خانقاہ تعمیر کرانا، یا کوئی آدمی لوگوں کو دین اور دین کا علم سکھائے، وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کے اخلاق، اعتقادات اور اعمال صالح بنائے۔

فَعِلْمٌ فِی قَلْبٍ فَذٰلِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ فِی اللِّسَانِ فَذٰلِکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ۔
پس ایک علم تو قلب میں ہے یعنی باطن کا علم، اس کو نفع دینے والا ہے۔ دوسرا علم زبان میں ہے یعنی علم ظاہر یہ اللہ کی حجّت ہے۔ جس کی وجہ سے مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کے جوابات دیئے جاتے ہیں دونوں علموں کا یہاں پر ذکر ہوا ہے اور دونوں علموں یعنی علمِ باطن اور علمِ ظاہر کا حاصل کرنا ضروری ہے۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دُعا یہ بھی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ۔ خدا تعالیٰ مجھے اس علم سے بچائے جس سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَھْلًا۔ بعض عُلوم ایسے بھی ہیں جن کا نام تو علم ہے مگر ہیں وہ جہالت اور نادانی۔ جیسے جفر، رمل، سحر اور شعبدہ وغیرہ کا علم کہ یہ سب عُلوم جہالت ہی جہالت ہیں۔
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ عِلْمَکَ فِیْنَا۔ یا اللہ تجھ کو جو ہمارے گناہ معلوم ہیں، ان سب کو بخش دے۔
وَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِہٖ۔ جو شخص نااہل کو علم سکھلائے وہ ایسا ہے جیسے سوروں خنزیروں کو کوئی چاندی سونے کا زیور پہنائے۔

لَمْ یُنْکِرْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتْوٰی غَیْرِہٖ فِیْ زَمَانِہٖ لِاَنَّہٗ صَدَرَ عَنْ تَعْلِیْمِہٖ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ جو فتویٰ دیتے تھے، آپ اُن پر انکار نہیں کرتے تھے یعنی اُنہیں منع نہیں کرتے تھے کیونکہ اُن کے فتوے خود آنحضرتؐ کی تعلیم کے زیرِ اثر تھے۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں چودہ[۱۴] صحابہ فتویٰ دیا کرتے تھے لیکن یہ اس وقت ہوتا تھا جب آنحضرتؐ اس مجلس میں تشریف فرما نہ ہوتے۔ اگر آپ خود تشریف فرما ہوتے تو پھر کوئی صحابی اس وقت فتویٰ نہیں دیتا تھا۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ آپ کی موجودگی میں بھی جواب دے دیتے تھے۔ جیسے منقول ہے کہ ابو طالب نے اپنی بیماری میں آنحضرتؐ سے کہلا بھیجا کہ میں بیمار ہوں اور کمزور ہو گیا ہوں۔ تم جس بہشت کی خوشخبری دیا کرتے ہو، اس میں سے کچھ میوہ مجھ کو بھیج دو۔ ابوبکرؓ نے یہ سُن کر جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہشت کا پانی اور میوہ کافروں پر حرام کر دیا۔
عُلَمَاؤُھُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِھِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَۃُ

وَفِیہِمْ تَعُوْدُ۔ پوری حدیث یہ ہے۔ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔اگر لوگوں سے پوچھو کہ تم کون ہو، تو کہیں گے کہ ہم مسلمان ہیں مگر اسلام کے ادب قاعدوں سے مسلمان ناواقف ہوں گے کافروں کی رسمیں اُن میں جاری ہوں گی۔اور قرآن کی صرف تحریر رہ جائے گی۔قرآن میں لکھے ہوئے صرف لفظ ہوں گے مگر نہ کوئی سمجھ کر پڑھے گا، نہ اُن پر عمل کرے گا۔یا اس کا مطلب یہ ہو کہ قرآن کو بھی اس زمانہ کے مسلمان رسمی بنالیں گے۔یعنی کسی کے مرنے جینے یا بیماری پر اس کا ختم کرالیں گے۔مگر اس زمانہ کے مسلمانوں کو نہ قرآن کے سمجھنے سے کوئی غرض ہوگی نہ اس پر عمل کرنے سے۔اُن کی مسجدیں ظاہر میں تو خوب آراستہ سجی ہوئی ہونگی شیشے لگے ہوئے ہوں گے، رنگ و روغن، بیل بوٹے، سونے کے پانی چڑھا کر، جھاڑ فانوس لٹکا کر اُن کو سجایا جائے گا۔بجلی کے قمقموں سے انہیں روشن کیا جائے گا۔مگر وہ ہدایت سے ویران اور اُجڑی ہوئی ہونگی قرآن و حدیث کے مطابق ان میں عمل نہ ہوگا، بلکہ ان مسجدوں میں قرآن و حدیث پر عمل کرنے والوں کی نصیحت سُننا بھی لوگ پسند نہ کریں گے۔ہاں بدعات اور غلط محفلیں جو شریعت کے خلاف ہوں گی، ان مسجدوں میں ذوق شوق سے منعقد کرائیں گے۔اس زمانہ کے عالم اور مولوی صاحبان، آسمان کی سطح کے نیچے جسقدر بھی آدمی موجود ہیں، سب میں بدتر اور بُرے ہوں گے۔مولوی صاحبان، مولانا پیر مُرشد بن کر لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جائیں گے اور اُنہیں شریعت سے ہٹائیں گے۔دُوسروں کو پرہیزگاری اور دین داری کی تلقین کریں گے مگر خود بدعمل اور بے دین ہوں گے۔انہی عالموں کے اندر سے فتنہ پھوٹے گا اور انہی میں جاکر ٹھہریگا یعنی شر اور فتنہ کے خود یہی لوگ منبع اور مرجع اور بانی مبانی ہوں گے۔

علم و عمل کی مثال دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَعَلِمَ وَعَلَّمَ" اُس نے علم سیکھا، اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی تعلیم دی اور دین سکھلایا۔ اس کی مثال عمدہ اور نرم زمین کی مانند ہے کہ خود بھی پانی پیا اور نفع اُٹھایا اور دوسروں کو بھی اپنے پودوں اور پھلوں سے نفع پہنچایا۔اور جس نے علم حاصل کیا مگر اُس پر عمل نہیں کیا، ہاں دوسروں کو سکھلایا، اس کی مثال اس سخت زمین کی سی ہے جس نے پانی کو اپنی سطح پر روکے رکھا، خود تو نہیں پیا، مگر دوسروں نے اُس کے

پانی سے فائدہ اُٹھایا۔

یَهْدِمُهُ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ۔ اسلام کو عالم کی غلطی اور لغزش ڈھادے گی یا ڈھا دیتی ہے۔ عالم کی غلطی کی وجہ سے اس کے ماننے والے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اسلام کو ڈھا دیتا ہے یا ڈھادے گا منافق اور بے دین کا جھگڑا۔ یعنی اپنی نفسانیت اور اپنی بات کی پیچ کے لئے بے دین آدمی دین میں جھگڑے گا اور اسلام کے مسائل میں نت نئے شوشے چھوڑے گا، اور اُن کو ثابت کرنے کے لئے بحث مباحثے کرے گا جس کے باعث اسلام منہدم ہو جائے گا۔

لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا۔ "اے اللہ! ہمارے علم کو دُنیا پر منحصر نہ کر" کہ رات دن ہمیں اپنے علم کے ذریعہ دُنیا ہی کمانے کا خیال رہے اور آخرت کی طرف ہماری توجّہ نہ رہے۔ یا یہ مطلب ہو، الٰہی دُنیا کمانا ہماری تحصیل علم کی غرض مت بنا، بلکہ علم کو ہماری اصلاحِ آخرت کی غرض و غایت بنا دے۔

ایک جگہ ارشاد ہے قَلِيلُ عِبَادَةٍ مَعَ عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ كَثِيرِهَا مَعَ جَهْلٍ "تھوڑی عبادت علم کے ساتھ بہتر ہے بہت عبادت سے جو جہالت کے ساتھ ہو" اس لئے کہ عالم ہر عبادت میں سُنّت کی پیروی کرے گا اور جو آدمی سُنّت کی پیروی کرے گا، اُس کو ثواب بے انتہا ملے گا۔ اور جاہل گو عبادت بہت سی کرے مگر سُنّت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کے اکثر اعمال خلاف سُنّت ہوں گے، جس کی وجہ سے اس کے ثواب میں کمی آجائے گی۔ یہاں جاہل سے مراد وہ آدمی ہے جو قرآن و حدیث کا پورا عالم نہ ہو۔ اور اگر وہ ایسا جاہل ہے کہ دین کے ضروری مسئلوں سے بھی ناواقف ہے تو اس کی عبادت بے اعتبار ہے چاہے تھوڑی ہو یا بہت۔ حدیث میں ہے فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ ایک عالم شیطان پر اتنا بھاری اور ناگوار ہے کہ ہزار آدمی عبادت کرنے والے جو عالم نہ ہوں اس پر اتنے بھاری و ناگوار نہیں ہوتے۔ کیونکہ عالم شیطان کے فریب میں جلدی سے نہیں آتا، اور عابد جب کہ وہ جاہل ہو، تو آسانی سے شیطان اس کو پھسلا لیتا اور اپنے راستہ پر چلا لیتا ہے۔ اور ارشاد ہے مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ غَرَضًا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ۔

جو شخص اس علم کو جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے سیکھا جاتا ہے مثلاً قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ کا علم کسی دُنیاوی مطلب کے لئے حاصل کرے مثلاً اس کی نیّت یہ ہو کہ عالم بن کر نوکری کروں گا یا وعظ وخطابت کر کے لوگوں سے واہ واہ حاصل کروں گا، اسی طرح اگر کوئی شخص نذرانے وصول کرنے یا عزّت حاصل کرنے کیلئے علم حاصل کرے گا، تو ایسا آدمی بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا، حالانکہ بہشت کی خوشبو ہزارہا کوسوں کے فاصلہ سے سُونگھی جائے گی۔

مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ ۔"جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے اپنے گھر سے نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے یہاں تک کہ لوٹ کر اپنے گھر واپس آجائے" جب تک یہ آدمی گھر سے باہر رہ کر علم حاصل کرتا رہے گا، اس کو ایسا ثواب ملے گا گویا وہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلا ہوا ہے۔ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَاَدْرَکَهٗ کَانَ عَلَیْهِ کِفْلَانِ ۔"جس آدمی نے علم حاصل کرنا چاہا اور پھر حاصل کر لیا، تو اُس کو دُہرا ثواب ملے گا" ایک ثواب علم حاصل کرنے کی نیّت کا، دُوسرا ثواب علم حاصل کر لینے کا۔ ارشاد ہے۔ ذٰلِكَ عِنْدَ ذَهَابِ الْعِلْمِ ۔"یہ اس وقت ہوگا جب دنیا سے دین کا علم اُٹھ جائے گا" صحابہؓ نے پوچھا۔"یا رسُول اللہ! کیونکر اُٹھ جائے گا۔ ہم تو خود قرآن پڑھتے رہتے ہیں اور اپنے بچّوں کو بھی پڑھاتے رہیں گے"۔ حضورؐ نے فرمایا۔"کیا یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل کو نہیں پڑھتے؟ وہ لوگ اپنی کتابوں کو پڑھتے ضرور ہیں لیکن ایسی پڑھائی سے اُنہیں کیا فائدہ جب کہ وہ ان کتابوں پر عمل نہیں کرتے" بلکہ اپنے دل سے اپنی مرضی کے مطابق کچھ قانون بنا لئے ہیں، اُن پر چل رہے ہیں اور ان کتابوں کے احکام اور ہدایتوں پر، یعنی شریعت پر چلنا اُنہوں نے چھوڑ دیا ہے، یہی حال اس وقت کے مسلمانوں کا ہو جائے گا کہ وہ لوگ قرآن تو پڑھیں پڑھائیں گے مگر اس پر عمل نہیں کریں گے"۔ اور فرمان ہے لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَ وَضَعُوْهُ عِنْدَ اَهْلِهٖ لَسَادُوْا بِهٖ اَهْلَ زَمَانِهِمْ ۔"اگر عالم لوگ علم کی حفاظت کرتے اور جو آدمی اس کا اہل ہوتا، اُسی کو علم سکھاتے تو اپنے زمانہ کے سردار بنے رہتے"۔ بادشاہ اور امیر سب اُن کے محتاج ہوتے، لیکن ان

عالموں نے کیا کیا۔ دنیا کی طمع سے دُنیا داروں کو علم سکھانا شروع کر دیا۔ اور دین کی تعلیم دینے کے لئے دُنیا داروں کے دروازوں پر جانے لگے جس کی وجہ سے اِن لوگوں نے علم کو ذلیل کر دیا، اور خود بھی ذلیل ہو گئے۔

قِيْلَ مَنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ، قَالَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا يَعْلَمُوْنَ۔ حضرت کعب احبارؓ سے پوچھا گیا۔ "عالم کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں"۔ پس فقیر کہتا ہے جو عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرتا، اس کو عالم یا مولانا نہ کہا جائے۔ بلکہ اُس کو فن کار یا عربی خوان کہنا زیادہ مناسب ہے۔ میرا خیال ہے کہ مسلمان اگر ایسا کہنے لگیں تو اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ عام لوگوں میں باعمل علمار کی بے وقعتی نہیں ہوگی۔ دُوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ عام مسلمان باعمل علمار کے علم وعمل سے فائدہ اُٹھائیں گے اور بے عمل عربی دانوں سے اپنے آپ کو بچائیں گے۔ لَيْسَ عَمَلٌ بَعْدَ الْفَرَائِضِ اَفْضَلَ مِنْ طَلَبِ الْعِلْمِ۔ فرض کاموں کے بعد علم حاصل کرنے سے افضل اور زیادہ ثواب والا کوئی عمل نہیں ہے"۔ یعنی علم حاصل کرنا اللہ کی رضا کی خاطر، فرض عبادتوں کو چھوڑ کر باقی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے۔

يَدْعُوْا لِلْعَالِمِ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى الْحِيْتَانُ فِي الْمَاءِ وَالطَّيْرُ فِي الْهَوَاءِ وَالْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَاءِ۔ عالم کے لئے اللہ کی ساری مخلوقات دعا کرتی ہے خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں ہوں، یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعا کرتی ہیں اور پرندے ہوا میں اور فرشتے آسمان میں۔ اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ كُلُّهٗ اِلَّا مَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ قَذِرٌ۔ "ہر پانی خود پاک ہے اور دوسری چیز کو پاک کرنے والا ہے مگر وہ پانی جسے تو یقین کے ساتھ جان لے کہ یہ پلید ہے"۔ یعنی جب تک کسی پانی کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو، ہر ایک پانی پاک ہی سمجھا جائے گا، وہ کھانے پینے میں کام آئے گا اور وضو وغیرہ میں بھی کام آئے گا۔

استخارہ کی دُعا میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ۔ "اے اللہ میں تیرے علم سے بھلائی چاہتا ہوں اور تیرے علم سے مدد لیتا ہوں"۔ رَاَيْتُ الْعِلْمَ عِلْمَيْنِ فَمَسْمُوْعٌ وَمَطْبُوْعٌ۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سمعی یعنی سُنا ہوا علم، دوسرا علم طبعی یعنی جسے طبیعت قبول کرے۔ اگر علم طبعی نہ ہو تو سمعی ہے۔ جس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا، جیسے آنکھ میں اگر بینائی نہ ہو تو سورج یا چراغ کی روشنی بے فائدہ ہے۔ اسی طرح عقل کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہبی اور دوسری کسبی۔ اگر کسی کے ساتھ اللہ کی دی ہوئی عقل اور سمجھ نہ ہو تو آدمی محض اپنی عقل سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ حضورؐ کا فرمان ہے "اگر تم وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں، تو تم تھوڑا ہنستے اور بکثرت روتے" یعنی قیامت کے احوال، قبر اور دوزخ کے احوال وغیرہ کا آنکھوں دیکھا حال معلوم ہو جائے تو یقیناً تم لوگ بہت کم ہنسو اور یقیناً اپنا زیادہ وقت رونے میں گذارو۔ مَنْ عَلِمَ اَنِّيْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلٰى مَغْفِرَتِهَا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو بندہ یہ سمجھے کہ میں اس کا خدا ہوں اور اس کے گناہ بخشنے پر قدرت رکھتا ہوں، ایسا اعتقاد رکھنے والے اور یقین کے ساتھ جاننے والے کو اللہ کی مغفرت و رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے۔ انشاء اللہ اس کی بخشش ہوگی، اگرچہ اس کو توبہ کا موقعہ بھی نہ ملے۔

حضورؐ کی دعا میں ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ۔ اے اللہ مجھے پناہ دے اور مجھے بچا، اُس علم سے جس سے فائدہ نہ ہو، اور اُس دل سے جس میں تیرا ڈر نہ ہو، اور اُس دُعا سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں جو سُنی نہ جائے یعنی تیری جناب میں قبول نہ ہو۔

ان تشریحات کے بعد آیئے پھر آپ کو سیدنا حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں لے چلیں اور آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے علم اور علماء کے متعلق اپنی زبان فیض ترجمان سے جو ارشادات فرمائے ہیں، اُنہیں سُنائیں۔

علم دین کی دوا اور مال اس کی بیماری ہے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اَلْعِلْمُ دَوَاءُ الدِّيْنِ وَالْمَالُ دَاءُ الدِّيْنِ فَاِذَا جَرَّ الْعَالِمُ الدَّاءَ اِلٰى نَفْسِهٖ كَيْفَ يُصْلِحُ غَيْرَهٗ۔ ۲۱۲ حلیۃ الاولیاء جلد ۸

"علم دین کی دوا ہے اور مال دین کی بیماری ہے۔ پس جب عالم ہی اپنے اوپر بیماری کو سوار کرلے اور مال کھینچ کھینچ کر اپنی ذات کے لئے لانے لگے تو وہ دوسروں کی کیسے اصلاح کرے گا، اور انہیں بیماری سے کیسے بچائے گا۔"

مطلب یہ ہے کہ علم دین کی دوا ہے جس سے دینی بیماریاں دُور ہوتی ہیں اور اس دوا کے استعمال کرنے والے دینی بیماریوں اخلاقی کمزوریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور مال دین کی بیماری ہے جس کی وجہ سے آدمی میں دینی کمزوریاں اور اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں پس سمجھو کہ عالم، علم دین کا جاننے والا، دینی بیماریوں کی دوا والا ہے۔ جب دوا والا ہی بیماری یعنی مال کو اپنے پاس کھینچ کھینچ کر لائے گا اور خود ہی اخلاقی خرابیوں اور دینی کمزوریوں میں نڈھال رہے گا وہ دوسرے لوگوں کے دین و اخلاق کی بیماریوں کی کیسے اصلاح کرے گا۔ اور دین و اخلاق کے بیمار لوگ بیمار طبیب کی طرف اپنے علاج معالجہ کے لئے کیسے رجوع ہوں گے۔ حضرت فضیلؒ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا دار لوگ بھی اس عالم کے علم سے دین کا فیض حاصل نہیں کریں گے اور یہ خود بھی بے فیض رہے گا۔ اسلئے اس کا علم اپنے لئے فضول اور لوگوں کے لئے بھی بے کار ہوگا۔

علماء رہنما ہیں، چاہیئے کہ وہ وقار سے رہیں

محمد بن طفیل نے کہا۔ اصحاب الحدیث یعنی مُحدّثین کو فضیلؒ نے ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو اُن حضرات سے خطاب کرتے ہوئے حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

مَهْلًا يَا وَرَثَةَ الْأَنْبِيَاءِ مَهْلًا ثَلَاثًا إِنَّكُمْ أَئِمَّةٌ يُقْتَدَىٰ بِكُمْ۔[1]

"اے انبیاء کے جانشینو! وقار سے رہا کرو"۔ متانت اور سنجیدگی کے ساتھ رہا کرو، سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔ "تم اُمّت کے امام و رہنما ہو، لوگ تمہاری اقتداء و پیروی کریں گے۔"

مطلب یہ ہے کہ جب لوگ اس بے فکری کے ساتھ تمہاری دل لگی، ہنسی مذاق کو دیکھیں گے، تو وہ بھی اپنے لئے اُسے سند بنالیں گے اور اس کو بُرا نہ سمجھیں گے۔

اصحاب الحدیث سے مراد حدیث کے عالم، حدیث پاک پڑھنے پڑھانے والے مُحدّث ہیں جیسے حدیث میں ہے۔ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ۔ صاحب قرآن یعنی قرآن کے حافظ سے کہا جائے گا "قرآن

جلد اوّل

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۸

پڑھتا جا اور بہشت کی سیڑھیوں پر چڑھتا جا۔ مجمع البحار میں ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کی تلاوت کرتا ہو، اور اس پر عمل کرتا ہو یا جو قرآن کے معنی جانتا ہو۔ میں کہتا ہوں ہر وہ شخص مراد ہو سکتا ہے جو قرآن کے معنی میں غور کرتا ہو یا جو اُس پر عمل کرتا ہو خواہ قرآن کا حافظ ہو یا ناظرہ خوان ہو۔ (لغات الحدیث ج ۳ صنہ ۲)

جاہل اور عالم کے گناہوں کا فرق حضرت سفیان بن عیینہؒ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا، آپ فرما رہے تھے:

يُغْفَرُ لِلْجَاهِلِ سَبْعُونَ ذَنْبًا مَالَمْ يُغْفَرْ لِلْعَالِمِ ذَنْبٌ وَاحِدٌ۔ ۱۰۰/۱۴

جاہل کے ایسے ستّر گناہ بخشے جائیں گے کہ اگر کوئی شخص عالم ہو کہ اُنہی میں سے ایک گناہ بھی کر لے تو اُس کی بخشش نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ عالم اگر ایک گناہ کرے اور جاہل ایسے ستّر گناہ کرے تو عالم کے ایک گناہ پر پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔ جبکہ جاہل کے ان ستّر گناہوں پر مغفرت اور بخشش کی اُمید ہے، اس لئے عالم کو ایک گناہ کرنے سے بھی ڈرتے رہنا چاہیئے۔

جلد اوّل

ہر گناہ میں مغفرت کے دروازے بند ہو جانے کا خطرہ ہے ابراہیم بن الاشعثؒ کا بیان ہے، کہ حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

مَا يُؤَمِّنُكَ أَنْ تَكُونَ بَارَزْتَ اللهِ بِعَمَلٍ مَقَتَكَ عَلَيْهِ فَأَغْلَقَ دُونَكَ أَبْوَابَ الْمَغْفِرَةِ وَأَنْتَ تَضْحَكُ كَيْفَ تَرَىٰ إِنْ يَكُونَ حَالُكَ۔ ۱۰۰/۱۸

آخر کس بُنیاد پر اور کس زور پر تُو اتنی بے باکی کے ساتھ اللہ کے غصّہ والے کام کر کے اللہ کو اپنے ساتھ جنگ کرنے کے واسطے للکار رہا ہے گویا میدانِ جنگ میں نکل کر تُو اللہ تعالےٰ کو اپنے ساتھ لڑائی کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے گناہ اور تیری بدعملی کے باعث جو بظاہر تو گناہ اور معمولی بدعملی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں تیرا گناہ کرنا، اللہ کو اپنے ساتھ جنگ کے لئے للکارنا ہے اور کہیں تیرے اس گناہ کا انجام یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہو کر تجھ پر اپنی مغفرت اور بخشش کے دروازے بند کر لیں اور تُو بے فکری کے ساتھ ہنسی خوشی پھرتا رہے۔ اس صورت میں تُو اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھ یہ معاملہ

اگر اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ اللہ کے یہاں تیرے لئے مغفرت اور بخشش کے دروازے بند ہو چکے ہیں، نہ تیری توبہ قبول ہونے کی گنجائش ہے نہ تیری معافی کی درخواست منظور ہونے کی، تو بتلا پھر تو کیا کریگا۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے عمل کرنے میں اس کا زبردست خطرہ ہے کہ اس گناہ سے اللہ کے مقابلہ کی صورت نہ پیدا ہوگئی ہو، جس کے باعث اللہ تعالے نے گناہ کرنے والے پر اپنی مغفرت کے دروازے بند کر دیئے ہوں، اس لئے معمولی گناہ سے یہ صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے اور گناہ ہو جائے تو بہت جلد توبہ کی فکر کرلینی چاہیئے۔ چونکہ حضرت فضیلؒ کے اس مقولہ میں تین ایسے الفاظ آئے ہیں جن کے متعلق حدیث میں علیحدہ علیحدہ بیان ہے اس لئے فقیر کے خیال میں یہ بات آئی کہ ان تینوں لفظوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے۔

پہلا لفظ مَا یُؤَمِّنُكَ۔ یہ لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں اس طرح استعمال ہوا ہے اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَمِّنَّا مَكْرَكَ وَلَا تُنْسِنَا ذِكْرَكَ وَلَا تَهْتِكْ عَنَّا سِتْرَكَ۔ اے اللہ ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے بے ڈر مت کر بلکہ ہم ہر حال میں آپ سے ڈرتے رہیں، اور نہ چھڑا ہم سے اپنا ذکر، یعنی تیری یاد سے ہم کبھی غافل نہ ہوں، اور نہ ہٹا ہم سے اپنا پردہ ہمارے عیبوں کو اپنے پردوں سے ہمیشہ چھپائے رکھنا۔ اور ایک موقعہ پر ہے اَخْرِجْنِیْ مِنَ الدُّنْیَا اٰمِنًا۔ مجھ کو دنیا سے بے ڈر اور بے خوف کر کے اٹھا۔ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد اطمینان کی حالت میں اٹھائیو۔

دوسرا لفظ بَارَزْتَ اللہ۔ یہ لفظ بھی حدیث میں استعمال فرمایا ہے۔ "بَارَزْتَ" کا مصدر مُبَارَزَۃٌ اور مَبرازٌ ہے جس کے معنی جنگ کے لئے اپنے حریف کے سامنے نکلنا اور میدان میں نکل کر مقابلہ کے لئے اس کو للکارنا۔ حدیث میں ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَۃِ۔ جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی وہ لڑنے کے لئے میرے مقابلہ میں نکل آیا۔ یعنی اولیاء اللہ سے دشمنی رکھنا گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا اور اس کو لڑائی کے لئے دعوت دینا ہے۔ پس سب ولیوں، اماموں اور دین کے عالموں سے محبت رکھنا چاہیئے اور ان حضرات کی توہین نہ کرنی چاہیئے۔ اگر ان کی غلطی معلوم ہو

تو غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ، اللہ اُن کو معاف کرے ، کہنا چاہیئے - منہ پھٹ اور زبان دراز لوگ علماء اولیاء کی نسبت جو چاہتے ہیں ، کہہ ڈالتے ہیں ، اس کا انجام بہت بُرا ہے - ہمیں شیخ محی الدین ابن عربیؒ ، امام ابن تیمیہؒ ، شوکانیؒ ، ابن جوزیؒ ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سب سے محبّت رکھنی چاہیئے اور سب کا ادب کرنا چاہیئے ـــــ سب علماء اور مشائخ یعنی دین کی خدمت کرنے والوں کو بُرا بھلا نہیں کہنا چاہیئے - بلکہ جہاں تک ہو سکے ، اُن کا نام بھی ادب واحترام سے لیا جانا چاہیئے - اور کسی قسم کی گستاخی ان حضرات کی شان میں نہ کرنی چاہیئے ورنہ ایمان کے سلب ہو جانے کا اندیشہ ہے - اگر اُن سے کوئی خطا ہوئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ غفورُ الرّحیم ہے ، وہ سب کا معاف کرنے والا ہے ، وہ ہمیں بھی معاف کرنے والا ہے اُنہیں بھی معاف کرنے والا ہے - اسی طرح صحابہ کرامؓ کا بھی جہاں تک ہو سکے پورا پورا ادب کریں ، اور اُن سب سے محبّت رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہؓ اولیاء اللہ ہیں -

تیسرا لفظ عَمَلِ مُقْتِكَ - اس کا بھی حدیث میں اس طرح استعمال فرمایا ہے - فَمَقَتَ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ - عرب وعجم سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مبغوض کر دیا ، اور سب سے اللہ کو نفرت ہو گئی تھی - یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت سے پہلے اللہ تعالیٰ کو عرب عجم میں کوئی بھی آدمی نہیں بھاتا تھا ، سب ناپسند تھے - دوسری جگہ ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَمْقُتُ[ع] عَلٰى ذٰلِكَ - اللہ تعالیٰ اُس پر غصّہ ہوتا ہے یعنی اُس آدمی پر اللہ تعالیٰ ناراض اور غصّہ ہوتا ہے جو پاخانہ کرتے وقت باتیں کرے ، لیکن مجبوری ہو تو اُس وقت بات کر سکتا ہے -

اسحاق بن ابراہیم کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے ایک درویش کو زور سے ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا میں تجھے کوئی اچھی بات نہ سُناؤں - اس نے کہا - ضرور سُنائیں - حضرت فضیلؒ نے فرمایا - لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ط خوشی کا اظہار نہ کر ، بیشک اللہ تعالیٰ خوشی منانے والوں کو دوست نہیں رکھتا - مطلب یہ ہے کہ دُنیا اترانے اور خوشیاں منانے کی جگہ نہیں - خوش ہونا تو اُس آدمی کے لئے سزاوار ہے ، جو دُنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ رخصت ہو جائے سہ "جائے شادی نیست دُنیا غم بخور" - دُنیا خوشی کی جگہ

[ع] مَقَتَ يَمْقُتُ باب نصر ینصر سے کسی سے بہت بغض رکھنا - نفرت کرنا - مَقُتَ یمقت باب کرم یکرم سے - اس کا مصدر مقاتۃ - مَقُتَ فلانٌ الیّ - فلاں آدمی مجھے بہت ناپسند ہے - الانصاری

نہیں، یہاں تو اُس غم اور ان فکرات میں رہنا چاہیئے کہ مرتے وقت ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے یا نہیں، پھر قبر میں کیا ہوگا، حشر کا دن کیسے گذرے گا، اللہ تعالےٰ کا میرے لئے کیا فیصلہ ہوگا؟ جس کی جان کو یہ خطرات و فکرات لگے ہوئے ہوں وہ کیسے خوشس ہوگا اور کیسے ہنسے گا؟

عالمِ دُنیا و عالمِ آخرت حضرت عبد الصمد نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ فرمایا کرتے تھے:

انما هما عالمان عالمُ دُنیا و عالمُ آخرة فعالمُ الدُّنیا عِلمُهٗ مَنشُورٌ و عالمُ الاٰخرةِ عِلمُهٗ مَستُورٌ فاتَّبِعُوا عالمَ الاٰخرةِ واحذروا عالمَ الدُّنیا لا یصدّکُم بسکرِه ثُمّ تلا هٰذِهِ الاٰیة اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط

بات یہ ہے کہ عالم دو طرح کے ہیں۔ عالمِ دُنیا، عالمِ آخرۃ۔ پس عالمِ دنیا کا علم صرف زبانی اور کتابی ہوتا ہے یعنی اوپر اور سطحی ہوتا ہے۔ اور عالم آخرۃ کا علم صدری، جو دلوں کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ پھر اس کے عمل سے اس کا علم ظاہر ہوتا ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ عالمِ دنیا کا علم اس کی زبان سے، اُس کے جُبّہ و دستار سے ظاہر ہوتا ہے اور عالمِ آخرت کا علم اس کے باطنی اخلاق و اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ عالمِ دُنیا کے علم کے چرچے لوگوں کی زبانوں پر ہوتے ہیں اور عالمِ آخرت کے انقلابی اثرات لوگوں کے دلوں پر اخلاق و اعمال کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں پس اے لوگو! تم عالمِ آخرت کی پیروی کرنا اور عالمِ دُنیا سے اپنے کو بچائے رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اپنی بدمستی کے باعث راہِ آخرت سے دُور اور صراطِ مستقیم پر چلنے سے تمہیں روک دے۔ پھر آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ اور عالموں میں زیادہ عالم اور درویشوں، فقیروں، پیروں میں زیادہ درویش ایسے ہیں جو لوگوں کے مالوں کو جھوٹ اور فریب کے ساتھ لے کر کھا جاتے ہیں۔ اور لوگوں کو اللہ کے راستہ پر چلنے سے روکتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ احبار سے مراد علماء ہیں اور رُہبان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی ظاہری ٹیپ ٹاپ جبّہ و دستار

سے اپنے کو پارسا اور عبادت گزار ثابت کرتے ہیں مگر حقیقت سے وہ کوسوں دور ہیں۔

اس کے بعد حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

إِنَّ كَثِيرًا مِنْ عُلَمَائِكُمْ زِيُّهُ أَشْبَهُ بِزِيِّ كِسْرَى وَقَيْصَرَ مِنْهُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَضَعْ لَبِنَةً عَلَى لَبِنَةٍ لَا قَصَبَةً عَلَى قَصَبَةٍ لٰكِنْ رُفِعَ لَهُ عِلْمٌ فَسَمُوا إِلَيْهِ۔ [۹۴/۱۴]

"بیشک تمہارے علما میں زیادہ تر ایسے علما ہیں، جن کا رہن سہن، بود و باش اور وضع قطع کسریٰ اور قیصر، شاہان فارس و روم کی معاشرت یعنی عیش و عشرت اور اُن کے ٹھاٹھ باٹھ سے زیادہ مشابہ اور ملتی جلتی ہے، بہ نسبت اس کے کہ اُن کا بود و باش و معاشرت حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ زندگی اور آپ کی بود و باش کے مشابہ ہوتی۔ بیشک حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں نہ تو اپنے مکان کی تعمیر کرنے میں اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ اس کی چھت کو بانسوں پہ بانس رکھ کر بنایا۔ بلکہ ایک تنگ اور تاریک حجرہ میں آپؐ نے اپنی پوری زندگی گزار دی۔ سنو! حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عزت بخشی گئی وہ عالیشان مکانوں اور شاہانہ کرّ و فر کے ساتھ نہیں بخشی گئی بلکہ آنحضرتؐ کو جو عزت و رفعت بخشی گئی، صرف علم سے بخشی گئی۔ آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ محض علم کی بدولت آنحضرتؐ لوگوں کے منظور نظر بن گئے اور آپ کی شخصیت کی عظمت اُن کی نگاہوں میں ہی نہیں بلکہ اُن کے دلوں میں بیٹھ گئی۔" اس کے بعد حضرت فضیلؒ نے فرمایا:۔

اَلْعُلَمَاءُ كَثِيرٌ وَالْحُكَمَاءُ قَلِيلٌ وَإِنَّمَا يُرَادُ مِنَ الْعِلْمِ الْحِكْمَةُ فَمَنْ أُوتِيَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔ [۹۴/۱۶]

"مسائل کے جاننے والے علما بہت ہیں اور حکما یعنی باعمل علما۔ جو اِن مسائل پہ پوری طرح عمل کرنے والے ہوں، تھوڑے ہیں۔ یا علما تو بہت ہیں لیکن اہلِ بصیرت علما قلیل ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ علم کا مقصد حکمت یعنی خشیت اور خدا خوفی ہے جو عمل کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس علم حاصل کرنے کا مقصد، عمل ہے جس سے بصیرت حاصل ہو اور جس کے بعد اُسے خدا کی معرفت حاصل ہو جائے۔ پس جس عالم کو حکمت،

جلد اوّل

خشیت، بصیرت والا علم اور پھر معرفت حاصل ہو جائے، اس کو خیر کثیر مل گئی" پھر آپ نے فرمایا: ؂
لَوْكَانَ مَعَ عُلَمَاءِ نَا صَبْرٌ مَا غَدَوْا لِابْوَابِ هٰؤُلَاءِ یعنی الْمُلُوْکَ۔
اگر ہمارے علماء کے پاس صبر ہوتا تو یہ لوگ صبح اٹھ کر ان لوگوں یعنی امراء و بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جاتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر علماء اللہ کی بھیجی ہوئی تکلیفوں پر صبر کرتے اور اس کے دیئے ہوئے مال پر قناعت کرتے اور اپنی تقدیر پر شاکر رہتے، تو اللہ کا در چھوڑ کر بادشاہوں اور امراء کے دروازوں پر نہ جاتے۔

نبیوں کے وارث علماء نہیں بلکہ حکماء ہیں

حضرت عبدالصمد کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت فضیلؒ سے کہا۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ تو حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ علماء نہیں بلکہ حکماء یعنی با عمل علماء نبیوں کے وارث ہیں۔

تشریح: حدیث پاک میں ہے۔ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ۔ بیشک عالم لوگ پیغمبروں کے وارث ہیں۔ یعنی دین کے عالم با عمل حضرات ہی پیغمبروں کے وارث ہیں۔ اس لئے کہ علم و عمل پیغمبروں کا ترکہ ہے، اور وہ عالموں کو ملا ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ۔ اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے، اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں ہے فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۔ "پس بخش دے مجھے اپنی جناب سے جو وارث بنے میرا اور وارث بنے آل یعقوب کا، اور بنا لیجئے اس کو اپنا پسندیدہ" اس وراثت سے مراد علمی اور نبوت کی وراثت ہے کیونکہ انبیاء کرام درہم دینار کو ورثہ میں نہیں چھوڑتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاهُ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔ ہم پیغمبر لوگ نہ کسی کے مال کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے ہم جو مال وغیرہ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ فقیروں مسکینوں کا حق ہے۔ وَرَثَةٌ۔ وارث کی جمع ہے۔ اَلْوَارِثُ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک نام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوقات کے فنا ہو جانے کے بعد وہی وارث ہو گا اور وہ ہی باقی رہے گا۔ ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ علماء پیغمبروں کے علم اور ان کی دعوت و تبلیغ کے وارث ہیں اور اس وراثت میں جہاں علماء کی فضیلت کا بیان ہے وہاں ان علماء کی

ذمہ داری کا بھی بیان ہے کہ انبیاء کرامؑ نے اپنے علم اور اپنے دعوتی کام اور وعظ و نصیحت کے فریضہ کو محض اللہ کی رضا کی خاطر انجام دیا ہے اور ان حضرات نے اپنے علم اور اپنی تبلیغ و دعوت کو تحصیل معاش اور مال و دولت کے جمع کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ کیونکہ قرآن پاک میں حضرت نوحؑ کے بارے میں صاف صاف بیان ہے "وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (سورۃ ہود۔ آیۃ ۲۹)" اور میں اس دعوت و تبلیغ پر تم سے کوئی مال و دولت نہیں مانگتا ہوں، میری اجرت تو اللہ کے پاس ہے۔" اور یہی بات اور اسی طرح کے اعلانات حضرت ہودؑ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمائی۔ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ؕ (سورۃ ہود۔ آیۃ ۵۱) اللہ تعالیٰ نے دوسرے پیغمبروں کے متعلق ہمیں ایسے ہی اعلانات سنائے ہیں۔ پس علماء کا کام ہے کہ وہ دنیا میں پیغمبروں کے وارث بن کر رہیں۔ جس طرح پیغمبروں نے آخرت کی خاطر دنیا کی ساری عیش و عشرت کو قربان کر دیا اور جس طرح ان حضرات نے زاہدانہ زندگی بسر کی، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے وارثین حضرات علماء کرام کو بھی چاہیئے کہ وہ دنیا میں نبیوں والی زندگی اختیار کریں۔ اس کے علاوہ سب انبیاء کی بڑی فکر امت کی اصلاح اور ان کی آخرت کی بھلائی رہی ہے۔

یہ فکر بھی ان کا ترکہ ہے، جو علماء کو بطور وراثت حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا وارثین انبیاءؑ کو چاہیئے کہ کہ انبیاءؑ والا فکر ان کا سب سے بڑا فکر، اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اصلاح خلق اور مخلوق کی خیر خواہی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ امت کے تمام علماء کو حضرات انبیاءؑ کے اخلاق و اعمال میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی وارث بنائیں۔

نبیوں کے وارثوں اور ان کے جانشین علماء کرام کو یہ بات بالکل زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے مورث اعلیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام اور ان کے فکر سے آزاد ہو کر دنیاوی لذتوں، راحتوں اور یہاں کے عیش و عشرت میں پڑ کر اپنی آخرت کو نقصان پہنچائیں۔ ان حضرات کے لئے حضورؐ کا یہ فرمان "اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ" - الٰہی عیش اور آرام تو آخرت کا عیش و آرام ہے یعنی آخرت کے

عیش پہ اُن کی نظر ہونی چاہیئے۔ چنانچہ صحابہ کرام رض کی زندگی میں سینکڑوں واقعات ہمیں اس قسم کے ملتے ہیں کہ یہ حضرات یہاں کی تھوڑی سی راحت کو بھی اپنی آخرت کا نقصان تصور کرتے تھے۔ ان واقعات میں سے ایک واقعہ جو امام بخاریؒ نے نقل فرمایا۔ وہ یہ ہے :۔

قال شقیق بن سلمۃ قال حدثنا خباب قال ھاجرنا نبتغی وجہ اللہ ووجب اجرنا علی اللہ فمنا من مضٰی لم یاکل من اجرہ شیئًا منھم مصعب بن عمیر قتل یوم احد فلم نجد شیئا نکفنہ فیہ الا نمرۃ کنا اذا غطینا بھا رأسہ خرجت رجلیہ فاذا غطینا رجلیہ خرج رأسہ فامرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اِنّ نُغَطّیَ رأسہ بھا و نجعل علیٰ رجلیہ اذخرًا ومنا من اینعت لہ ثمرتہ بھا فھو یھدبھا۔ (بخاری جلد ا۔ صفحہ ۵۵۷)

شفیق بن سلمہ نے کہا کہ ہم سے حضرت خباب نے بیان کیا کہ ہم نے گھر بار چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ اللہ راضی ہو جائے اور ہمارا ثواب اللہ کے پاس محفوظ ہو جائے۔ پس ہم میں سے کچھ ایسے خوش نصیب تھے کہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنے ثواب میں سے دُنیا میں کچھ بھی نہیں کھایا۔ ان لوگوں میں مصعب بن عمیر بھی تھے۔ اُحد کے موقعہ پر قتل ہو گئے تھے۔ پس ہم نے ان کے کفن کے لئے کچھ نہ پایا جس میں اُنہیں کفنا دیتے۔ بس ایک موٹے اون سے بنی ہوئی چادر تھی۔ اس سے ہم ان کے سر کو ڈھکتے تو اُن کے پاؤں کھلے رہ جاتے اور جب اُن کے پاؤں کو ڈھکتے تو اُن کا سر کھلا رہ جاتا۔ آخر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اُن کے سر پر یہ چادر ڈال دیں اور اُن کے پاؤں پر اذخر گھانس ڈال کر ان کو دفنا دیں۔ اور ہم میں سے ایسے بھی ہیں جن کے لئے اس کا پھل پک گیا، اور وہ اس کو توڑ کر کھا رہا ہے اور مزے اڑا رہا ہے۔

وَ قَالَ لِلْفُضَیْلِ اَلْعُلَمَاءُ کَثِیْرٌ فَقَالَ الْفُضَیْلُ اَلْحُکَمَاءُ قَلِیْلٌ (۹۲/۱۸ حلیۃ الاولیا جلد ۸)

اور اُس آدمی نے حضرت فضیل رح سے کہا۔ علما۔ بہت ہیں۔ تو حضرت فضیل رح نے فرمایا۔ ہاں ٹھیک ہے مگر حکما یعنی

باعمل علماء، جو دین کی سوجھ بوجھ رکھنے والے عقل سلیم اور صاحب الرائے اور اس کے حقائق سے آگاہی رکھنے والے دین دار عالم تھوڑے ہیں ——— نیز حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

حَامِلُ الْقُرْاٰنِ حَامِلُ رَایَةِ الْاِسْلَامِ لَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یَّلْغُوَ مَعَ مَنْ یَّلْغُوْ وَلَا اَنْ یَّلْهُوَ مَعَ مَنْ یَّلْهُوْ وَلَا یَسْهُوَ مَعَ مَنْ یَّسْهُوْ وَ یَنْبَغِیْ لِحَامِلِ الْقُرْاٰنِ اَنْ لَّا یَكُوْنَ لَهٗ اِلَی الْخَلْقِ حَاجَةٌ لَا اِلَی الْخُلَفَاءِ فَمَنْ دُوْنَهُمْ وَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّكُوْنَ حَوَائِجُ الْخَلْقِ اِلَیْهِ۔ ۹۲/۲۲

حاملِ قرآن یعنی قرآن پڑھنے پڑھانے والے قرآن کے حفاظ و علماء اسلام کا نشان و جھنڈا اپنے ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہیں، اُن کے لئے یہ بات اچھی نہیں کہ وہ فضول لغو اور بے ہودہ باتیں کرنے والوں کے ساتھ اُن کی لغویات اور ان کے بیکار مشغلوں کے ساتھ شامل رہیں۔ یہ بات بھی ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کھیل تفریح کرنے والے اوباش لوگوں کے ساتھ مل کر اُن کے لہو ولعب میں شامل ہوں۔ اور نہ یہ بات ان کے لائق ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنے والوں اور آخرت کے بھول جانے والوں کے ساتھ میل جول رکھ کر اپنی آخرت سے غافل ہو رہیں، اور اہلِ غفلت کی صحبت کے اثر سے خود اللہ کی یاد کو چھوڑ بیٹھیں اور اللہ کے سوا دوسری چیزوں سے دل لگائیں۔ نیز حاملینِ قرآن یعنی علماء و حفاظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کام اور ضرورتیں مخلوق کے پاس نہ لے جایا کریں۔ نہ اُمراء و بادشاہوں کے پاس جائیں اور نہ ہی اُن سے کم رتبہ کے حاکموں یا رئیسوں کے پاس اپنی ضرورتیں لے کر جائیں۔ بلکہ ہونا یہ چاہیئے کہ مخلوق اپنی ضرورتوں اور اپنے کاموں میں مشوروں اور دعاؤں کے لئے اُن کے پاس جایا کرے تاکہ اِن حضرات کی دعاؤں سے اُن کے کام بنا کریں اور اُن کی ضرورتیں پوری ہوا کریں۔ پس حاملین قرآن یعنی علماء و حفاظ کو چاہیئے کہ باوقار زندگی اختیار کریں۔ اہلِ ذکر سنجیدہ لوگوں کے ساتھ بیٹھیں۔ بیکار اور واہیات لوگوں یعنی اہل غفلت کے ساتھ بیٹھ کر بیکار اور لغو باتیں نہ کرنی چاہئیں اور نہ ہی مخلوق کے پاس وہ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کی غرض سے جائیں۔

اس تشریح کے بعد "حامل القران" کا مطلب واضح کرنے کے لئے یہ چند سطور لکھی جا رہی ہیں۔ حاملؒ

جلد اوّل

حَمَلٌ سے بنا ہے۔ حمل کے معنی، حَمَلَ حَمْلاً۔ اُٹھانا۔ خیانت کرنا۔ اغوا کرنا۔ حلم کرنا۔ حاملہ ہونا۔ لاد دینا۔ ضامن ہونا۔ حفظ کرنا۔ نقل کرنا۔ عمل کرنا۔ ایک چیز پر دوسری چیز کا حکم لگانا۔ حَمِیْلٌ، ضامن اور کفیل کو کہتے ہیں۔ حَمَائِلُ اس کی جمع ہے۔ کَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّۃُ فِیْ حَمَائِلِ السَّیْلِ۔ جیسے دانہ ندی کے بہاؤ میں اُگ آتا ہے۔ حمیلہ، تلوار کے تسمہ کو بھی کہتے ہیں، اور چھوٹے قرآن کو بھی عرفِ عام میں حمائل اسلئے کہتے ہیں کہ وہ گلے میں لٹکا لیا جاتا ہے۔ تَحَمَّلْتُ بِعَلِیٍّ عَلٰی عُثْمَانَ فِیْ اَمْرٍ۔ میں نے ایک معاملہ میں حضرت علیؓ کی سفارش حضرت عثمانؓ سے کرائی۔ اِذَا اُمِرْنَا بِالصَّدَقَۃِ اِنْطَلَقَ اَحَدُنَا اِلَی السُّوْقِ فَتَحَامَلُ ہم لوگوں کو جب خیرات کرنے کا حکم دیا جاتا تو ہم میں سے کوئی ایسا بھی کرتا، جب اس کے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہ ہوتا تو وہ بازار میں چلا جاتا اور وہاں حمالی کرکے یعنی اُجرت پر بوجھ اُٹھا کر مزدوری میں کچھ کما لیتا پھر اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب خیرات کر دیتا۔ یعنی جب مال نہ ہوتا تو مزدوری کرکے اُس کی اُجرت کی خیرات کر دیتے تھے۔ هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَیْبَرَ۔ بوجھ تو یہ بوجھ ہے، نہ کہ خیبر کا بوجھ۔ خیبر کا بوجھ کشمش کھجوروں کا ہوتا ہے۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی، جب آپؐ اور صحابہؓ مسجدِ نبوی کی تعمیر کے وقت مٹی سے بنی ہوئی اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ خیبر کی کھجوروں وغیرہ کا بوجھ اُٹھا کر گھروں میں لانا یا وہاں بوجھ اُٹھا کر ڈھیر میں جمع کرنا، اس بوجھ کے اُٹھانے کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ وہ دنیا کا مال ہے جو قابلِ زوال ہے۔ اور مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں جو بوجھ تم اُٹھا کر لا رہے ہو اور اس میں اپنی جانیں کھپا رہے ہو، اس کا جو ثواب تمہیں آخرت میں ملے گا وہ لازوال ہوگا۔ بھلا خیبر کی کھجوروں کا تھیلہ اس وزن کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ چند روز میں تم کھا پی کر برابر کر دوگے، اور آخرت کا ثواب تمہارے لئے ہمیشہ ہمیشہ کام آئے گا۔ اگرچہ امام بخاریؒ نے حضورؐ کی ہجرت اور تعمیرِ مسجد کے متعلق پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے لیکن فقیر اس کے اخیر حصّہ کو نقل کر رہا ہے۔ حضرت عائشہؓ اس حدیث کی راویہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس رات سے زیادہ قبا میں قیام فرمایا اور وہاں پہلی مسجد تعمیر فرمائی، اور اُس میں آنحضرتؐ نے

جلد اوّل

لہ پوری تفصیل بخاری ۲، کتاب التفسیر صـ۶۷۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نماز بھی پڑھی، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ اور مسلمان ہتھیاروں سے مسلح آپ کے گرد اگرد مدینہ کی طرف چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی موجودہ مسجد کے ممبر کے قریب بیٹھ گئی اور اس مقام پر پہلے سے وہاں کے مسلمان نماز پڑھتے تھے اور یہ جگہ سہیل اور سہل دو یتیم بچوں کی کھجوریں سوکھانے کی جگہ تھی جو اسعد بن زرارۃ کی پرورش میں تربیت پاتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اُس جگہ بیٹھ گئی تو اس وقت آپؐ نے فرمایا۔ انشاء اللہ یہی منزل قیام کی جگہ ہے۔ اس کے بعد ان دونوں لڑکوں کو بُلایا اور اُن سے اس زمین کا سودا کیا جس جگہ کھجوریں سُکھائی جاتی تھیں تاکہ اس کو خرید کر یہاں مسجد بنائی جائے۔ دونوں لڑکوں نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! ہم اس کو آپؐ کی نذر کرتے ہیں، اور یہ جگہ ہم آپؐ کو تحفہ میں دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفت لینے سے انکار کیا۔ آخر کار اس زمین کو ان دونوں لڑکوں سے دس دینار میں خرید کر لی اور اس کے بعد یہاں مسجد بنائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ کے ساتھ مسجد کی تعمیر کی غرض سے کچی اینٹیں اٹھا رہے تھے اور اینٹیں اُٹھاتے وقت اپنی زبان مبارک سے یہ فرما رہے تھے۔ هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَر۔ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَر۔ اور آپؐ نے عبداللہ بن رواحہ کا یہ شعر بھی پڑھا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةِ۔ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ۔ حضرت ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا۔ ہمیں احادیث میں ان اشعار کے سوا دوسرا کوئی شعر ایسا نہیں ملتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پورا پڑھا ہو۔ (بخاری جلد ۱، ص۵۵۵)

مَنْ حَمَلَ السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔ جو شخص ہم پر ہتھیار اُٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کی خون ریزی سے پرہیز کریں۔ مَنْ كَانَتْ لَهُ حَمُوْلَةٌ يَأْوِيْ اِلٰى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ اَدْرَكَهُ جس کے پاس کھانے پینے کے بوجھ ہوں اور پیٹ بھر کر کسی منزل اور پڑاؤ میں رہتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ روزہ رکھے جہاں پر رمضان شروع ہو جائے کیونکہ ایسے آدمی کو روزہ رکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی جیسے دوسرے مسافروں کو ہوتی ہے۔ اس کے پاس ہر چیز موجود ہے اور پھر اس کو کوئی مشقتِ سفر بھی نہیں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَهٰذِهٖ حُمْلَانُكَ۔ یا اللہ

میں تیرا بندہ ہوں اور یہ سب تیرا سامان ہے۔ اَنْ لَّا يَتَحَمَّلَ عَلَى الْاَصْدِقَاءِ۔ مومن کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں پر سارا بوجھ نہ ڈالے بلکہ کچھ بوجھ اپنے اوپر بھی رکھے۔ دوسری روایت میں یہ ہے۔ اَنْ لَّا يَتَحَامَلَ لَهُمْ۔ یعنی مومن کی ایک صفت یہ ہے کہ دوستوں کے لئے تکلفات نہ کرے یعنی اپنے آپ کو اُن کی خاطر تکلف اور مصیبت میں نہ ڈالے بلکہ سادگی کے ساتھ اُن کی خاطر تواضع کرے۔ کوئی تکلیف نہ کرے۔ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ اور حَمَلَةُ الْعَرْشِ، قرآن اُٹھانے والے اور عرش اُٹھانے والے فرشتے۔ مَنْ حَمَلَ مُؤْمِنًا عَلٰى شِسْعِ نَعْلٍ حَمَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى نَاقَةٍ دَمْكَاءَ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ قَبْرِهٖ۔ جو شخص کسی مومن کو (جوتا نہیں بلکہ اُسے) جوتی کا تسمہ دے دیگا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب وہ قبر سے نکلیگا اُس کو ایک تیز سانڈنی پر سوار کرے گا۔ (لغات الحدیث ج کتاب ۲ ص ۱۴۳)

بنی اسرائیل کے عالم پہلے ستر سال عبادت میں گذارتے پھر فتوے و درس کی مسند پر بیٹھتے

داؤد بن مہران کہتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ مجھ سے ایک آدمی نے کہا کہ انجیل میں لکھا ہوا ہے:۔

اِبْنَ اٰدَمَ اَطِعْنِيْ فِيْمَا اَمَرْتُكَ وَلَا تُعَلِّمْنِيْ بِمَا يُصْلِحُكَ۔ ۱۱۰
وَقَالَ الْفُضَيْلُ وَكَانَ الرَّجُلُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَا يُفْتِيْ وَلَا يُحَدِّثُ حَتّٰى يَتَعَبَّدَ سَبْعِيْنَ سَنَةً۔ ۱۱۰/۱۴

"اے آدم کے بیٹے میں نے تجھے جو بھی حکم دیا ہے تو اس میں میری تابعداری کر یعنی تیرا کام یہی ہے کہ میرے احکام کی تعمیل کرتا رہ اور اپنے کام آنے والی چیزوں کا میرے سامنے اظہار نہ کر۔ یعنی یہ میرا کام ہے کہ اپنے بندوں کے کام کروں اور اُن کی ضرورتیں پوری کروں"۔ جب ماں کے پیٹ میں ہماری ضرورت میں کام آنے والی ساری چیزیں مثلاً کان، زبان، آنکھ، ناک، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ ہمارے مانگے بغیر اس نے ہمارے لئے بنا دیئے تو کیا پیدا کرنے کے بعد وہ اپنے تابعدار بندوں کی ضرورتیں پوری نہ کرے گا؟ اور حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا کہ بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص عالم بن جاتا تو جب تک ستر سال وہ عبادت کرنے میں نہیں گذار دیتا تھا، فتوی اور تعلیم کی مسند پر نہ بیٹھتا تھا۔ یعنی بنی اسرائیل والوں کا عالم، علم سیکھ کر

جلد اوّل

دوسروں کو علم سکھانے اور دین بتلانے کا اس وقت تک اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا تھا جب تک وہ ستّر سال عبادت کر کے اپنے علم میں منجھ نہیں جاتا تھا اور اپنی نفسانی خواہشات پر قابو نہ پا لیتا تھا۔ اس واقعہ کے بیان کرنے سے حضرت فضیلؒ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے علما تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی مسندِ تعلیم و فتویٰ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ حالانکہ محض تعلیم حاصل کرنے سے کسی عالم کی نفسانیت دُور نہیں ہوتی، جبتک کہ کسی تربیت گاہ سے تربیت حاصل نہ کرے اور کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اللہ اللہ نہ کرے۔ اور جب نفسانیت کے ساتھ اتنی بڑی ذمّہ داری کے منصب پر کوئی عالم پہنچے گا، تو وہ خود گمراہ ہونے کے باوجود دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا۔

خود بینی و خود نمائی عبدالصمد بن یزید کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

صَبْرٌ قَلِيلٌ وَ نَعِيمٌ طَوِيلٌ وَ عَجْلَةٌ قَلِيلَةٌ وَ نَدَامَةٌ طَوِيلَةٌ رَحِمَ اللهُ عَبْدًا أَخْمَدَ ذِكْرَهُ وَ بَكَى عَلَى خَطِيئَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَهِنَ بِعَمَلِهِ ۔ ۱۱۲/۱۸

اپنی خواہشات پر تھوڑا سا صبر کر لے پر آخرت میں بڑی بڑی نعمتیں پاؤ گے۔ تھوڑی دیر کا مزہ ہے مگر اُس کی شرمندگی کا عرصہ دراز ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اپنے اُس بندے پر جس نے اپنے ذکر تذکرہ کو فراموش کر دیا اور اپنی زندگی کی روشن یادگاروں اور روشن قندیلوں کو گل کر دیا اور اپنے گناہوں پر روتا رہا، اس سے پہلے کہ وہ اپنے عمل کے عوض اپنے گناہوں کی شامت میں پکڑا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اُس پر جس نے اپنے کو گمنام بنانے کی کوشش کی اور اپنی شہرت کا خیال دل سے نکال دیا۔ اور اپنے کیے ہوئے گناہوں پر، پکڑے جانے سے پہلے آنسو بہائے۔ یعنی قبر اور حشر کی پکڑ سے پہلے جو آدمی اپنے گناہوں پر رو لیا اُس کا رونا ٹھکانے لگ گیا۔ فقیر اس سلسلہ میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے آخری وقت کا صحیح حال لکھ رہا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آخری وقت کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقہ سے حدثنا الصلت بن محمد ثنا اسمٰعیل

جلد اوّل

بن ابراهیم أنا ایوب عن ابی ملیكة عن المسور بن مخرمة لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَأَنَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ كَانَ ذَاكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صَحَبَتَهُمْ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللهِ مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا هُوَ ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا تَرَى بِي مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ أَجْلِكَ وَمِنْ أَجْلِ أَصْحَابِكَ وَاللهِ لَوْ أَنَّ لِي طِلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبًا لَا فْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ

مسور بن مخرمۃ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ پر جب نماز میں خنجر سے حملہ کیا گیا۔ آپ اُس سے زخمی ہوگئے تو تکلیف کی وجہ سے کراہنے لگے اور اپنی بیقراری کا اظہار کرنے لگے تو اُن کو تسلّی دینے کی خاطر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے یہ کہا۔ امیر المومنین کوئی بات نہیں ہے آپ اطمینان رکھیں آپکی موت اس زخم سے واقع نہیں ہوگی۔ آپ اس تکلیف کو ہمت کیساتھ برداشت کریں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا مقام نہایت اُونچا ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو بہت اچھے طریقہ سے نبھایا۔ پھر جب آپ حضورؐ کی صحبت سے جدا ہوئے تو اس حال میں جدا ہوتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے راضی ہونے کی حالت میں جدا ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کو حضرت ابوبکرؓ کی صحبت کا موقعہ ملا آپ اُن کی صحبت میں رہے اور اس صحبت کو بھی آپ نے خوش اسلوبی سے نبھایا اور جب آپکی یہ صحبت ختم ہوئی تو ابوبکرؓ بھی آپ سے راضی ہونے کی حالت میں اس دُنیا سے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد آپ اُن حضرات کے صحابہ کی صحبت میں رہے اور آپ نے اُن کے ساتھ بھی یہ وقت بہت اچھا گذارا اور اگر آپ ان لوگوں سے

جلد اوّل

عَذَابِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ اَرَاہُ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۱)

جُدا بھی ہوگئے تو آپ اس حال میں ان سے رخصت ہوں گے کہ وہ لوگ یعنی مسلمان آپ سے راضی ہوں گے۔

حضرت ابن عباسؓ کی یہ باتیں سُن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِضَاہُ فَاِنَّمَا ذٰلِکَ مَنٌّ مِنَ اللّٰہِ مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ۔

میاں! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ان کی خوشنودی کا جو ذکر کیا، یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان اور اُس کا لُطف وکرم ہے جو اُس نے محض اپنے فضل سے مجھے اس کے ساتھ نوازا۔ اور جو تُو نے ابوبکرؓ کی صحبت اور ان کی رضا وخوشنودی کا ذکر کیا ہے پس یہ بھی اللہ جل ذکرہٗ کا احسان ہے، جس سے اُس نے مجھے ممنون فرمایا۔ اور اب سُن میری بے قراری، جسے تو دیکھ رہا ہے، اور میری گھبراہٹ اور بے چینی یہ تیرے اور تیرے ساتھیوں یعنی مسلمانوں کی وجہ سے ہے۔ یعنی اس کا فکر ہے کہ میرے مرنے کے بعد تم لوگوں یعنی حضورؐ کی اُمّت کا کیا ہوگا۔ اور میرے دُنیا سے چلے جانے کے بعد جن فتنوں، غارتگریوں کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے، اُن فتنوں اور غارتگریوں کے احساس نے مجھے بے کل بنایا ہوا ہے کہ میرے بعد تم لوگوں کا کیا بنے گا۔ پس میری یہ بے کلی اور بے قراری تمہاری وجہ سے ہے۔ اپنی ذات کی وجہ سے نہیں۔ پھر فرمایا:

وَاللّٰہِ لَوْ اَنَّ لِیْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَھَبًا لَافْتَدَیْتُ بِہٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ اَرَاہُ۔

"اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو مَیں وہ سارا سونا اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ میں دے دیتا، اس سے قبل کہ مَیں اپنی آنکھوں سے عذاب دیکھوں۔"

حضرات محدثین نے ارشاد فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بات کہنا، آپ کے کمال خشیہ اور انکسار نفسی یعنی اپنے کو گرا ہوا اور بے حیثیت سمجھنے کی وجہ سے تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے ان الفاظ کے ساتھ ابن عباسؓ پر یہ ظاہر فرمایا کہ بلاشک اللہ کے پیغمبرؐ اور ابوبکرؓ کی صحبت بہت اُونچی دولت ہے جس کے باعث ہمیں بہت

جلد اوّل

بڑے ثواب کی اُمیدیں اور عذاب سے محفوظ رہنے کا اطمینان ہے لیکن اس کے باوجود میں اللہ کے عذاب سے اتنا ڈرتا ہوں کہ اگر میرے پاس اتنا سونا ہو، جو ساری زمین کے اندر سما سکے تو اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے اس عذاب سے بچنے کے لئے وہ سارا سونا اپنے فدیہ میں دے کر اپنی جان چھڑا لوں۔ حضرت العلامہ القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین عمرؓ نے غلبہ خوف کے باعث یہ بات کہی کیونکہ مرتے دم حضرت عمرؓ کے دل میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ رعایا کے حقوق جو میرے ذمہ خدا تعالیٰ کی طرف سے واجب تھے اُن کو میں پورا پورا ادا نہیں کر سکا۔ دوسرے اُس وقت حضرت عمرؓ کو یہ بھی اندیشہ لاحق تھا کہ میری حکومت کے زمانہ میں شاید میرے ساتھ ایسا واقعہ بھی ہو گیا ہو کہ خوشامدی لوگوں نے میرے سامنے میرے کام اور میری اصلاحات کی تعریفیں کی ہوں، میں اُس پر خوش ہو گیا ہوں اور میرے نفس میں اس کے باعث عُجب اور خود پسندی آ گئی ہو جس کے باعث اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں۔

امیر المؤمنین عمرؓ پر خوف کا کس قدر غلبہ طاری تھا۔ اس کے متعلق حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضؓ کے صاحبزادہ ابو بردۃ جن کا نام عامر ہے نے فرمایا۔ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ میرے والد نے تیرے والد سے کیا کہا تھا؟ ابو بردہ نے کہا نہیں۔ یعنی مجھے معلوم نہیں۔ ابن عمرؓ نے کہا میرے والد نے تیرے والد سے کہا۔ اے ابو موسیٰ! کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ہمارا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا اور حضورؐ کے زمانہ کی ہجرت اور آپؐ کے زمانہ کا جہاد اور حضورؐ کے زمانہ کے ہمارے تمام اعمال تو باقی رہیں اور حضورؐ کے بعد جو اعمال ہم نے کئے، اس سے ہماری نجات برابر برابر ہو جائے۔ یعنی اس کا نہ ہمیں اجر ملے اور نہ ہماری کوئی پکڑ ہو۔ پس تیرے باپ نے کہا نہیں، میں اس کو پسند نہیں کرتا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کئے، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور بھی بہت سے اعمال کئے اور ہمارے ہاتھوں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور ہم تو ان سب اعمال کے ثواب کی اُمید رکھتے ہیں۔ تمہارے والد ابو موسیٰ کی یہ بات سُن کر میرے والد نے کہا۔ لیکن میں تو قسم اُس ذات کی، جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے، یہ چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی نیکیاں ہمارے لئے قائم رہیں کیونکہ حضورؐ کے

جلد اوّل

وجودِ مبارک کی برکت سے اُمید یہ ہے کہ نہ اُن کے اجر میں کمی آئے گی اور نہ ہی وہ ضائع ہوں گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جو عمل کئے، اُن سے ہم برابر چھوٹ جائیں۔ نہ ہمیں ان کا کوئی ثواب ملے اور نہ اُن پہ ہماری کوئی گرفت ہو۔ ابو بردہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کی یہ بات سُن کر کہا۔ "اِنَّ اَبَاكَ وَاللهِ خَيْرٌ مِنْ اَبِيْ" اللہ کی قسم! بیشک تیرے والد میرے والد سے اچھے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۵۷)

تم اللہ کے حکم پوری طرح مانو گے تو پہاڑ بھی تمہارا حکم مانیں گے | **حکایت:** ملیح بن وکیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فضیلؒ کے اصحاب سے سُنا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ مکرمہ سے نکل کر حضرت فضیلؒ کی تلاش میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ ہم نے وہاں جا کر قرآن پاک کی تلاوت کی تو حضرت فضیلؒ پہاڑ کی ایک ایسی گھاٹی سے نکل کر اچانک ہمارے پاس تشریف لے آئے جس گھاٹی کو ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ اور ہم سے فرمایا تم نے اپنی بھیڑ بھاڑ اور اژدہام کی وجہ سے مجھے میرے گھر سے نکال دیا۔ مجھے تم نے حرم کی نماز اور اس کے طواف سے محروم کر دیا۔ پھر تم لوگوں نے یہاں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا اور مجھے ڈھونڈھنے کے لئے یہاں پہنچ گئے۔ آخر مجھ سے مل کر تم کیا حاصل کرو گے۔ اصل کام اللہ کے حکموں پر چلنا ہے اور اس کے حکموں کی پوری پوری پابندی کر کے ایسے مقام پر پہنچ جانا ہے کہ اگر تم اس پہاڑ کو حکم دو کہ یہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ کر تمہارے ساتھ چل پڑے تو یہ پہاڑ تمہارے حکم کی تعمیل پر مجبور ہو جائے۔ اور یہ فرما کر اُس پہاڑ پر اپنا ہاتھ مارا۔ ملیح بن وکیع کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ اُسی وقت اس پہاڑ میں زلزلہ آگیا اور وہ حرکت کرنے لگا۔ ۱۱۲/۲۴

حضرت فضیلؒ نے اپنی یہ کرامت دکھا کر عملی طور پر اُن لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ آدمی اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں جان کھپا دینے سے باکمال بنتا ہے۔

آدمی اپنے نیک ہونے کا سب سے زیادہ خود محتاج ہے | حضرت صالح ابو الفضیل الخرّاز کا بیان ہے میں نے مسجد الحرام میں حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا:

اَصْلَحُ مَا اَكُوْنُ اَفْقَرُ مَا اَكُوْنُ وَاِنِّيْ لَاَعْصِي اللهَ فَاَعْرِفُ ذٰلِكَ فِيْ خُلُقِ حِمَارِيْ وَخَادِمِيْ۔ ۱۰۹/۶

جلد اوّل

میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ خود اس چیز کا محتاج ہوں کہ میں زیادہ سے زیادہ صالح بنوں اور دین داری اختیار کروں یعنی اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے میں مجھے سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ میں صالح بن کر جیوں اور اچھے عمل کروں کیونکہ جب میں اللہ کی نافرمانی اور اس کے احکام کی خلاف ورزی اور گناہ کرتا ہوں تو میں اپنے اِن گناہوں کا اثر اپنے گدھے اور اپنے خادم کے اخلاق میں محسوس کرتا ہوں۔ یعنی وہ میرا کہا نہیں مانتے اور اُن میں سرکشی آجاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے سے میرے اخلاق و عادات تو جتنے بھی متاثر ہوں گے اُس کا اندازہ لگانا بعد کی چیز ہے اس کے برعکس میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ میری نافرمانی اور گناہوں کی نحوست کا اثر ہر اُس چیز پر پڑ جاتا ہے، جو میرے ساتھ نسبت رکھتی ہے۔ خواہ وہ میری سواری کا گدھا ہو یا میری خدمت کرنے والا نوکر ہو۔ پس اپنے گھر اور اپنے ماحول کو اگر تم اچھا بنانا چاہو تو یہ بات ضروری ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے اطاعت شعار بندے بنو اور اس کی بندگی والی زندگی اختیار کرو۔ اگر تم ٹھیک رہو گے تو تمہارا ماحول بھی ٹھیک رہے گا اگر تم سرکش بنے رہو گے تو تمہارا ماحول یعنی بیوی بچّے نوکر چاکر شاگرد مرید سب تمہارے نافرمان، ناقدردان اور سرکش بن جائیں گے۔

آگے رہو گے مارے جاؤ گے، پیچھے رہو گے بچے رہو گے ابو جعفر محمد بن عبداللہ الحذاءؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا:

حَيْثُ مَا كُنْتَ فَكُنْ ذَنَباً وَلَا تَكُنْ رَأْساً فَإِنَّ الرَّأْسَ تُهْلَكُ وَالذَّنَبَ يَنْجُوْ۔ [۱۱۳]

جس جگہ بھی رہو دُمچی بن کر رہو اور خبردار سر بن کر نہ رہنا کیونکہ سر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور دُمچی بچی رہتی ہے۔ یعنی آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا، بلکہ دُم کی طرح پیچھے رہنے کی کوشش میں رہنا۔ کیونکہ اس صورت میں تم آفتوں سے بچے رہو گے۔

اپنے اعمال و کمال پر مت پھُولو حکایت: حضرت احمد بن عاصمؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ

---
۱۱۳ حلیۃ الاولیاء ج ۸

حضرت سفیان ثوریؒ اور فضیل بن عیاضؒ کی ملاقات ہوئی۔ تو دونوں حضرات آخرت کی باتیں کرتے رہے اور دونوں روتے رہے۔ جب مجلس ختم ہوئی تو حضرت سفیانؒ نے فرمایا۔ مجھے اُمید ہے کہ ہماری یہ مجلس بڑی برکت والی مجلس ہوگی۔ یہ سُن کر حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ ہاں ہمیں اُس کی ذات سے یہی اُمید رکھنی چاہیئے۔ لیکن مجھے تو اس کا ڈر ہے کہ ہماری یہ مجلس کہیں ہم پر سب سے زیادہ منحوس مجلس نہ ہو۔ آپ اپنے لباس کو نہیں دیکھتے کہ میری خاطر اچھے سے اچھے کپڑے پہن کر میرے پاس آئے ہو۔ اور یہی حال میرا ہے، مَیں بھی آپ کی خاطر بڑا اچھا لباس پہن کر آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہوا، کہ ہم دونوں نے لباس کے استعمال میں اخلاص کو بالائے طاق رکھ دیا۔ پس لباس کے استعمال میں اخلاص یعنی رضائے الٰہی کی نیّت نہ ہونے کی وجہ سے گویا آپ نے میری عبادت کی، اور اسی طرح اخلاص نہ ہونے یعنی نیّت کی خرابی کے باعث مَیں نے آپ کی عبادت کی۔ خلاصہ یہ کہ لباس کے استعمال میں نہ آپ میں اخلاص رہا اور نہ مجھ میں۔ احمد بن عاصمؒ کہتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ کی یہ بات سُن کر حضرت سفیانؒ پر گریہ طاری ہوگیا اور ایسا روئے کہ روتے روتے اُن کی چیخیں نکل گئیں۔ رو لینے کے بعد حضرت سفیانؒ نے فرمایا۔ اے فضیلؒ مَیں تو مُردہ تھا، یہ بات سُنا کر آپ نے مجھے زندہ کر دیا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو حیات بخشے اور جیتا رکھے۔[۱۱/۲۴]

اللہ کی اطاعت میں عزّت اور معصیّت میں ذلّت ہے

حکایت: ذھرم بن الحارثؒ حضرت فضیلؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ نے حکایت سُنائی کہ حضرت شعوانہ کی آمد کا مجھے پتہ چلا۔ مَیں زیارت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں نے اپنے مسائل و مشکلات ان کے سامنے بیان کیں اور اُن سے دعا کی درخواست کی کہ آپ میرے لئے میری مشکلیں دُور ہونے کی اللہ سے دُعا فرماویں۔ انہوں نے فرمایا:

يَا فُضَيْلُ أَمَا بَيْنَكَ وَمَا بَيْنَ اللّٰهِ مَا إِنْ دَعَوْتَهُ اِسْتَجَابَ۔

اے فضیل! کیا آپ کے اور اللہ کے درمیان یہ بات طے نہیں ہو چکی کہ آپ اس سے جب بھی مانگیں گے وہ آپ کو دے گا اور جو آپ دُعا کریں گے وہ قبول فرمائے گا۔

حضرت شعوانہؒ کی یہ بات سُن کر حضرت فضیلؒ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور عرض کیا:

اَعِزَّنَا بِعِزِّ الطَّاعَةِ وَلَا تُذِلَّنَا بِذُلِّ الْمَعْصِيَةِ ۔ ۱۱۳/۲۲

الٰہی ہمیں اپنی فرمانبرداری کی عزت کے ساتھ عزت والا بنائے رکھیو اور اپنی نافرمانی کی ذلت کے ساتھ ہمیں ذلیل اور بے عزت نہ کیجیو۔

اپنے کو ہر کسی سے بدتر جانو ابو جعفر الحذاء نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔

اَخَذْتُ بِيَدِ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ فِي هٰذَا الْوَادِيْ فَقُلْتُ لَهٗ اِنْ كُنْتَ تَظُنُّ اَنَّهٗ بَقِيَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ شَرٌّ مِنِّيْ وَمِنْكَ فَبِئْسَ مَا تَظُنُّ ۔ ۱۰۱/۲۱

میں نے اس وادی میں سفیان بن عُیینہ کا ہاتھ پکڑ کر اُن سے کہا۔ اگر آپ کا یہ گمان ہو کہ روئے زمین پر مجھ سے اور آپ سے زیادہ بُرا کوئی اور شخص موجود ہے تو آپ کا یہ گمان بہت بُرا گمان ہے (مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس وقت یہ سمجھنا چاہیئے کہ دنیا میں ہم سے زیادہ کوئی اور آدمی بُرا نہیں ہے اور ہم سب سے زیادہ حقیر اور بُرے آدمی ہیں ـــــ حضرت مُؤمّل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا:

لَوْ قَالَ لِيْ رَجُلٌ اَمُؤْمِنٌ اَنْتَ مَا كَلَّمْتُهٗ اَبَدًا ۔ ۱۰۱/۸

اگر کسی آدمی نے مجھ سے یہ دریافت کیا۔ آیا تُو مومن یعنی ایمان والا ہے۔ میں نے کبھی اس کو جواب نہیں دیا۔ یعنی اس کے سوال کے جواب میں ہمیشہ خاموشی اختیار کی۔ آخر اس کے جواب میں کیسے کہوں کہ ہاں میں مومن ہوں کیونکہ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں اس دعویٰ میں سچا نہ ہوں اور یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں ایمان والا نہیں ہوں کہ یہ بات بھی کہنے کی نہیں ہے۔ آخر کار اس سوال پر خاموشی اختیار کر لیتا ہوں اور اُسے کوئی جواب نہیں دیتا۔

آدمی اللہ کی اطاعت سے آدمی بنتا ہے حضرت بشر بن الحارث کہتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ نے اپنے صاحبزادے علیؒ سے فرمایا:

لَعَلَّكَ تَرٰى اَنَّكَ فِيْ شَيْءٍ اَلْجُعَلُ اَطْوَعُ لِلّٰهِ مِنْكَ ۔ ۱۰۸/۸

جلد اوّل

شاید تو یہ خیال کرتا ہو کہ میں بھی کچھ ہوں اور کوئی حیثیت رکھتا ہوں۔ جُعَل[1] نام کا ایک چھوٹا سا کیڑا بھی تجھ سے زیادہ اللہ کا فرمانبردار اور اطاعت گذار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کا رتبہ بندگی یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری سے بلند ہوتا ہے۔ اور جب ہماری اطاعت اور بندگی کے مقابلہ میں چھوٹے سے چھوٹے کیڑوں کی اطاعت اور بندگی زیادہ ہو تو آدمی کا یہ خیال کرنا کہ میں بھی کچھ ہوں اور میری بھی کوئی حیثیت ہے سراسر نادانی اور اُس کی بے عقلی کی بات ہے۔

اُونچی ذات والا شریف نہیں، شریف وُہ ہے جس کے اخلاق شریف ہوں، رزیل وُہ ہے جس کے اخلاق رزیل ہوں

حکایت: خالد بن الخداش کا بیان ہے کہ مجھ سے فضیل بن عیاضؒ نے پوچھا کہ تُو کس قبیلہ و خاندان کا آدمی ہے میں نے کہا۔ میرے قبیلہ کا نام مُہلَّب ہے جس سے مَیں تعلق رکھتا ہوں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ میاں اگر تُو نیک اور صالح مرد ہے تو تُو شریف ہے اور اگر تو بدکردار اور بد اعمال ہے تو تُو پرلے درجہ کا کمینہ ہے خواہ تیری ذات کچھ بھی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ شرافت و نجابت قبیلوں، خاندانوں اور ذاتوں پر موقوف نہیں ہے بلکہ آدمی کی شرافت، نیکی، خدا ترسی، اچھے اعمال، شریفانہ اخلاق اور اس کی سیرت و کردار کی عمدگی پر موقوف ہے۔ اور کسی آدمی کی کمینگی اور اُس کے رزیل ہونے کا دار و مدار ذاتوں، خاندانوں، قوموں اور قبیلوں پر منحصر نہیں، بلکہ کمینہ وُہ آدمی ہے جس کے اعمال کمینہ ہوں اور جس کے اخلاق رزیلہ ہوں۔ ۹۶/۸

آخرت کی راحت کی خاطر یہاں کی راحت کو قربان کرو

حکایت: عبد الصمد بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔ میں ایسی جماعتوں سے ملا ہوں جو راتوں کے اندھیروں میں اپنے زیادہ سونے کے باعث اللہ تعالیٰ سے شرماتے تھے کہ ہم اللہ کو اپنے سونے کے متعلق کیا جواب دیں گے حالانکہ ان کا سونا بس اتنا ہوتا تھا کہ ایک کروٹ پر سوتے تھے اور جب دوسری کروٹ بدلتے تو اپنے نفس سے

---

[1] لغات الحدیث میں مجمع البحرین کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جُعَل ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو خنفسا سے بڑا ہے، اور بہت زیادہ کالا ہوتا ہے۔ اس کے پیٹ پر ذرا سی سُرخی ہوتی ہے۔ لوگ اس کو ابوجعران کہتے ہیں کیونکہ وہ سوکھا گوہ اپنے سوراخ میں اکٹھا کرتا ہے۔ (لغات الحدیث ج ا ص۶۴) اور اس کو گوہ کا کیڑا بھی کہتے ہیں۔

کہتے - بس کر، دوسری کروٹ پر سونا تیرے لئے جائز نہیں - کھڑا ہو اور اپنی آخرت میں کام آنے والے آرام کا انتظام کر۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں کا آرام تو لے لیا - اب آخرت میں آرام اُٹھانے اور راحت سے رہنے کی تدبیر کر - یعنی اپنا بچھونا چھوڑ کر اللہ کی بندگی کر، تاکہ آخرت میں تو راحت پائے، اور اپنی قبر میں آرام کی نیند سوتا رہے - $\frac{108}{25}$

فضیل بن عیاضؒ کو اپنی نجات کی ہر وقت فکر رہتی تھی

حکایت: اسحاق بن ابراہیم نے فرمایا میں نے فضیلؒ سے زیادہ اپنے نفس پر خوف کھانے والا کوئی آدمی بھی نہیں دیکھا، اور ایسے ہی میں نے فضیلؒ کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو اپنے کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی نجات کی زیادہ سے زیادہ اُمید رکھنے والا ہو - مطلب یہ ہے کہ اپنے خاتمہ اور اپنی آخرت کے متعلق جس قدر ڈرنے والا میں نے فضیل بن عیاضؒ کو پایا، میں نے آخرت کے بارہ میں اتنا ڈرنے والا کوئی اور آدمی نہیں دیکھا - اور دُوسرے لوگوں کی نجات کے متعلق جتنا پُر اُمید میں نے حضرت فضیلؒ کو پایا اتنا پُر اُمید میں نے کوئی دوسرا نہیں دیکھا - خلاصہ یہ کہ حضرت فضیلؒ اپنی نجات کے متعلق سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے - آپ ڈرتے رہتے کہ کہیں اس فعل میں نہ پکڑا جاؤں اور حضرت فضیلؒ اپنی نجات کے متعلق سب سے زیادہ متفکر اور پریشان رہتے تھے، کہیں اس بات میں دوزخ میں نہ چلا جاؤں - اس کے برعکس وہ دوسرے آدمیوں کے متعلق زیادہ تر یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ اس بات سے بخشا جائے گا، یہ اس کام سے بخشا جائے گا، اور یہ آدمی اللہ کے فضل سے بخشا جائے گا - اس آدمی کی بھی نجات ہو جائے گی اور خدا کی رحمت سے اس کی بھی نجات ہو جائے گی -

فضیل بن عیاضؒ کا طریقہ تلاوت

حضرت فضیل بن عیاضؒ پست اور دھیمی اور غم ناک آواز سے رغبت اور شوق کے ساتھ ٹھیرا ٹھیرا کر، ایک ایک لفظ جُدا جُدا اور زیر زبر ظاہر کرتے ہوئے تلاوتِ قرآن پاک کیا کرتے تھے - جب آپ قرآن پاک پڑھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کسی سے باتیں کر رہے ہیں اور جب آپ کسی ایسی آیت کی تلاوت کرتے جس میں جنّت کا ذکر ہوتا تو اس میں رغبت فرماتے، اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے، الٰہی مجھے بھی جنّت میں داخل فرما -

شب بیداری اور تہجد کی نماز کا طریقہ تہجد کی نماز زیادہ تر بیٹھ[1] کر ادا کرتے تھے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کی جگہ آپ کے لئے چٹائی ڈال دی جاتی تھی۔ رات کے پہلے حصہ میں آپ بڑی دیر تک نماز پڑھتے رہتے اور جب آپ کو نیند ستانے لگتی۔ اس وقت اسی چٹائی پر لیٹ جاتے اور تھوڑی دیر کے لئے سو لیتے۔ پھر اٹھ کر نماز میں مصروف ہو جاتے۔ اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو پھر سو جاتے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد اُٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور صبح تک اسی طرح نماز ادا کرتے رہتے تھے۔ اس حکایت کے بیان کرنے والے اسحٰق بن ابراہیمؒ کہتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ کا ہمیشہ یہی معمول تھا۔ جب عبادت کرتے کرتے نیند آجاتی تو سو جاتے تھے۔ پھر اُٹھ کر عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ حضرات صوفیاء کا قول ہے کہ اس طرح عبادت کرنا نفس پر بہت زیادہ شاق اور عبادتوں میں مشکل عبادت ہے۔ ۸۶/۲۳

بیکار سوالات سے گرانی حکایت: اسحاق بن ابراہیمؒ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے حضرت فضیلؒ سے کہا۔ کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا اَبَا عَلِیٍّ۔ آپ نے صبح کس حال میں پائی۔ اگرچہ اس قسم کے فضول سوالات کَیْفَ اَصْبَحْتَ وَکَیْفَ اَمْسَیْتَ" آپ کی صبح کیسے آئی اور آپ کی شام کیسے گذری؟ حضرت فضیلؒ کی طبیعت پر شاق اور گراں گذرتے تھے مگر اس کے باوجود حضرت فرماتے۔ میری صبح عافیت، صحت اور اللہ کی نعمت میں آئی۔ اس گرانی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس قسم کے سوالات لایعنی اور فضول باتوں میں شامل ہیں اور لایعنی، بیکار باتیں کرنے سے آدمی کے اسلام میں دھبّہ اور عیب آجاتا ہے اور اس کا اسلام خوبصورت اور حسین نہیں رہتا۔ دوسرے اس قسم کے سوالات سُن کر ہوسکتا ہے کہ جواب دینے والا اپنی کوئی تکلیف بیان کرے اور سُننے والا اس تکلیف کے دُور کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود سُن کر چُپ ہو رہے اور اس کی مدد نہ کرے۔ تو یہ بات پوچھنے والے کے لئے باعثِ وبال ہو۔ تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب تم نے اس لئے سوال کیا۔ تمہاری صبح کیسے آئی اور تمہاری شام کیسے گذری۔ اگر اس کی صبح شام

[1] کھڑے ہو کر نوافل پڑھنے میں کامل ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فضیلؒ کو کوئی عذر ہوگا۔ محمد ادریس۔ نظرثانی برائے تصحیح دورانِ سفر ریل میں کی گئی۔ مقام نوابشاہ ۱۶ رجب ۱۴۰۰ھ ستمبر ۱۶/۸۰

اچھی حالت میں نہ آئی ہو۔ اس حال میں اگر وہ سچ بولے اور کہے "میری صبح شام اچھے حال میں نہیں آئی" تو اس کے جواب دینے میں اللہ کی شکایت ہو جائے گی۔ جو اُس کے لئے باعثِ نقصان ہے۔ اور اگر وہ بُرے حال کو اچھا بتلائے تو جھوٹ ہو جائے گا۔ اور یہ بھی نقصان دہ ہے۔ پس ایسے سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس میں اپنے یا دوسرے آدمی کے گناہ گار ہونے کا احتمال ہو۔ اس کے بعد آنے والے نے دریافت کیا۔ کَیْفَ حَالُكَ۔ آپ کا کیا حال ہے یعنی کیسے مزاج ہیں؟ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ کس حال کو پوچھتا ہے؟ تو دنیا کا حال پوچھتا ہے یا آخرت کا؟ اگر تُو دنیا کا حال پوچھتا ہے تو اس کا حال یہ ہے، کہ اس نے ہم پر اپنے ڈورے ڈال دیئے اور اس نے ہمیں کسی کام کا نہ چھوڑا۔ اور اگر تو آخرت کا حال پوچھتا ہے تو میں تجھے اس آدمی کا حال کیا بتاؤں جس کے گناہ بہت ہوں اور اس کے عمل ناقص اور کمزور ہوں اور اسی حال میں اس کی عمر ختم ہوگئی ہو۔ نہ اس نے اپنی قیامت کے لئے کوئی توشہ جمع کیا ہو اور نہ اُس نے مرنے کے لئے تیاری کی ہو اور نہ موت کے لئے تواضع اختیار کی ہو اور نہ اس کے لئے تیز رفتاری سے چلا ہو اور نہ اپنی موت کے لئے زینت کا سامان کیا ہو۔ اور اس کے برعکس دنیا کے لئے اُس نے ہر طرح کا بناؤ سنگار کیا ہو۔ یہ کہہ کر حضرت فضیلؒ ہائے ہائے کرتے ہوتے بیٹھ گئے اور اپنے نفس سے یہ باتیں کرنے لگے۔ "لوگ تیرے پاس آکر تیرے گرد جمع ہو جاتے ہیں تاکہ تیری سُنائی ہوئی حدیثیں لکھ لیں۔ شاباش اب تجھے لوگوں سے باتیں کرنے کی فرصت مل گئی ہے۔" پھر ایک ٹھنڈی آہ بھری اور لمبا سانس لے کر کہا۔ "تیرا ناس جائے، کیا تجھے حدیث بیان کرنا آتا بھی ہے؟ یا تجھے اچھی باتیں کرنی آتی بھی ہیں؟ یا تُو اس قابل بھی ہے کہ لوگ تجھ سے دین سیکھیں؟ شرم کر اوبے وقوفوں میں سب سے زیادہ بیوقوف اور بے عقلوں میں سب سے زیادہ بے عقل! اگر تجھ میں شرم کی کمی نہ ہوتی تو مسندِ درس پر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے حضورؐ کی حدیث نہ بیان کیا کرتا۔ حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ تُو کیا ہے؟ تیرا علم کتنا ہے اور تو کتنے پانی میں ہے۔ کیا تُو اپنی ذات کو نہیں پہچانتا؟ کیا تجھے یاد نہیں کہ تُو کیا تھا؟ کس طرح کا تھا اور تیری کیفیت کیا تھی؟ سُن! لوگ اگر تیری حقیقت کو پالیں اور جیسا تُو ہے ویسا تجھے پہچان جائیں تو نہ وہ تیرے پاس آکر بیٹھیں اور نہ تیری بیان کی

ہوئی حدیثوں اور دین کے مسائل کو تجھ سے سُن کر لکھا کریں اور نہ ہی وہ تیری بات سُننے کے لئے آمادہ ہوں"
اور اسی طرح کی دوسری اور باتیں اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے رہے۔ پھر فرمانے لگے "تیرا ناس ہو
جائے کیا تجھے اپنا مرنا یاد ہے؟ یا مرنے کے لئے تو نے اپنے دل میں کوئی جگہ بنا رکھی ہے۔ یعنی تُو نے اپنے دل
میں زندگی کے واسطے تو مختلف پروگرام اور بہت سے منصوبے بنا رکھے ہیں۔ کیا ان منصوبوں اور پروگراموں
میں تُو نے مرنے کا بھی کوئی پروگرام بنایا ہوا ہے؟ سُن! کیا تجھے معلوم ہے کہ موت کا فرشتہ تجھے کس
تاریخ کو آپکڑے گا؟ اور پھر تجھے یہاں سے اُٹھا کر دوسرے جہان میں پھینک دیا جاوے گا۔ اس وقت
تُو قبر اور اس کی تنگنائی اور اس کی وحشت میں منتقل ہو جائے گا۔ کیا تُو نے کبھی کوئی قبر نہیں دیکھی۔ کیا تُو نے
اُس منظر کو نہیں دیکھا، جب لوگ مُردہ کو دفن کر رہے ہوں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ لوگ کس طرح مُردے کو
اُس کے گڑھے میں داخل کرتے ہیں اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر اس کو روپوش کر دیتے ہیں"۔ پھر اپنے نفس
سے یہ فرمایا۔ تجھے مناسب نہیں کہ اپنے منہ سے اس طرح کی باتیں کرے۔ یعنی تجھے بالکل خاموش ہو جانا چاہیئے
کیا تجھے خبر ہے کہ پوری پوری سمجھ کا کام کس نے کیا؟ عمر بن الخطاب رضؓ نے کیا۔ جن کا حال یہ تھا کہ لوگوں کو وہ
عمدہ عمدہ غذائیں دیتے تھے، اور خود موٹا جھوٹا کھا کر گذارہ کر لیتے تھے۔ عام لوگوں کو نرم لباس پہننے کے لئے
دیا کرتے تھے لیکن خود کھردرا اور موٹا لباس استعمال فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضؓ عوام کو نہ صرف اُن کے حقوق
پہنچاتے تھے بلکہ اُن کو اُن کے حقوق سے زیادہ دیتے تھے۔ ایک آدمی کو اُس کا حصہ ۴ ہزار درم دیا اور ایک
ہزار مزید اس کو عطا فرمایا۔ ایک آدمی نے اُن سے کہا۔ کیا اپنے عزیز کے وظیفہ میں آپ اضافہ نہیں کریں گے،
یعنی اس کو زیادہ نہ دیں گے جس طرح اُس شخص کے وظیفہ میں آپ نے مزید ایک ہزار درم کا اضافہ فرمادیا؟
امیرالمؤمنین عمر رضؓ نے یہ جواب دیا۔ مَیں نے اس شخص کے وظیفہ میں اس لئے اضافہ کیا یعنی حصہ سے زیادہ رقم
اس لئے دی ہے کہ اس کا باپ اُحُدؔ کی جنگ میں ثابت قدم رہا یعنی وہ دشمن کی یلغار سے گھبرا کر بھاگا نہیں تھا
میرے اس عزیز کا باپ دشمن کی یلغار کے باعث گھبرا کر میدان سے بھاگ گیا تھا۔ $\frac{۸۶}{۱۶}$۔ گویا کہ عمر رضؓ کا زیادہ دینا
اس کے باپ کی خدمات کا اعتراف ہے جو اُس نے اسلام کے لئے اُحُد کے میدان میں کی تھیں۔ لیکن ایک واقعہ

جلد اوّل

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

عن ابن عمر عن عمر بن الخطاب قال کان فرض للمهاجرين الاولين اربعة الاف في اربعة وفرض لابن عمر ثلاثة الاف وخمس مائة فقيل له هو من المهاجرين فلم نقصته من اربعة الاف فقال انما هاجر به ابواه يقول ليس هو كمن هاجر بنفسه۔ (بخاری۔ جلد ا ص ۵۵۶)

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے بیت المال سے مہاجرین اوّلین کے لئے ۴ ہزار وظیفہ سالانہ مقرر کیا جس کی ادائیگی ۴ فصلوں میں بیت المال سے کی جایا کرے۔ اور ابن عمرؓ یعنی اپنے بیٹے کے لئے تین ہزار پانچ سو مقرر کئے۔ اس پر حضرت عمرؓ سے یہ بات کہی گئی کہ ابن عمرؓ بھی تو انہی مہاجرین اوّلین میں سے ہیں جن کے لئے آپ نے چار ہزار کا وظیفہ مقرر کیا ہے۔ پھر آپ نے اس کے وظیفہ میں پانچ سو کی کمی کیوں کی؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اسکے ساتھ اس کے والدین نے بھی ہجرت کی تھی۔ یعنی ایسا مہاجر نہیں ہے جس نے تنہا ہجرت کی ہو ـــــ جو شخص ماں باپ کے ساتھ ہجرت کرے، اُسے اتنی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی جتنی کہ تنہا آدمی کو۔

فضیل بن عیاضؒ کی میدانِ عرفات میں حاضری

حکایت: اسحاق بن ابراہیمؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فضیلؒ کو یہ کہتے سُنا۔ قسم ہے تیری عزّت کی، اگر تو نے مجھے دوزخ میں داخل ہو جانے کا حکم دیا اور میں اس میں پہنچ بھی گیا تو میں آپ کی رحمت سے پھر بھی مایوس نہ ہوں گا۔ نیز حضرت اسحاق بن ابراہیمؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حج کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں میں بھی حضرت فضیلؒ کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے اس مبارک مقام میں حضرت فضیلؒ سے کوئی دُعا نہیں سُنی یعنی آپ نے اپنی زبان سے کوئی دُعا نہیں مانگی۔ ہاں یہ دیکھا کہ آپ اپنا دایاں ہاتھ اپنے رُخسار پر رکھے ہوئے اور سرِ مبارک نیچے کئے ہوئے آہستہ آہستہ روتے رہے اور صبح سے شام تک میں نے اُن کا یہی حال دیکھا کہ رُخسار پر دایاں ہاتھ رکھے ہوئے، سرشار آدمی کی طرح سر جھکائے آہستہ آہستہ روتے رہے۔ اور جب شام کے وقت عرفات سے مزدلفہ جانے کیلئے خلیفۂ وقت

کی روانگی ہوگئی تو حضرت نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھا کر تین مرتبہ کہا۔ واللہ میں آپ سے بڑا شرمندہ ہوں۔ کاش آپ مجھے معاف فرمادیں اور میری خطاؤں کو بخش دیں۔ ۸۸/۲۵

بے فائدہ ملاقات سے گریز | **حکایت :** علی بن الحسنؒ کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ کو معلوم ہوا کہ جریر میرے پاس آنا چاہتا ہے۔ علی بن حسن کہتے ہیں۔ جب حضرت کو یہ معلوم ہوا۔ تو آپ نے اپنے دروازہ کو باہر سے تالا لگوادیا۔ جب جریر آئے۔ دیکھا کہ دروازہ کو تالا لگا ہوا ہے تو وہ واپس ہوگئے۔ علی بن حسن کہتے ہیں۔ جب مجھے جریر کے آنے کی خبر ہوئی تو میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ حضرت والا! جریر ہیں۔ میرا مطلب تھا کہ اُن کو اندر بلالیا جائے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ وہ مجھ سے مل کر کیا کریگا اس کی اچھی باتیں مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ یعنی مجھے سب معلوم ہیں اور جو میری اچھی باتیں تھیں، اُس کے سامنے میں اُن کو ظاہر کر چکا ہوں۔ پس بہتر یہی ہے کہ نہ وہ میرے پاس نشان وشوکت سے آئے، اور نہ میں اس کے پاس بن سنور کر جاؤں۔

مخلوق کی خیر خواہی | حضرت علی بن حسنؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے فضیلؒ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا کوئی بھی نہیں دیکھا۔ اور اسی طرح جس قدر میں نے حضرت فضیلؒ کو اللہ کی مخلوق کی خیر خواہی کرنے والا پایا، اُن سے بڑھ کر کسی شخص کو بھی مخلوق کی ہمدردی کرنے والا نہیں پایا۔

علی بن الحسنؒ کی خواب | حضرت علی بن الحسنؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت فضیلؒ ایک صندوق پر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے چاروں طرف لوگ کھڑے ہوئے ہیں جنہیں حضرت فضیلؒ قرآن شریف تقسیم فرما رہے ہیں۔ میں نے دیکھا تو اُن لوگوں میں سفیان بن عُیینہؒ اور امیر المؤمنین ہارون رشیدؒ بھی موجود ہیں۔ علی بن الحسنؒ نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت فضیلؒ جب کسی آدمی کو وداع کرتے یعنی رخصت کرتے تو اس وقت بے قابو ہوجاتے یعنی اس کو پوری طرح رخصت کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ ایک دن ظہر کے بعد آپ کے پاس جریر آگئے۔ جب ان کو رخصت کیا تو فرمایا۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں، اللہ سے ڈرتے رہنے یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے کی اور آپ نے یہ آیت

پڑھنے کا ارادہ کیا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۔ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگاری اختیار کریں۔ اس آیت کے مضمون پر غور کرتے ہوئے بے اختیار رو پڑے اور ایسا روئے کہ حضرت فضیلؒ کے حلق میں پھندا لگ گیا اور جب رونا آپ کی برداشت سے باہر ہو گیا تو جریرؒ سے ہاتھ چھڑا کر چلے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت فضیلؒ راستہ میں زار و قطار روتے ہوئے اور ہچکیاں لیتے ہوئے اپنی مسجد تک پہنچے۔ ۹/۱۱

بادشاہ کی بھلائی میں ملک و قوم کی بھلائی ہے عبدالصمد بن یزید بغدادیؒ نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری ایک دُعا قبول کر لی جائے گی تو میں امام یعنی حاکمِ وقت کی بہتری کے لئے دُعا کروں۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ اے ابو علیؒ! یہ کیوں؟ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ اگر میں یہ دُعا اپنے لئے کروں گا تو اُس کا یہ فائدہ ہو گا کہ مجھے چین ملے گی اور میرے غم دُور ہوں گے۔ اور جب میں یہ دُعا بادشاہِ وقت کے صالح اور نیک ہونے کے لئے کروں گا تو اس کا اثر ساری مخلوق اور سارے مُلک پر ہو گا۔ کیونکہ صَلَاحُ الْاِمَامِ صَلَاحُ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ۔ بادشاہ کے دین دار اور صالح ہونے سے عوام یعنی مخلوق صالح بنے گی اور مُلک درست ہو گا یعنی اس کا نظام درست ہو گا۔ لوگ بھی آباد ہوں گے اور مُلک بھی آباد ہو گا یعنی بادشاہ کے دین دار ہونے سے مُلک اور قوم کو امن نصیب ہو گا۔ اُن کی بھلائی کی صورتیں پیدا ہوں گی۔ ایک آدمی نے پھر پوچھا۔ اے ابو علیؒ! یہ نکتہ ہمیں اچھی طرح سمجھا دیں کہ بادشاہ کے نیک، صالح اور دیندار ہونے کی وجہ سے مُلک اور قوم کیسے درست ہو جائیں گے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ سُنو! بادشاہ جب دین دار، نیک سیرت اور بھلا مانس ہو گا۔ تو وہ ظلم نہیں کرے گا۔ اور لوگ جب بادشاہ کے ظلم سے محفوظ اور مطمئن ہوں گے تو ویرانے آباد ہوں گے۔ لوگ نئی نئی بستیاں بنائیں گے۔ بنجر زمینوں پر کاشت کر کے پیداوار بڑھائیں گے۔ یہ تو ہے مُلک اور شہروں کی بھلائی۔ خلاصہ یہ کہ بادشاہ کی دین داری سے مُلک آباد ہو گا۔ اس کی معیشت مستحکم ہو گی۔ بادشاہ کی صلاحیت اور دین داری سے اللہ کے بندوں کی بھلائی اس طرح ہو گی کہ جب اللہ کے بندے اپنی قوم کے جاہل لوگوں کو دیکھیں گے تو اللہ کا ہر نیک بندہ یہ فکر کرے گا اور یہ سوچے گا، کہ معیشت اور روزگار کی تلاش نے اِن جاہلوں کو اس دین کی جستجو اور اس کی طلب سے غافل اور لاپرواہ بنا رکھا

جلد اوّل

ہے جو اُن کے لئے نفع بخش اور سراسر فائدہ مند ہے۔ یعنی قرآن وحدیث کی تعلیم اور دین کی دوسری باتیں سیکھنے اور اُن پر عمل کرنے سے یہ لوگ اپنے روزگار کی وجہ سے غافل ہوگئے ہیں پس اللہ کا یہ نیک بندہ پچاس پچاس، اَن پڑھ آدمیوں کو یا اُس سے کم یا زیادہ لوگوں کو ایک جگہ جمع کرے گا یعنی ان کی تعلیم کے لئے دینی مکتب کھولیگا دینی مدرسہ بنائے گا، روحانی تعلیم وتربیت کے لئے خانقاہ بنائے گا، اور دین سیکھانے والے یعنی قرآن شریف پڑھانے والے عالم یا کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے کہے گا کہ آپ کی ضروریات زندگی میں پوری کروں گا اور آپ کے اخراجات کا میں ذمہ دار ہوں گا۔ آپ سب فکروں سے آزاد ہو کر دین سے ناواقف لوگوں کو دین سکھائیں۔ اسلام پسند لوگوں کو دین کی تربیت دیں۔ اور جب یہ اسکیم چل نکلے گی تو دیکھنا کہ اللہ تعالےٰ ان کی زبانوں سے ایسی باتیں نکلوائیں گے جس کی برکت سے زمین کی بُرائیاں دُور ہوں گی۔ مُلک کی فضائیں پُرامن اور پُرسکون اور اس کا ماحول پاکیزہ بنے گا اور ایسے مواقع فراہم ہوں گے کہ جاہلوں کے دلوں سے دُنیا اور اس کی محبت نکال کر ان کے دلوں میں دین کی فکریں پیدا کر دی جائیں۔ پس یہ ہے ملک وقوم کی صلاحیت اور بھلائی کا نکتہ۔ حضرت فضیلؒ کی باتیں سُن کر حضرت عبداللہ بن المبارک نے ان کی پیشانی کو چومتے ہوئے فرمایا

يَا مُعَلِّمَ الْخَيْرِ مَنْ يُحْسِنُ هٰذَا غَيْرُكَ۔ اے خیر کے سکھانے والے ایسی اچھی اور انوکھی چیزیں آپ کے سوا دوسرا کون سنائے گا۔ ۹۲-۹۱ / ۲۴-۶

جلد اوّل

سب سے زیادہ نفرت مجھے بادشاہِ وقت سے ہے مگر مجھے اس کی زندگی سب سے زیادہ عزیز ہے

حکایت: محمد بن ابی عثمان کا بیان ہے کہ میں نے فضیل بن عیاضؒ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا:

مَا عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَبْغَضُ اِلَيَّ مِنْ هَارُوْنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ بَقَاءً مِنْهُ۔

زمین پر بسنے والوں میں مجھے سب سے زیادہ نفرت ہارون سے ہے۔ اور جتنا میں ہارون سے ناراض ہوں روئے زمین پر کسی سے بھی اتنا ناراض نہیں ہوں۔ لیکن ہارون کے سوا دوسرا کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کا زندہ رہنا مجھے ہارون سے زیادہ عزیز ومحبوب ہو۔ اگر میرے امکان اور میری قدرت اور میرے اختیار

میں یہ امر ہو کہ میں اپنی عمر میں سے کچھ عمر نکال کر ہارون کو دے دوں تو میں ایسا ضرور کر لوں۔ اسی طرح مجھے اگر اختیار دیا جائے کہ میں دو باتوں میں سے ایک کو پسند کروں۔ ہارون[1] کے مرنے کو (اور اپنے بیٹے ابو عبیدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یا اس[2] کے مرنے کو۔ تو میں ہارون کے مرنے کے بجائے اپنے بیٹے کے مر جانے کو قبول کروں۔ حالانکہ یہ بچہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے اس لئے کہ یہ میرے بڑھاپے میں پیدا ہوا ہے۔ اور فرمایا:

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ جَمَعَ بَیْنَ هَاتَیْنِ الْخَصْلَتَیْنِ فِیْ قَلْبِیْ۔

پس پاک ہے وہ ذات اور پاکی ہے اس ذات کیلئے جس نے میرے دل میں دو متضاد خصلتیں پیدا فرما دیں۔

اس واقعہ کے بیان کرنے والے محمد بن ابی عثمان فرماتے ہیں کہ ہارون یعنی امیر المؤمنین کی درازیٔ عمر حضرت فضیلؒ کو اس لئے محبوب و پسندیدہ تھی کہ آپ کو معلوم کرا دیا گیا تھا کہ ہارون کے مرنے کے بعد اسلام اور اہلِ اسلام کو بہت سے مصائب اور فتنوں سے دو چار ہونا پڑے گا۔ ١٠٥/۴۔ یعنی ہارون رشید کے بعد اہلِ اسلام اور ان کے شہروں پر تباہی کے سیلاب اُمنڈ پڑیں گے اور تاتاری حملے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ تاریخ کہتی ہے کہ وقت نے حضرت فضیلؒ کے اس خطرہ کو حقیقت بنا دیا۔

خانہ کعبہ کی حاضری کا مقصد اسحاق بن ابراہیمؒ کہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ فضیل بن عیاضؒ اپنے نفس سے یہ باتیں کر رہے تھے۔ تجھے باہر کی زمین سے اُٹھا کر سرزمینِ حرم یعنی خانہ کعبہ میں اس لئے لایا گیا ہے کہ تجھ پر تیرے گناہوں کا اضافہ ہو جائے یعنی گناہوں کے مٹانے کے لئے نہیں بلکہ ان کے بڑھانے کیلئے تجھے یہاں کی حاضری کا موقعہ دیا گیا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو کعبہ کے گرد ہوتے ہوئے بھی درہم و دینار سونے چاندی کا زبان سے ذکر اور دل میں اس کا خیال رکھتا ہے۔ یہاں تو صرف توبہ کرنے والے اور اللہ کے عذابوں سے پناہ طلب کرنے کے لئے آیا کرتے ہیں ۔۔۔۔ ٩۵/٨۔ مطلب یہ ہے کہ کعبہ جا کر بھی اگر زبان اور دل پر دُنیا رہی تو گناہوں کے معاف ہونے کی اُمید کے بجائے گناہوں کے اضافہ کی اُمید رکھنی چاہیئے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حاجی لوگ اپنے گھروں، بازاروں اور اپنے کاروبار کو چھوڑ کر بظاہر تو اللہ کے گھر کا حج کرنے کے لئے مکّہ جاتے ہیں مگر مکّہ پہنچ کر کعبہ کے طواف کے بجائے بازاروں کے گرد طواف کرتے پھرتے ہیں اور حرمین سے

آخرت میں کام آنے والی چیزیں یعنی دین و ایمان لانے کی بجائے دنیا میں کام آنے والی چیزیں لے کر اپنے گھروں میں واپس آتے ہیں۔ گویا وہ لوگ دُنیا سے اُٹھ کر گئے، اور مکہّ و مدینہ جاکر بھی دُنیا میں اُلجھے رہے۔

فضیل بن عیاضؒ کی باتیں اپنے بچّوں سے | **حکایت :** حضرت فضیلؒ کے گھر اکثر اوقات کھانے کو نہیں ہوتا تھا۔ فاقہ کے ساتھ کئی کئی دن گذر جاتے تھے اور فاقہ کے باعث بچّوں کے نڈھال، کمزور اور اُترے ہوئے چہروں پر اکثر آپ کی نظر پڑتی تو فرماتے۔ مُردوں کے چہرے دیکھ لو، ایسے ہوتے ہیں۔ پھر اُن سے فرماتے۔ تم لوگ میرے مرنے کے بعد جو کروگے وہ آج ہی کرلو یعنی میرے مرنے کے بعد بھی آخر کار صبر کروگے، وہ ابھی کرلو۔ یا یہ مطلب ہو کہ مجھ سے قطع نظر کرلو اور اپنے دل کو یہ سمجھا لو، گویا کہ میں تم میں موجود نہیں ہوں۔ خدا تعالیٰ کو اپنا وکیل اور کفیل سمجھو اور اُس پر نظر رکھو۔ میری موجودگی میں بھی تم لوگوں کو وہ ہی دیتا ہے اور میرے مرنے کے بعد بھی وہ ہی دینے والا ہے۔ میں کوئی چیز نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بیان کرنے والے کہتے ہیں، کہ آپ کے پاس آپ کا بھتیجا مہمان بن کر آیا تو آپ نے اُس کے واسطے خبیص، کھجور، بالائی اور میدہ کا حلوا بنوایا۔ جب وہ دسترخوان پر آگیا۔ تو بھتیجہ نے کہا۔ چچا جان آپ بھی میرے ساتھ کھائیں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا بھتیجے جس عورت کا اکلوتا بچّہ مرجائے، اسے کھانے میں مزہ نہیں آیا کرتا۔[۹۲] مطلب یہ ہے کہ جب میری آخرت میرے ہاتھوں تباہ ہو رہی ہو پھر مجھے کھانے میں کیا مزہ اور حلوہ کھانے میں کیا لُطف آئے گا۔

پیٹ بھر کر روٹی کھانے سے شرماتا ہوں | حضرت عبدالصمد بن یزیدؒ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے سُنا۔ آپ فرماتے ہیں :

إِنِّیْ أَسْتَحْیِ مِنَ اللّٰهِ أَنْ أَشْبَعَ حَتّٰی أَرَی الْعَدْلَ قَدْ بُسِطَ وَأَرَی الْحَقَّ قَدْ قَامَ۔[۸۸]

بیشک میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا رہوں گا اس بات پر کہ میں پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ خدا تعالیٰ کا انصاف جہان والوں پر حاوی ہو چکا۔ اور میں دیکھ لوں، کہ حق ظاہر اور قائم ہو چکا ـــــ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے بعد ہی اگر اللہ کا فضل ہو گیا تو

جلد اوّل

پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں گا۔

حکایت: حضرت ابراہیم بن الاشعثؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فضیلؒ کو دیکھا۔ آپ خود اپنے آپ سے یہ باتیں کر رہے تھے۔ "تُو نے لوگوں کے دکھاوے کے لئے اچھے اچھے کپڑے پہنے۔ تو اُن کے لئے تصنّع کیا۔ یعنی انہیں بن بن کر دیکھایا۔ لوگوں کو اپنا معتقد بنانے کے لئے اللہ والوں کے چولے بدل بدل کر ہمیشہ ریاکاری کرتا رہا۔ یہانتک کہ وُہ تیری بزرگی کے معترف ہو گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ فلاں آدمی بڑا پہنچا ہوا بزرگ ہے۔ آخر کار وہ تیری عزّت کرنے لگے اور تیری ضرورتیں پوری کرنے لگے اور تیری خدمت کرنے کو سعادت سمجھنے لگے اور تجھے اپنی مجلسوں میں عزّت کی جگہ بٹھانے لگے اور تجھے قابلِ عزّت سمجھنے لگے۔ خواری ہو تیرے لئے، اور ناکامی ہو تجھے۔ بڑی شرم کی بات ہے اگر تیرا یہ حال ہو۔" اور حضرت ابراہیم نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے فضیلؒ کو ایک رات دیکھا کہ وہ سورۂ محمدؐ کی روتے ہوئے تلاوت کر رہے تھے اور بار بار اس آیت کو پڑھ رہے تھے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ط

اور ہم تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ ہم آزمالیں تم میں جہاد کرنے والوں اور دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جانے والوں کو اور جانچ پڑتال کریں گے تمہاری زندگی کے واقعات کی۔

اور پڑھتے وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ اور ہم دیکھ بھال کریں گے تمہاری زندگی کے واقعات کی۔ پھر کہتے۔ وَتَبْلُوَاْ اَخْبَارَنَا۔ اِنْ بَلَوْتَ اَخْبَارَنَا فَضَحْتَنَا وَهَتَكْتَ اَسْتَارَنَا۔ اور تُو امتحان کرے گا ہمارے واقعات اور حالات کا۔ اگر تُو ہمارے حالات اور واقعات کا امتحان یعنی اُن کی دیکھ بھال کرے گا تو ہماری فضیحت کرے گا۔ ہمیں رسوا و شرمسار اور ہمارے پردے فاش کرے گا۔ بیشک اے اللہ تو نے اگر ہمارے حالات و واقعات کو آزمایا تو ہمیں تُو ہلاک کر دے گا اور تُو ہمیں عذاب دے گا۔ ہمیں ایک نمکّی اور بے کار چیز بنا دیگا حضرت فضیلؒ اس طرح سے اللہ سے باتیں کرتے رہے۔ پھر رونے لگے۔ ۱۲ فقیر کہتا ہے راتوں میں اُٹھ کر قرآن پڑھنا اور قرآن پڑھتے ہوئے اللہ کے خوف اور اس کی محبّت میں رونا بہت اُونچی عبادت ہے جس خوش قسمت کو اللہ تعالیٰ یہ دولت نصیب فرمادے وہ بڑا خوش نصیب آدمی ہے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اپنے انتہائی کمالاتِ رُوحانی

جلد اوّل

کے باوجود راتوں کو اُٹھ کر قرآن پڑھتے تھے اور اس حال میں ایسے زار وقطار روتے تھے کہ روتے روتے بے قرار ہو جاتے اور اپنے آنسوؤں کے تھامنے پر بے اختیار ہو جاتے۔ بخاری شریف میں اس کی وضاحت اس طرح فرمائی گئی ہے کہ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے اپنے والدین کو اسلام کی حالت میں دیکھا اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گذرتا تھا جس کی صبح وشام ہمارے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے ہوں۔ پس مسلمانوں پر جب کفار کی طرف سے سختی وایذا رسانی کا دور شروع ہوا تو ابو بکرؓ ارض حبشہ کی طرف ہجرت کر کے نکل کھڑے ہوئے اور جب وہ برک الغماد کے مقام پر جو مکہ سے پانچ رات کے سفر پر یمن کی جانب واقع ہے، پہنچے تو ابنُ الدُّغنَّہ جس کا نام حارث ابن زید یا مالک ابن زید تھا اور اس کی مالکہ کا نام دُغنَّہ تھا، ابو بکرؓ سے ملا اور وہ قبیلہ قارۃ کا سردار تھا۔ اُس نے کہا۔ اے ابو بکرؓ کہاں جاتے ہو۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ مُلک میں گھوموں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ اس پر ابن الدّغنّہ نے کہا۔ اے ابو بکرؓ! تجھ جیسا نہ نکلے گا نہ اس کو نکالا جائے گا۔ تُو لوگوں کی مُفت امداد کرتا ہے، قرابت داریوں کو جوڑے رکھتا ہے اور تَحمِلُ الکَلّ تو لوگوں کے بوجھ اُٹھاتا ہے یعنی ناداروں، یتیموں، بیواؤں کے فکرات دُور کرتا ہے اور اُن کے معاشی بوجھ کو اُٹھاتا ہے اور آنے والے مہمانوں کی مہمان داری کرتا ہے اور حادثوں سے پہلے اور حادثوں کے آنے کے بعد ہنگامی حالات میں آپ اُن کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، اُنہیں مالی امداد دیتے ہیں۔ پس میں آپ کا مددگار اور حمایتی ہوں۔ واپس چلو اور اپنے رب کی عبادت اپنے شہر میں کرو۔ حضرت ابو بکرؓ واپس ہو گئے اور ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ واپس ہوا چنانچہ ابن الدغنّہ نے شام کے وقت بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور کہا۔ ابو بکرؓ جیسا آدمی نہ نکلے گا اور نہ اس کو نکالا جائے گا۔ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو نکال دو گے جو لوگوں کو مفت مال دیتا ہو، رشتہ داریوں کا پاس رکھتا ہو۔ یتیموں، بیواؤں اور ناداروں کی مدد کرتا ہو۔ مہمانوں کی مہمان داری کرتا ہو اور ہنگامی حالات اور مصائب کے زمانہ میں لوگوں کے ساتھ تعاون کرتا ہو اور مالی امداد دیتا ہو۔ پس قریش نے ابن الدغنّہ کی حمایت اور پناہ کو رد نہیں کیا۔ ہاں ابن الدغنّہ سے یہ کہا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کیا کرے

جلد اوّل

اور اپنے گھر میں وہ چاہے تو نماز پڑھے اور اُس میں جیسے چاہے "قرآن" پڑھے لیکن اس کے ساتھ نہ تو ہمیں تکلیف پہنچائے اور نہ علی الاعلان اور کُھلے بندوں قرآن پڑھے۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ اس صورت میں ہماری عورتوں اور بچوں کو مصیبت میں ڈال دے گا۔ یعنی ہمیں خطرہ ہے کہ اس کی نماز کو دیکھ کر اور "قرآن" سُن کر ہمارے بچے اور عورتیں اپنا دین چھوڑ دیں گے اور اُس کا دین اختیار کر لیں گے"۔ چنانچہ ابن الدغنہ نے جاکر ابوبکرؓ کو سردارانِ قریش کی یہ باتیں سنائیں۔ پس کچھ روز تک تو ابوبکرؓ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے اور اپنی نماز علانیہ طور پر نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے گھر کے علاوہ دوسری جگہ قرآن پڑھتے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خیال ہوا۔ آخر آپ نے اپنے گھر کے اگواڑ میں ایک مسجد بنالی — اور اس مسجد میں نماز اور قرآن پڑھنے لگے۔ جس کو دیکھ کر اور سُن کر مشرکین کی عورتوں اور بچوں کا اژدہام ہوگیا اور ایسا اژدہام کہ ایک دوسرے میں دھکم دھکا ہونے لگے کیونکہ یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کی قرآن کی تلاوت کو بے انتہا پسند کرتے اور آپ کی پُرکشش نماز کو پسندیدگی سے دیکھتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ بہت زیادہ رونے والے تھے اور جب قرآن شریف کی تلاوت کرتے پھر تو آپ کی آنکھیں اُن کے اختیار میں نہیں رہتیں۔ یعنی قرآن کی تلاوت کرتے وقت روتے روتے ابوبکر صدیقؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ اور ابوبکرؓ کی بلند آواز سے قرآن پڑھنے اور اُن کے اس وقت رونے کو دیکھتے ہوئے قریش کے سردار خوف کرنے اور گھبرانے لگے۔ کہیں ہماری عورتیں اور بچے اپنا دین چھوڑ کر ابوبکرؓ کے دین کو قبول نہ کر لیں۔ چنانچہ اس خطرہ کے پیشِ نظر اُن لوگوں نے ابن الدغنہ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا اور اُن کے بلادے پر ابن الدغنہ اُن کے پاس آیا تو اُن لوگوں نے کہا۔ ہم نے تیری پناہ دینے اور تیری حمایت کو اس شرط پر تسلیم کیا تھا کہ ابوبکرؓ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے گا۔ لیکن ابوبکرؓ نے ہماری اس شرط سے تجاوز کیا اور اُس نے اپنے گھر کے اگواڑ میں ایک مسجد بنالی ہے اور علی الاعلان نماز پڑھتا ہے اور اُس میں بلند آواز کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے۔ پس ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو مصیبت میں ڈال دے گا۔ تجھے چاہیئے کہ اُس کو روک دے۔ اگر وہ اپنے رب کی عبادت کرے تو اپنے گھر میں جاکر کرے۔ ہماری طرف سے

اس کو اجازت ہے کہ وہ ایسا کرتا رہے۔ اور اگر وہ اس پر اصرار کرے کہ میں کھلم کھلا اور علانیہ طور پر نماز اور قرآن پڑھوں گا، تو تو اُس سے مطالبہ کر کہ وہ تیری جوار اور حمایت کو تجھے واپس کر دے کیونکہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تجھ پر بے زبانی اور بدعہدی کا دھبہ لگائیں۔ اور ہم لوگ کسی صورت میں اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ ابوبکرؓ کھلے بندوں نماز اور قرآن پڑھتا رہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کفار قریش کے سرداروں کی یہ بات سُن کر ابن الدغنہ، ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ جو عہد کیا ہے، وہ کس شرط پر کیا ہے؟ پس یا تو آپ اُس پابندی کو قبول کریں کہ اپنی نماز قرآن اپنے گھر میں پڑھیں نہیں تو میرا عہد اور ذمہ داری مجھے واپس کر دیں کیونکہ میں اپنی اس بدنامی کو پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ یہ سُنیں کہ میں نے کسی آدمی کو عہد اور امان دیا ہو اور میں اس عہد اور پیمان کے پورا کرنے سے قاصر رہا ہوں اور مجھ سے امن حاصل کرنے والے کو نقصان پہنچایا گیا ہو"۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں تیری ذمہ داری تجھے واپس کرتا ہوں "وَاَرْضٰی بِجَوَارِ اللّٰہِ" اور اللہ کی ذمہ داری اور اُس کی پناہ میں رہنے پر راضی ہوں۔ (بخاری مختصراً جلد ۱ صفحہ ۵۵۳)

جلد اوّل

حکایت : بندے کے لئے اللہ سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں

حضرت فضیلؒ کے صاحبزادے محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا۔ ابا جی! آپ کی زندگی کے متعلق آخرت میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ والد صاحبؒ نے فرمایا:

لَمْ اَرَ لِلْعَبْدِ خَیْرًا مِنْ رَبِّہٖ۔　(بیٹے) آدمی کے ساتھ اُس کے رب سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا میں نے کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

یعنی جس قدر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ مہربانی فرماتے اور اُس کے ساتھ ذرّہ نوازی سے پیش آتے ہیں سارے جہان میں اس کی کوئی نظیر اور کوئی مثال نہیں ملتی، نہ ماں باپ، نہ بھائی بہن، نہ یار دوست، سب کی شفقتیں اللہ کی شفقت کے سامنے اور سب کی محبتیں اس کی محبت کے سامنے ہیچ از ہیچ ہیں۔ غرض یہ ہے

کہ خدا تعالیٰ کے انعامات، اکرامات اور احسانات کا کوئی شمار نہیں جو مجھ جیسے ناقص اور گناہ گار کے ساتھ اُس نے محض اپنی رُبوبیت اور اپنے فضل کی بنا پر کئے ہیں۔ یا مطلب یہ ہو کہ میں تو اپنی زندگی میں ڈرتا رہتا تھا کہ دیکھئے مرنے کے بعد وہ کیا کرتے ہیں۔ مگر یہاں آکر دیکھا کہ اُس سے زیادہ لُطف و کرم، مہربانی، محبت و شفقت والا دوسرا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

صدق یعنی سچائی اسحاق بن ابراہیم طبریؒ نے بیان کیا کہ حضرت فضیلؒ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی جن جن چیزوں سے اپنی آرائش کرتا ہے اور جو جو چیزیں اپنی زینت کے لئے استعمال کرتا ہے، ان میں سب سے اچھی زینت اور اس کو حسین بنانے والی چیز اُس کا صدق اور سچائی ہے۔ خلاصہ یہ کہ آدمی کے لئے اس کی سچائی سے بہتر کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اُس کو باجمال و باکمال بنائے۔ مگر اللہ عزّ وجل قیامت کے دن ایسے لوگوں سے بھی اُن کی سچائی کے متعلق سوال کرے گا، جنہوں نے اپنے آپ کو اس صفت کے ساتھ پوری طرح مُزیّن اور آراستہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ج (سورۂ احزاب رکوع ۲) تاکہ پوچھے اللہ سچّوں سے اُن کا سچ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جواب طلب کرے گا سچّے پیغمبروں سے اُن کے سچ کے متعلق۔ اور جن سے سوال کرے گا اُن میں عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام بھی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ جیسے کامل اہل صدق سے بھی سوال کرے گا تو پھر ہمارا کیا حال ہو گا جن کی ساری زندگی جھوٹ میں گذرتی ہو یہ فرما کر حضرت فضیلؒ رو پڑے اور فرمایا۔ تمہیں خبر بھی ہے کہ کون سے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے سوال کریں گے۔ یہ وہ دن ہو گا جس میں آدم اور اُن کے ماسوا اگلی پچھلی ساری مخلوق کو اللہ جمع کرے گا۔ اور فرمایا۔ کتنے عیب دار اور قباحت والے ہیں وہ لوگ جن کے ایک ایک عیب کو کل کے دن قیامت کھول کر رکھ دے گی۔ مطلب یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر ذلیل وہ آدمی ہے جسے قیامت کے دن اوّلین و آخرین کی موجودگی میں رسوا اور شرمندہ کیا جائے ۔

زہر نفس بقیامت سوال خواہد شد　　گنہ مکن کہ گناہ گار خوار خواہد شد
بسا پیادہ کہ فردا سوار خواہد شد　　بسا سوار کہ فردا پیادہ خواہد شد

جلد اوّل

ترجمہ : قیامت کے دن آدمی کے ہر ہر سانس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو ہرگز گناہ نہ کر یو، کیونکہ قیامت کے دن گناہ گار ذلیل و خوار ہوگا۔ بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں سواری نہیں رکھتے تھے، قیامت کے دن سواریوں پہ سوار ہوں گے اور بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں سواری پر سواری کرتے تھے قیامت کے دن پا پیادہ چلتے ہوں گے۔

صدیق کو صدیق[1] و رفیق کو رفیق کہنے کی وجہ حضرت عبدالصمد بن یزید مردویہ کا بیان ہے کہ میں نے فضیل بن عیاضؒ سے سُنا۔ آپ فرماتے۔ صدیق کو صدیق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور اپنی خیر و بھلائی کا سب سے بڑا حق دار اپنے دوست کو سمجھتا ہے۔ اور رفیق کو رفیق کہنے کی وجہ یہ ہے، کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ رفاقت، ہمدردی اور مہربانی کرتا ہے۔ صرف سفر میں ہی نہیں بلکہ سفر و حضر دونوں میں اپنے ساتھی کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور ہمیشہ اُس کے دُکھ درد میں کام آتا ہے۔ اہلِ مجلس نے حضرت فضیلؒ سے عرض کیا۔ اے ابو علی اس کو کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا :

اَمَّا الصِّدِّيْقُ فَاِذَا رَاَيْتَ مِنْهُ اَمْرًا تَكْرَهُهٗ فَعِظْهُ وَلَا تَدَعْهُ يَتَهَوَّرُ وَ اَمَّا الرَّفِيْقُ فَاِنْ كُنْتَ اَعْقَلُ مِنْهُ فَارْفِقْهُ بِعَقْلِكَ وَاِنْ كُنْتَ اَحْلَمُ مِنْهُ فَارْفِقْهُ بِحِلْمِكَ وَاِنْ كُنْتَ اَعْلَمُ مِنْهُ فَارْفِقْهُ بِعِلْمِكَ وَاِنْ كُنْتَ اَغْنٰى مِنْهُ فَارْفِقْهُ بِمَالِكَ۔ ۱۱۲/۹

دوست وہ ہے جب تُو اپنے دوست میں کوئی ناپسندیدہ اور بُری چیز دیکھے تو اس کو نصیحت کرے اور جہاں تک تیری طاقت میں ہو اس کو ڈوبنے سے بچاتا رہ اور اس کو ہلاک نہ ہونے دے۔ اور رفیق ساتھی وہ ہے کہ جب تُو اپنے رفیق سے زیادہ عقل والا ہو تو اپنی عقل سے اس کے کام آ۔ اگر تُو اس سے زیادہ حلم والا ہے تو اپنے حلم کے ساتھ اس کی مدد کر اور اگر تُو اس سے زیادہ علم والا ہے تو اپنے علم سے اس کی مدد کر اور اگر تُو اس سے زیادہ مالدار اور دولت مند ہے تو اپنے مال کے ساتھ اُس کی مدد کر، اور دکھ درد میں اُس کی

[1] صدیق اُس دوست کو کہتے ہیں جو اپنے قول کو اپنے عمل سے سچا کر دکھائے۔

غمگساری کرتا رہ۔

اپنے کو سب سے کمتر سمجھنے کی تعلیم

حکایت: شعیب بن حرب کہتے ہیں۔ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ پیچھے سے کسی نے میرا پلّہ پکڑ کر کھینچ لیا۔ میں نے مُڑ کر دیکھا تو فضیل بن عیاضؒ تھے۔ مجھ سے فرمانے لگے۔ اگر آسمان والے تیرے اور میرے گناہوں کی معافی کے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں تو ہم اس لائق نہیں ہیں کہ آسمان والوں کی سفارش ہمارے حق میں منظور فرمائی جائے۔ صاحب واقعہ شعیب بن حرب کہتے ہیں۔ میں نے ایک سال سے فضیلؒ کو نہیں دیکھا تھا۔ مگر فضیلؒ کی اس ملاقات اور اُن کی باتوں نے میرے ٹکڑے کر ڈالے اور مجھے چُور چُور کر دیا۔ کاش میری اور فضیلؒ کی ملاقات نہ ہوتی اور میں انہیں نہ دیکھتا۔ ۹۰/۱۷

جتنا ہو سکے خود کر جاؤ، دوسروں پر بھروسہ نہ کرو مرنے کے بعد تیری قبر باغ جنت ہوگی یا دوزخ کا گڑھا

عبدالصمد بن یزیدؒ کا بیان ہے کہ فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

لَا تَجْعَلِ الرِّجَالَ أَوْصِيَائَكَ[1] كَيْفَ تَلُوْمُهُمْ إِنْ يُّضَيِّعُوْا وَصِيَّتَكَ وَأَنْتَ قَدْ ضَيَّعْتَهَا فِي حَيَاتِكَ۔

دوسرے لوگوں کو ہرگز اپنا وصی نہ بنائیو۔ تو اُنہیں کیسے ملامت کرے گا، اگر وہ تیری وصیّت کو ضائع کر دیں یعنی وہ لوگ اس کام کو نہ کریں جو تُو نے اُن کے ذمّہ لگایا ہے۔ حالانکہ تُو نے اپنی زندگی میں خود اس کو ضائع کر دیا اور تُو نے اس کا موقعہ خود گنوا دیا۔

وَأَنْتَ بَعْدَ هٰذَا تَصِيْرُ إِلَى بَيْتِ الْوَحْشَةِ وَبَيْتِ الظُّلْمَةِ وَبَيْتِ الدُّوْدِ وَيَكُوْنُ زَائِرُكَ فِيْهَا مُنْكَرًا وَنَكِيْرًا وَقَبْرُكَ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ ثُمَّ بَكَى الْفُضَيْلُ وَقَالَ أَعَاذَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ مِنَ النَّارِ۔

[1] اوصیاء 'وَصِیٌّ' کی جمع ہے اور 'وَصِیٌّ' کے معنی وصیت کرنے والا۔ اور جس آدمی کو وصیت کی جائے اس کو بھی عربی میں 'وَصِیٌّ' کہتے ہیں۔ وصیت 'ایصاء' کا اسم ہے اور ایصاء کے معنی کسی سے کسی کام کا عہد یعنی پختہ وعدہ لینا۔

"اور اس کے بعد تو وحشت اور گھبراہٹ کے گھر اور ظلمت والے گھر میں منتقل ہو جائے گا اور کیڑوں کے گڑھے میں چلا جائے گا اور اُس گھر میں تجھے دیکھنے اور تیرے پاس آنے والے منکر نکیر ہوں گے اور تیری قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی۔ یہ فرما کر حضرت فضیل رح رو پڑے اور فرمایا۔ اللہ ہمیں اور تمہیں قبر کی آگ سے بچائیں"۔

مطلب یہ ہے کہ آخرت میں کام آنے والے کام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے دین کے کام اپنی زندگی میں خود کر لینے چاہئیں یعنی حتی الوسع دوسروں کو یہ نہ کہنا چاہیئے کہ میرے بعد میری نمازوں کا فدیہ میرے روزوں کا فدیہ ادا کر دینا یا میری طرف سے حج بدل کرا دینا۔ کیونکہ جب تم نے ان کاموں کو استطاعت کے باوجود خود نہیں کیا، تو دوسروں کا کیا بھروسہ ہے کہ وہ تمہاری وصیت پوری کر دیں گے۔

ہمیں انتہائی مجبوری کے وقت لینے کا حکم ہے عبدالصمد کا بیان ہے کہ حضرت فضیل رح نے فرمایا:

أُمِرْنَا اَنْ لَّا نَأْخُذَ الشَّیْءَ اِلَّا فِیْ وَقْتِ الْحَاجَةِ فَاِذَا كَانَ ذَاكَ لَمْ تَجْعَلْ فِيْمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلْاَنْفَةَ۔ [۹۹/۱۷]

ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم کوئی چیز اس وقت تک کسی سے نہ لیا کریں جب تک کہ ہمیں اس کی اشد ضرورت نہ ہو۔ اور جب تمہارا یہ حال ہو جائے کہ انتہائی مجبوری کے وقت لوگوں سے لیا کرو اور بغیر ضرورت کے نہ لیا کرو تو ایسا کرکے تم اپنے اور اللہ عزّ و جلّ کے درمیان نفرت اور ناراضگی پیدا نہ کروگے۔

مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت لوگوں سے دُنیا لینا، خدا تعالیٰ اور اس کے بندہ کے درمیان محبت یعنی خاص تعلّق کو خراب کر دینے والی چیز ہے۔ بلا ضرورت لینے میں اگرچہ مقدر میں لکھی ہوئی چیز تو مل جائے گی مگر اللہ کی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھوگے اور اس کی اُنسیّت جاتی رہے گی۔ اور فرمایا۔

اُسْلُكِ الْحَيَاةَ الطَّيِّبَةَ الْاِسْلَامَ وَالسُّنَّةَ۔	پاکیزہ زندگی یعنی اسلام اور سُنّت والی زندگی اختیار کرو۔

مطلب یہ ہے کہ قلباً و قالباً شریعت کی اطاعت اور سنّت کی پیروی کو اپنا مسلک بناؤ۔ یہی پاکیزہ

جلد اوّل

زندگی ہے جس کو قرآن پاک نے وَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ؏ سے تعبیر کیا ہے۔

آدمیوں کی تباہی دو خصلتوں میں ہے حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

اِنَّمَا اُتِيَ النَّاسُ مِنْ خَصْلَتَيْنِ حُبُّ الدُّنْيَا وَ طُوْلُ الْاَمَلِ - ؎

آدمی دو خصلتوں سے پکڑے جاتے اور تباہ ہوتے ہیں۔ ایک دنیا کی محبت اور دوسرے لمبی لمبی آرزوئیں یعنی طویل المیعاد منصوبوں سے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ مَا اَطَالَ عَبْدٌ الْاَمَلَ اِلَّا اَسَاءَ الْعَمَلَ۔ یعنی جس قدر آدمی کی آرزو لمبی ہوگی، اسی قدر اس کی بداعمالیوں اور گناہوں کی فہرست طویل ہوگی۔ یا اس کا یہ مطلب ہو کہ جس قدر کوئی آدمی طویل المیعاد منصوبے بنائے گا اور بڑی بڑی آرزوئیں رکھے گا، اسی قدر وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کرے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص پروگرام بنائے کہ بنگلہ بناؤں گا، یا کار خریدوں گا، بڑا تاجر یا بڑا حاکم یا وزیر بنوں گا تو یہ شخص اپنے ان منصوبوں کی تکمیل کے ذرائع حاصل کرنے میں اندھا دھند ہاتھ پیر مارے گا، اور جائز ناجائز کچھ نہیں دیکھے گا۔

اللہ والوں کے اخلاق اور اُن کی پاکیزہ خصلتیں ابراہیم بن الاشعث کہتے ہیں، کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

كَانَ يُقَالُ مِنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَصْفِيَاءِ الْاَخْيَارِ الطَّاهِرَةِ قُلُوْبُهُمْ خَلَائِقُ ثَلٰثَةٌ اَلْحِلْمُ وَالْاِنَاءَةُ وَحَظٌّ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ۔

انبیاء اور دین دار صوفیاء جن کے قلوب دُنیا اور اس کی آلائشوں سے پاک صاف ہیں، اُن کے اخلاق وعادات میں سے تین اخلاق کا بطورِ خاص تذکرہ کیا جاتا رہا ہے، اور وہ خصلتیں یہ ہیں۔ اوّل حِلم دوسرے اِناءۃ تیسرے رات کے حصہ میں بیدار ہو کر اللہ کی عبادت کرنا۔ حِلم سے مراد غصہ کے موقعہ پر تحمّل اور بردباری سے کام لینا یعنی غصہ برداشت کرنا۔ اور اِناءۃ سے مراد اللہ کو خوش کرنے کے لئے دُکھ جھیلنا، تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا، فقر و فاقہ، تنگی ترشی سے نہ گھبرانا۔

جلد اوّل

؏ ترجمہ: اور بنادیں گے ہم اُس کی زندگی کو پاکیزہ زندگی۔

ہمارے یہاں جو لوگ کامل ہوئے وہ تین خصلتوں سے کامل ہوئے اور حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا:

لَمْ یُدْرِكْ عِنْدَنَا مَنْ اَدْرَكَ بِكَثْرَةِ صِیَامٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَاِنَّمَا اَدْرَكَ عِنْدَنَا بِسَخَاءِ الْاَنْفُسِ وَسَلَامَةِ الصُّدُوْرِ وَالنُّصْحِ لِلْاُمَّةِ ۔ ۱۰۳/۲

ہمارے پاس رہ کر جس کسی نے کچھ پایا، اُس نے نہ زیادہ روزہ رکھ کر پایا، نہ زیادہ نمازیں پڑھ کر پایا بلکہ ہمارے پاس رہ کر جس نے پایا، سخاوتِ نفس یعنی خواہشات کی قربانی کرنے اور ترکِ دنیا پر راضی ہو جانے اور ہر ایک آدمی سے دل صاف رکھنے اور اُمّت کے ساتھ پوری پوری خیر خواہی اور اُن کے ساتھ بھلائی کرنے سے پایا۔ **اِسخاوت کے معنی:** دل کے دنیا سے سیر ہو جانے اور اس کے چھوڑ دینے پر راضی ہو جانے کو سخاوتِ نفس کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے دنیا ہری بھری اور شیریں ہے۔ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِیْهِ پس جس نے اس کو دل کی سخاوت کے ساتھ لیا، اس کو اس میں برکت دی جائے گی۔ صاحب لغات الحدیث نے یہ بھی نقل کیا ہے المسیحۃ ریح یبعثھا اللہ الی المؤمن تَسْخِیْ نَفْسَهٗ عَنِ الدُّنْیَا حَتّٰی یَخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔ مسیحہ ایک ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ مؤمن پر بھیجتا ہے۔ اس کے اثر سے مؤمن کا دل دنیا سے سیر ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ دنیا کو چھوڑ دینے پر راضی ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کے پاس آخرت میں جو ثواب اور اُس کی نعمتیں موجود ہیں اس کو اختیار کر لیتا ہے۔ (۶۶ - جلد ۳)

مؤمن کا سب سے بڑا فکر جو اُس کو بے چین رکھتا ہے عبد الصمد بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔

اَلْمُؤْمِنُ یَهُمُّهُ الْهَرَبُ بِذَنْبِهٖ اِلَى اللّٰهِ یُصْبِحُ مَغْمُوْمًا وَیُمْسِیْ مَغْمُوْمًا۔

مومن اس فکر میں رہتا ہے کہ گناہوں سے بھاگ کر اللہ کے پاس پہنچ جائے اور کئے ہوئے گناہوں پر صبح کو بھی مغموم اور اداس رہتا ہے اور اپنی شام بھی وہ اسی حال میں گذارتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مؤمن پر ایک تو گناہوں سے بچنے کی فکر سوار رہتی ہے اور دوسرے کئے ہوئے گناہوں پر وہ صبح شام غمگین اور اُداس رہتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ نے اس قول میں مؤمن کی دو صفتیں بطورِ خاص

بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مہموم یعنی اس پر گناہوں سے دُور بھاگنے کا فکر سوار رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ صبح و شام مغموم یعنی غمزدہ، اُداس اور پریشان رہتا ہے۔

مہموم، ھَمٌّ سے بنا ہے اور مغموم، غَمٌّ سے بنا ہے۔ فقیر ان دونوں لفظوں کی تفصیل و توضیح کے لئے یہ عرض کرتا ہے۔ غم عربی لفظ ہے۔ حدیث میں ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْغَمِّ ۔ (ترجمہ) الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ھَمّ یعنی اس فکر سے جو آنے والی مصیبت پر بے چین بنا دے، اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں حُزن یعنی رنج و ملال جو کسی صدمہ و مصیبت کے پہنچنے سے ہو، اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے غم یعنی اس مصیبت اور تکلیف سے جو مجھے پہنچ چکی ہے۔ مجمع البحرین میں ہے کہ "ھَمٌّ" وہ بے کلی جو فکر اور مصیبت آنے سے پہلے ہوتی ہے جس سے نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ اور غم مصیبت آنے کے بعد اور حُزن گذری ہوئی مصیبت پر ہوتا ہے۔ اَمْرٌ مُھِمٌّ بڑا کام جس کا فکر کرنا چاہیئے۔ حدیث میں ہے مَنْ جَعَلَ الْھُمُوْمَ ھَمًّا وَاحِدًا۔ (ترجمہ) جو شخص اپنے سارے فکروں کو ایک فکر بنالے یعنی دنیا کے سارے فکرات اور جھمیلوں سے قطع نظر کرکے صرف آخرت کی فکر میں لگ جائے، اللہ تعالیٰ اُس کے سارے فکرات اپنے اُوپر لے لیگا۔ (لغات الحدیث جلد ۶ صفحہ ۴۲)

ایک حدیث میں ہے مَنْ کَانَتِ الدُّنْیَا ھِمَّتُہٗ (الحدیث) جو شخص دنیا کی فکر رکھے گا یعنی اُس کا اصل مقصد دنیا کمانا ہوگا اور آخرت کی طرف سے وہ بے فکر رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو پریشان کر دے گا اور اس کی محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کر دے گا یعنی اس کی صورت پر محتاجی ——— اور بے اطمینانی ظاہر ہوگی، پھر دنیا اس کو اتنی ہی ملے گی جتنی اس کی قسمت میں رکھی گئی ہے۔ اور جو شخص آخرت کی فکر رکھے گا یعنی اس کا اصل مقصود آخرت کی صلاح اور فلاح ہوگی، اگر بالتّبع وہ دُنیا کا بھی کچھ خیال رکھے گا تو اللہ تعالےٰ ایسے آدمی کے پریشان کاموں کو مجتمع کر دے گا اور اُس کے دل کو تونگری عطا فرمائیگا۔ دل کی تونگری یہ ہے کہ دنیا داروں کی خوشامد اور اُن سے سوال کرنے کو پسند نہ کرے گا۔ ایسے آدمی کے پاس دنیا حقیر اور ذلیل ہو کر آئے گی۔

دشمن کے ساتھ دوست سے زیادہ نیکی کرنے کی تعلیم | حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا:

حَسَنَاتُكَ مِنْ عَدُوِّكَ اَكْثَرُ مِنْهَا مِنْ صَدِيْقِكَ قِيْلَ وَكَيْفَ ذَاكَ يَا اَبَا عَلِيٍّ قَالَ اِنَّ صَدِيْقَكَ اِذَا ذُكِرْتَ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ عَافَاهُ اللّٰهُ وَعَدُوَّكَ اِذَا ذُكِرْتَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَغْتَابُكَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَاِنَّمَا يَدْفَعُ الْمِسْكِيْنُ حَسَنَاتِهِ اِلَيْكَ فَلَا تَرْضَ اِذَا ذُكِرَ بَيْنَ يَدَيْكَ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَهْلِكْهُ لَا بَلْ اُدْعُ اللّٰهَ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْهُ اَللّٰهُمَّ رَاجِعْ بِهِ وَيَكُوْنُ اللّٰهُ يُعْطِيْكَ اَجْرَ مَا دَعَوْتَ بِهِ فَاِنَّهُ مَنْ قَالَ لِرَجُلٍ اَللّٰهُمَّ اَهْلِكْهُ فَقَدْ اَعْطَى الشَّيْطَانَ سُوْءَ لَهٗ لِاَنَّ الشَّيْطَانَ اِنَّمَا يَدُوْرُ عَلٰى هَلَاكِ الْخَلْقِ وَيَقُوْلُ دَرَجَةُ الرِّضَاءِ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ دَرَجَةُ الْمُقَرَّبِيْنَ لَيْسَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا رَوْحٌ وَ رَيْحَانٌ۔ ۹۷/۱۱

تیری نیکیاں اپنے دشمن کے ساتھ زیادہ ہونی چاہئیں اپنے دوست کے مقابلہ میں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا "حضرت یہ کیونکر ہے؟" فرمایا۔ بیشک تیرا دوست جب اُس کے سامنے تیرا ذکر ہوگا تو وہ کہے گا۔ عَافَاہُ اللّٰہُ، اللہ تعالیٰ اُس کو عافیت بخشے یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ صحت، تندرستی دے اور اُس کو ہر بلائی سے بچائے اور تیرا دشمن جب اس کے سامنے تیرا ذکر ہوگا تو وہ رات دن تیرے عیب گنائے گا اور تیری غیبت کرے گا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس بے چارہ کو پتہ نہیں ہے کہ کسی کی غیبت کرنے میں اپنا نقصان کر رہا ہوں اور جس کی غیبت کر رہا ہوں اس کا بھلا کر رہا ہوں کیونکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ مسکین اپنی نیکیاں تیری طرف پھینک رہا ہے۔ پس تیرے سامنے جب تیرے دشمن کا ذکر آئے تو تُو اس کے لئے یہ کہنا پسند نہ کر اَللّٰھُمَّ اَھْلِکْہُ۔ الہٰی اس کو ہلاک یعنی تباہ و برباد کر دے۔ بلکہ تجھے اللہ سے یہ دُعا کرنی چاہئیے۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْہُ اَللّٰھُمَّ رَاجِعْ بِہٖ۔ اے اللہ اس کو نیک بنا دے اور بُری خصلتوں کی بجائے اُس میں نیک خصلتیں پیدا کر دے اور اس کی عداوت کو اُلفت اور دوستی میں تبدیل فرما دے۔ ممکن ہے کہ تیری دُعا قبول ہو جائے اور تو اس کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔

اور اس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اِس صورت میں اللہ تعالیٰ تیری اس دُعا کے عوض تجھے ثواب دے گا جو تُو نے ایک مسلمان کے حق میں کی، کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کی تباہی و بربادی کی دُعا کرتا ہے وہ شیطان کو اس کی مراد دے رہا ہے اور اس کی دلی خواہش یعنی اس کا مشن پورا کر رہا ہے کیونکہ شیطان کی ساری محنت اور سارا کاروبار دُنیا میں اِس غرض سے جاری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو ہلاکت میں ڈال دے اور شیطانی کوششوں کا اصل مقصد اولادِ آدم کو برباد کر دینا اور اُس کے سرمایۂ ایمان کو ضائع کر دینا ہے۔ حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا۔ اللہ سے راضی رہنا اور اس کے فیصلوں کو بسر و چشم قبول کر لینا یہ مُقرّبین بارگاہِ الٰہی کا ایک ایسا مقام ہے کہ اُس کے بعد اُن کے اور اللہ کے درمیان سوائے رَوحٌ وَّ رَیحَانٌ کے اور کوئی فرق نہیں ہے مطلب یہ کہ اِن مُقرّبین اور اللہ کے درمیان میں رَوحٌ وَّ رَیحَانٌ کا فرق باقی رہے گا۔ یعنی اِن مُقرّبین کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتنا قرب حاصل ہو گا کہ یہ لوگ روح و ریحان، راحتوں اور عیش کے مقام جنّت میں رہیں گے اور اللہ تعالےٰ مکان و زمان کی قید سے پاک اور مُنزّہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ مُقرّبین مر کر اعلےٰ درجہ کی روحانی و جسمانی راحت و عیش کے مقام یعنی جنّت میں رہائش پذیر ہوں گے اور اللہ تعالےٰ رہائش وغیرہ سے پاک و بے نیاز ہے۔ اور جہاں تک قربِ حق کا تعلق ہے وہ اِن لوگوں کو راحتوں میں رہتے ہوئے بھی بدرجۂ کمال حاصل ہو گا۔

جلد اوّل

شبِ بیداری اہلِ محبّت کا شیوہ ہے

حسین بن زیاد کہتے ہیں۔ ایک روز حضرت نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ ا: اللہ تعالےٰ شانہٗ ہر رات کو دُنیا کے آسمان یعنی پہلے آسمان پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور ہمارا رب یہ فرماتا ہے:-

مَنِ ادَّعٰی مَحَبَّتِیْ اِذَا جَنَّهُ اللَّیْلُ نَامَ عَنِّیْ۔ تعجب ہے اُس پر جو میری محبت کا دعویٰ کرے، مگر جب رات کی تنہائی کا موقعہ اس کو ملے تو وہ مجھے چھوڑ کر آرام کیلئے چلا جائے اور غفلت کی نیند سو جائے۔

اَلَیْسَ کُلُّ حَبِیْبٍ یُحِبُّ خَلْوَةَ حَبِیْبِهٖ۔ کیا تمام محبت کرنے والے اپنے محبوب اور معشوق سے تنہائی میں ملنے کے مشتاق نہیں رہتے۔ یعنی کیا ایسا بھی کوئی عاشق ہے جو اپنے محبوب سے خلوۃ و تنہائی میں ملنے کی آرزو نہ رکھتا ہو۔

هَا۔ اَنَذَا۔ مُطَّلِعٌ عَلٰی اَحِبَّائِیْ اِذَا	آگاہ رہو میں اپنے دوستوں اور محبت والوں کے پاس
جَنَّهُمُ اللَّيْلُ۔	آجاتا ہوں جب چھا جاتی ہے اُن پر رات کی تاریکی۔
مُثِّلَتْ نَفْسِیْ بَيْنَ اَعْيُنِهِمْ فَخَاطَبُوْنِیْ	اُن کی نظروں میں میرا تصور میرا دھیان
عَلَى الْمُشَاهَدَةِ وَكَلَّمُوْنِیْ عَلٰی	قائم ہو جاتا ہے۔ پس یہ لوگ مجھ سے اس طرح
حُضُوْرِیْ غَدًا اُقِرُّ اَعْيُنَ اَحِبَّائِیْ	خطاب کرتے ہیں جیسے مشاہدہ کی حالت میں
فِیْ جِنَانِیْ۔	یعنی آمنے سامنے ہو کہ ایک دوست دوسرے

دوست کو اپنے دل کی باتیں سُناتا ہو اور وہ مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جیسے وہ میرے حضور حاضر ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ کل کے دن اپنے دوستوں کی آنکھیں میں اپنی جنتوں میں ٹھنڈی کر دوں گا۔

۲ اندھیری رات میں ربِّ جلیل کا اعلان

ھَنّاد بن السریؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ جب رات کا گھُپ اندھیرا چھا جاتا ہے اور رات اپنا پردہ پورے عالم پر پھیلا دیتی ہے، تو ربِّ جلیل جلّ جلالہٗ اعلان کرتا ہے۔

مَنْ اَعْظَمُ مِنِّیْ جُوْدًا وَالْخَلَائِقُ	کون ہے مجھ سے بڑھ کر لُطف و کرم کی بارشیں
لِیْ عَاصُوْنَ وَاَنَا لَهُمْ مُرَاقِبٌ	برسانے والا، اِس کے باوجود کہ مخلوق میری
اَكْلَؤُهُمْ فِیْ مَضَاجِعِهِمْ كَاَنَّهُمْ	نافرمان ہے مگر میں ان کے بستروں اور ان کی
لَمْ يَعْصُوْنِیْ۔	خواب گاہوں میں ان کی حفاظت کرتا ہوں

اور ان کی ایسی پاسبانی رکھتا ہوں، جیسے ان لوگوں نے کبھی میری خطا، یا نافرمانی نہ کی ہو۔

وَاَتَوَلّٰی حِفْظَهُمْ كَاَنَّهُمْ لَمْ يُذْنِبُوْا۔	اور میں نے ان کی حفاظت یعنی دشمنوں اور بلاؤں

سے بچائے رکھنے کو اپنے ذمہ ایسے لے لیا ہے جیسے ان لوگوں نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

مَنْ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُمْ اَجُوْدُ بِالْفَضْلِ عَلٰی	کون ہے میرے اور اُن کے درمیان رکاوٹ

جلد اول

اَلْعَاصِیْ وَاَتَفَضَّلُ عَلَی الْمُسِیْءِ۔ ڈالنے والا، میں تو گناہ کرنے والے پر اپنے فضل واحسان کے ساتھ کرم کرتا ہوں اور خطاکاروں پر لطف وکرم کی بارشیں برساتا ہوں۔

مَنْ ذَاالَّذِیْ دَعَانِیْ فَلَمْ اَسْمَعْ اِلَیْہِ اَوْمَنْ ذَاالَّذِیْ سَأَلَنِیْ فَلَمْ اُعْطِہٖ اَمْ مَّنْ ذَاالَّذِیْ اَنَاخَ بِبَابِہٖ وَنَحَّیْتُہٗ۔

کوئی ہے جس نے مجھے پکارا ہو اور میں نے اسکی شنوائی نہ کی ہو؟ یا ہے ایسا کوئی جس نے مجھ سے کچھ مانگا ہو اور میں نے آسے نہ دیا ہو؟ یا وہ کونسا آدمی ہے جس نے میرے دروازہ پر اونٹ بٹھایا ہو اور میں نے اُسے دھکے دے کر اپنے دروازہ سے اُٹھا دیا ہو۔

اَنَا الْفَضْلُ وَمِنِّی الْفَضْلُ اَنَا الْجَوَّادُ وَمِنِّی الْجُوْدُ وَ اَنَا الْکَرِیْمُ وَمِنِّی الْکَرَمُ۔

میں عالی مرتبہ اُونچے رتبہ والا ہوں، اور میرا کام ہے لوگوں پر مہربانی کرنا اور میں ہوں جود وکرم میں غلبہ رکھنے والا اور میں ہی اپنے پرایوں کو سب کچھ دینے والا اور میرا کام ہے مخلوق پر مہربانیاں کرنا اور اپنی عنایتوں سے اُنہیں نوازنا، اور میں ہوں "کریم" درگذر اور بخشش کرنے والا اور میرا کام ہے مخلوق کے گناہوں سے درگذر کرنا، اُن کے گناہوں کو بخشنا، اُنہیں روزیاں دینا اور انہیں اپنی عنایتوں سے مالامال کرنا۔

وَمِنْ کَرَمِیْ اَنْ اُعْطِی التَّائِبَ کَاَنَّہٗ لَمْ یَعْصِنِیْ فَاَیْنَ عَنِّیْ تَھْرُبُ الْخَلَائِقُ وَاَیْنَ عَنْ بَابِیْ یَتَنَحَّی الْعَاصُوْنَ۔ ۹۳/۸

اور میں اپنی عنایت اور درگذری کے سبب توبہ کرنے والے کو ایسا دیتا ہوں جیسے اس نے میری کوئی معصیت نہ کی ہو۔ پس مخلوق مجھ سے بھاگ کر کہاں جائے گی اور گنہگار میرا دروازہ چھوڑ کر کس کے در پہ جائیں گے۔

۳ : محمد بن منذر کا بیان ہے کہ حضرت فضیل رحؒ نے فرمایا۔ کہ ہر رات میں جب رات پوری طرح پر کھل لیتی ہے تو رب جلیل بطور خاص اپنے عرش سے منادی کرتا ہے کہ میں ہوں انعام واکرام کو بارش کی طرح برسانے والا،

اور میرے جیسا کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا۔ میں تو بلا استحقاق کے مخلوق کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہوں اور مخلوق کا حال یہ ہے کہ میری نافرمانی کرتی ہے مگر میرا یہ حال ہے کہ میں پھر بھی اُنہیں روزی پہنچاتا ہوں، ان کی خواب گاہوں میں یعنی ان کے سونے کی جگہوں میں اُن کی حفاظت کرتا ہوں، اور اُن کی ایسی چوکسی کرتا ہوں جیسے انہوں نے کبھی میری نافرمانی نہ کی ہو۔ اور میں نے اُن کی حفاظت اپنے ذمہ ایسے لے رکھی ہے جیسے کہ انہوں نے میرا کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ میں ہر نوع کے انعامات سے انہیں نوازتا ہوں، اور دوسرا کون ہے مجھ جیسا نعمتیں دینے والا، اور میں گناہ گاروں پر مسلسل اپنے لطف و کرم کرنے والا ہوں تاکہ وہ اپنے گناہوں سے باز آجائیں اور پچھلے گناہوں سے توبہ کرکے اپنے قصور معاف کرالیں اور میں انہیں بخش دوں۔ بس بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو میری رحمت سے مایوس ہیں، اور بدنصیبی ہے اُس کی جو میری نافرمانی کرے اور میری حدود کو پامال کر دے۔ محمد کی اُمت کے توبہ کرنے والے کہاں ہیں یعنی کہاں سو رہے ہیں جو اس موقعہ پر بخشش نہیں مانگتے۔ اس کے بعد حضرت فضیل رح نے فرمایا۔ اللہ کا یہ اعلان ہر شب کو ہوتا ہے۔

۴: اگر تو شب بیداری نہیں کرتا تو بدنصیب ہے حضرت ابراہیم طبری رح کا بیان ہے کہ حضرت فضیل رح فرماتے تھے:

إِذَا لَمْ تَقْدِرْ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ وَصِيَامِ النَّهَارِ فَاعْلَمْ أَنَّكَ مَحْرُومٌ مُكَبَّلٌ كَبَّلَتْكَ خَطِيئَتُكَ۔ ۹۶/۳

جب تُو رات میں اُٹھ کر عبادت کرنے اور دن میں روزے رکھنے پر قدرت نہ رکھے تو پھر تو اس بات کا یقین کر کہ تو محروم القسمت یعنی بدنصیب آدمی ہے اور تو ایسا قیدی ہے کہ تیرے گناہوں نے تیرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

گناہ اور اُن کے خطرے

حضرت ابراہیم الاشعث رح کا بیان ہے کہ میں نے فضیل رح سے سُنا وہ فرماتے تھے۔

مَا يُؤْمِنُكَ اَنْ تَكُوْنَ بَارَزْتَ اللّٰهِ بِعَمَلٍ مَقْتِكَ عَلَيْهِ فَاُغْلِقَ دُوْنَكَ اَبْوَابُ الْمَغْفِرَةِ وَاَنْتَ تَضْحَكُ كَيْفَ تَرٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَالُكَ ۔ ۱۰۰/۱۸

کیا گناہ کر کے تجھے اس کی تسلّی ہو گئی ہے کہ تُو نے اللہ کے ناراض کر دینے والے اپنے عمل سے اللہ کا مقابلہ نہ کر لیا ہو، اور اُس نے اپنے مقابلہ میں آنے کی وجہ سے تجھ پر اپنی مغفرت اور بخشش کے دروازے بند نہ کر دیئے ہوں اور تُو تسلّی کے ساتھ بے فکر پھر رہا ہے۔ بتا تُو کیا تدبیر کرے گا اگر تیرا یہ حال ہو۔ غرض یہ ہے کہ گناہ کر کے اللہ تعالیٰ سے بے خوف نہ رہنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور تیرے درمیان مقابلہ کی شکل پیدا ہو گئی ہو، اور ممکن ہے اس مقابلہ کے باعث اللہ تعالیٰ نے تجھ پر اپنی مغفرت اور بخشش کے دروازے بند کر دیئے ہوں اور تُو بے خبری کے عالم میں بے فکری سے ہنسی خوشی پھر رہا ہو۔ پس اب بھی وقت ہے، اللہ کے سامنے رو دھو کر توبہ کر لے، شاید وہ تجھے معاف کر دے۔

جب کوئی شخص ڈھیٹ بن کر گناہ کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس پر کسی ظالم کو مسلّط کر دیتا ہے

جلد اوّل

محمد بن زنبور رحؒ کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا عَصَانِيْ مَنْ يَّعْرِفُنِيْ سَلَّطْتُ عَلَيْهِ مَنْ لَا يَعْرِفُنِيْ ۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ جو شخص باوجود میرے پہچان لینے اور میری معرفت حاصل کر لینے کے، میری نافرمانی اور معصیت کرتا ہے، مَیں مسلّط کر دیتا ہوں اُس پر ایسے شخص کو جو نہ مجھے جانتا ہو، نہ پہچانتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے جان لینے کے باوجود اور میری قدرتوں کے پہچان لینے کے باوجود، اگر کوئی شخص میرے احکام کی پرواہ نہیں کرتا، ایسے شخص پر مَیں ایسے دشمن یا حاکم کو مسلّط کر دوں گا جو نہ خدا شناس ہو گا، نہ خدا سے ڈرنے والا۔ یعنی نہ اس کے دل میں خوفِ خدا ہو گا اور نہ آخرت کے حساب کتاب کا ڈر ہو گا یعنی نافرمان رعایا کے حاکموں کے دل میں نہ یوم الحساب کا اعتقاد ہو گا اور نہ اُنہیں قیامت کا یقین ہو گا۔

ہر غم بھول جاتا ہے مگر گناہ کا غم نہیں بھولتا

ابوبکر شیبانیؒ کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ کا ارشاد ہے:

كُلُّ حُزْنٍ يُبْلٰى اِلَّا حُزْنُ التَّائِبِ ۔ ۱۰۸/۱۸　　ہر غم بھلا دیا جاتا ہے مگر توبہ کرنیوالے کا غم نہیں بھولتا
یعنی گناہ کرنے کے بعد گناہ گار کے دل میں جو رنج و ملال ہوتا ہے اُسے وہ توبہ کے بعد بھی نہیں بھولتا۔ توبہ کرنے والے کو یہ ملال رہتا ہے کہ میں نے اللہ کی معصیت کیوں کی تھی۔ یا توبہ کے بعد وہ بے چین رہتا ہے کہ معلوم نہیں کہ اللہ نے میرا گناہ معاف کیا ہے یا نہیں؟

تین خصلتیں ہر آدمی میں پائی جاتی ہیں عبد الصمد بن یزیدؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت فضیلؒ سے سنا۔ آپ نے فرمایا

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَفِيْهِ ثَلَاثَةُ خِصَالٍ اَمَّا اثْنَيْنِ يَسْتُرُهُمَا وَ اَمَّا الثَّالِثَةُ فَلَا يَقْوٰى قِيْلَ كَيْفَ ذَاكَ يَا اَبَا عَلِيٍّ قَالَ يُظْهِرُ الرَّجُلُ حُسْنَ الْخُلُقِ فِي الْخَيْرَاتِ وَ لَيْسَ بِحَسَنِ الْخُلُقِ وَيُظْهِرُ السَّخَاءَ وَ لَيْسَ بِسَخِيٍّ وَلٰكِنَّ الثَّالِثَةَ عَقْلُ الرَّجُلِ عِنْدَ الْمُحَاوَرَةِ اِنْ كَانَ لَهٗ عَقْلٌ عَرَفْتَهٗ لَا يَقْدِرُ يَتَصَنَّعُ ۔ ۱۱۴/۲

کوئی آدمی نہیں ہے جس میں تین خصلتیں نہ ہوں۔ البتہ دو خصلتوں پر پردہ ڈال سکتا ہے اور ان کو چھپا لیتا ہے لیکن تیسری خصلت پر پردہ ڈالنا اور چھپانا اُس کی طاقت سے باہر ہے۔ پوچھا گیا حضرت والا یہ بات کیونکر ہے؟ آپ نے فرمایا۔ آدمی نیک کاموں میں اپنے حُسنِ اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہے حالانکہ وہ اچھے اخلاق والا نہیں ہوتا۔ اور آدمی اپنی سخاوت کو ظاہر کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ سخی نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ تیسری خوبی آدمی کی عقل ہے۔ جس کا اس کی بات چیت کرنے اور جواب دینے کے وقت ضرور اظہار ہو جاتا ہے۔ اگر اس میں جوہرِ عقل موجود ہوگا تو اس کی گفتگو کے وقت تم ضرور پہچان لوگے خواہ وہ اُسے کیسا ہی چھپانا چاہے۔ کیونکہ عقل ایسی خصلت ہے کہ اس کے ظاہر کرنے میں تصنّع، بناوٹ، اور تکلّف کا پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری عادات پر تو تصنّع و بناوٹ کے پردے ڈالے جا سکتے ہیں یعنی لوگوں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر آدمی کی عقل ایسا جوہر ہے کہ آدمی جب بھی بات کرے گا یا کسی بات کا جواب دے گا تو سننے والوں کو اس کی بات سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں جوہرِ عقل موجود

ہے یا ہر شخص بناوٹ سے کام لے رہا ہے۔

شیطان آدمی کو ہر رنگ میں فریب دیتا ہے | فیض بن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت فضیل رح نے فرمایا:

لَا يَتْرُكُ الشَّيْطَانُ الْإِنْسَانَ حَتّٰى يَحْتَالَ لَهٗ بِكُلِّ وَجْهٍ۔

شیطان کسی وقت بھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور وہ آدمی کو فریب دیتا اور اس کے گمراہ کرنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر اور حیلہ کرتا رہتا ہے، اور اپنی ہر چال کے ساتھ اس کے ساتھ مکاری کرتا رہتا ہے تاکہ اُس کو گمراہ کر دے۔

فَيَسْتَخْرِجُ مِنْهُ مَا يُخَرِّبُهٗ مِنْ عَمَلِهٖ لَعَلَّهٗ يَكُوْنُ كَثِيْرَ الطَّوَافِ فَيَقُوْلُ مَا كَانَ أَجْلَى الطَّوَافِ اللَّيْلَةَ أَوْ يَكُوْنُ صَائِمًا فَيَقُوْلُ مَا أَثْقَلَ السُّحُوْرِ أَوْ مَا أَشَدَّ الْعَطَشِ۔

"پس کبھی وہ یہ کرتا ہے کہ آدمی کے اعمال میں سے اُس کا کوئی عمل نکال کر اس کے سامنے پیش کرتا اور اس کے عمل کو برباد کر دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بہت طواف کرنے والا ہے تو اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ آج کی رات کا طواف نہایت ہی اچھا اور عمدہ طواف تھا[1]، یا کوئی آدمی روزے رکھتا ہے تو کہتا ہے کہ آج کی سحری بہت سخت تھی، یا آج کے دن تجھے بڑی پیاس لگی تھی مگر تو نے ہمت کر کے اُسے برداشت کر لیا[2]۔ ——— یہ سُنا کر حضرت فضیل رح نے فرمایا:

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَّا تَكُوْنَ مُحَدِّثًا وَلَا مُتَكَلِّمًا وَلَا قَارِئًا إِنْ كُنْتَ بَلِيْغًا قَالُوْا مَا أَبْلَغَهٗ وَ أَحْسَنَ حَدِيْثِهٖ وَ أَحْسَنَ صَوْتِهٖ فَيُعْجِبُكَ ذٰلِكَ فَتَنْتَفِخُ وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ بَلِيْغًا وَلَا حَسَنَ الصَّوْتِ قَالُوْا لَيْسَ يُحْسِنُ وَ يُحَدِّثُ وَلَيْسَ صَوْتُهٗ بِحَسَنٍ أَحْزَنَكَ وَشَقَّ

[1] اس صورت میں اُس میں عیب پیدا کر کے اُس کے طواف کو برباد کر دیا۔ [2] اس صورت میں روزہ دار کو اللہ کی توفیق پر نظر کرنے سے روک کر اس کی ہمت پر اُس کی نظر ڈلوا دی۔ اور اس صورت میں اُس سے شکر کھوا دیا۔

عَلَيْكَ فَتَكُوْنُ مُرَائِيًا وَإِذَا جَلَسْتَ فَتَكَلَّمْتَ وَلَمْ تُبَالِ مَنْ ذَمَّكَ وَمَنْ مَدَحَكَ مِنَ اللهِ فَتَكَلَّمْ۔ ۹۱/۹

پس جہاں تک تیرا زور چلے تو لوگوں کے سامنے "محدّث" حدیثیں بیان کرنے والا اور انہیں وعظ سنانے والا نہ بننا - اور نہ ہی متکلّم، علمِ کلام کا ماہر بن کر لوگوں کے سامنے بحث مباحثہ کرنا، اور نہ ہی قاری بن کر لوگوں کے مجمع اور جلسہ میں حُسنِ قرات کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ کیونکہ ان حالات میں اگر تو عمدہ اور اچھا بیان کرنے والا ہوگا، تو سُننے والے کہیں گے، فلاں شخص بڑا اچھا بیان کرتا ہے اور بہت اچھی طرح سے حدیثیں سُناتا ہے؛ اور جب تو تجوید کے ساتھ لوگوں کو قرآن سُنائے گا تو وہ کہیں گے؛ فلاں قاری بڑی اچھی آواز والا ہے اور بڑے اچھے لہجہ میں قرآن پڑھتا ہے، اور جب تُو لوگوں سے اپنی تعریفیں سُنے گا تو تجھ میں عُجب[۱] پیدا ہوگا اور تجھ میں خود پسندی آنے گی اور تُو اپنی تعریف پر پھولا نہیں سمائے گا- اور اگر تیرا بیان عمدہ نہیں ہوگا یا تیری آواز اچھی نہیں ہوگی تو لوگ کہیں گے فلاں مولوی صاحب اچھا بیان نہیں کرتے یا اُنہیں حدیث بیان کرنے کا طریقہ نہیں آتا- یا قاری کی قرات اچھی نہیں ہے یا اُس کی آواز بھدّی ہے تو تُو اپنے متعلق لوگوں کی جب یہ باتیں سُنے گا تو اُن کی یہ باتیں تجھے مغموم بنائیں گی اور تیری طبیعت پر بوجھ اور گرانی ڈال دیں گی پس اِن دونوں صورتوں میں تُو ریاکار بنے گا جب اپنی تعریف سُن کر خوش ہوگا تب بھی اور اپنی برائی سُن کر جب غمگین ہوگا تب بھی۔ مطلب یہ کہ جب لوگوں کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اثر تیرے قلب پر ہوگا تو تُو ریاکار ہوگا اور صاحبِ اخلاص نہیں رہے گا- حاصل یہ کہ پہلی صورت میں شیطان تجھے عُجب کے گڑھے میں ڈال دیگا اور دوسری صورت میں ریا کے مرض میں مبتلا کر دے گا ——— یہ فرما کر حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

اور جب وعظ اور ارشاد کی گدی پر بیٹھ کر تُو بیان کرے یا حدیث سنائے اور اس وقت یا اس کے بعد اللہ کی عنایت سے تیرے دل میں تعریف کرنے والے کی تعریف، اور بُرائی کرنیوالے کی بُرائی کی کوئی پرواہ نہ رہے تو پھر ایسے حال میں حدیث سُناتے رہنا اور اپنے وعظ و ارشاد سے لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہنا، اور

---

[۱] عُجب کے معنی خود پسندی یعنی اپنے کام یا اپنے کلام یا اپنی ذات کو پسند کرنا اور اپنی صفات اور خوبیوں پر خوش ہونا۔

جلد اوّل

علم کلام کے ذریعہ دین کے متعلق لوگوں کے شبہات دُور کرتے رہنا چاہیئے۔

محمد بن زنبورؒ نے فرمایا کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا: **جب تک دُنیا دار رہو گے تمہارا دل بیمار رہے گا**

لَا يُسْلِمُ لَكَ قَلْبُكَ حَتّٰى لَا تُبَالِيَ مِنْ كُلِّ الدُّنْيَا۔ ۹۱/۱۳

تیرا دل اسوقت تک تیرا تابعدار نہیں بنے گا، یا تیرا دل تیرے ساتھ اُس وقت تک صلح نہیں کریگا، جبتک کہ تُو ساری دُنیا سے بیزار نہیں ہوگا۔ یعنی جب تک کہ تُو ساری دُنیا سے بے پرواہ نہیں ہوگا، اُس وقت تک تیرا دل بھی تیری پرواہ نہیں کرے گا۔ تیرا دل بدستور سفلی خواہشات کا مرکز بنا رہے گا۔ اور عقائدِ فاسدہ وخیالاتِ باطلہ سے وہ پاک نہیں ہوگا۔ عربی زبان کا محاورہ ہے۔ سَلِمَ لَهُ الْمَالُ۔ مال کا کسی کیلئے خاص ہونا۔ اور حدیث میں اس کا استعمال اس طرح فرمایا ہے:

لَا يُطَهِّرُ اللّٰهُ قَلْبَ عَبْدٍ حَتّٰى يُسْلِمَ لَنَا وَيَكُوْنَ سِلْمًا لَنَا۔

اللہ تعالےٰ کسی بندے کا دل اس وقت تک پاک نہیں کرتا جب تک وہ ہمارا تابعدار نہ بن جائے اور ہم سے مِل کر اور ہمارے ساتھ موافق بن کر نہ رہے۔

پھر قلب کے متعلق حدیث وقرآن میں یہ فرمایا گیا۔ ایک "قلبِ مریض" یعنی بیمار اور روگ والا دل ہے۔ جیسے کہ منافقین کے بارے میں فرمان ہے۔ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ۔ اُن کے دلوں میں بیماری ہے۔ دوسری قسم دل کی "قَلْبِ سَلِيْمٍ" ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝	اُس دن نہ مال کام آئے گا، نہ اولاد مگر جو شخص آئے گا
اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝	اللہ کے پاس قلبِ سلیم یعنی بے روگ دل لے کر۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنا مال دے کر اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے گا، چاہے وہ اپنے فدیہ میں ساری زمین کے برابر سونا بھی دے ڈالے۔ ایسے ہی اپنے بیٹوں کی وجہ سے کوئی شخص اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکیگا۔ ہاں اُس دن اگر کوئی چیز عذابِ الٰہی سے بچائے گی تو وہ اللہ کی ذات پر ایمان لانا، ساری عبادتوں میں اخلاص کی نیت رکھنا، شرک اور اہل شرک سے بے تعلق، بے واسطہ اور بیزار ہونا ہے جس کی تفسیر

جلد اوّل

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ہے۔ یعنی اللہ کے عذاب سے وہ شخص بچے گا جو اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر جائے گا۔ اور قلبِ سلیم وہ قلب ہے جو شرک فی الذات، شرک فی الصفات سے بچا ہوا ہو۔ ابن سیرین کہتے ہیں قلب سلیم وہ ہے جو اللہ کو حق جانے اور قیامت کے آنے میں اُسے کوئی شک نہ ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین رکھے۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں "قلبِ سلیم وہ قلب ہے جو صحت مند ہو اور وہ مؤمن کا قلب ہے" کیونکہ کافر اور منافق کا دل بیمار ہوتا ہے۔ حضرت ابوعثمان نیشاپوریؒ فرماتے ہیں:

هُوَ الْقَلْبُ السَّالِمُ مِنَ الْبِدْعَةِ الْمُطْمَئِنُّ اِلَی السُّنَّةِ۔ (ابن کثیر ج ۳/۳۳۹)

قلبِ سلیم وہ قلب ہے جو بدعت سے محفوظ اور بچا ہوا ہو، اور سُنّت کی طرف مائل ہو۔ سُنّت سے اس کو اطمینان ہو وہ بدعت سے نفرت کرتا ہو اور سُنّت سے چین پکڑتا ہو۔ حدیث میں ہے اَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا۔ یا اللہ میں تجھ سے سلامتی والا دل چاہتا ہوں، جو عقائد فاسدہ، خیالاتِ باطلہ سے پاک ہو۔ دنیا کی خواہشات اور لذّات سے بیزار ہو، تیری رضا اور خوشنودی کا طلب گار ہو۔

قابلِ رشک ہے وہ مخلوق جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہ ہو محمد بن عیسیٰ دانشیؒ کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ مجھے رشک نہیں آتا کسی مُقرب فرشتہ پر اور نہ حسرت ہوتی ہے، اللہ کے بھیجے ہوئے کسی پیغمبر پر جو قیامت اور اس کے خوفناک حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ہاں مجھے رشک آتا ہے، اس مخلوق پر جس کو مرنے کے بعد وجود نہ ملے یا وہ مٹی میں مل جائے اور اُس کا وجود ہی باقی نہ رہے، اور مرنے کے بعد لوگ اُسے بھول جائیں، پھر قیامت اور اس کے ہولناک واقعات اور ہیبت ناک زلزلوں سے اُسے سابقہ نہ پڑے۔ ۹۰/۲

گرم ٹھنڈی آنکھوں والے فیض بن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ فرماتے تھے۔ اس سے بڑھ کر کوئی ٹھنڈی آنکھ والا دیکھنے میں نہیں آیا جو سختی سے نرمی کی طرف جا پہنچا اور جو خیرات یعنی نیکیاں دنیا سے اُس نے آخرت میں روانہ کی تھیں وہاں ان کو جا پایا، اور اپنے گھر سے جا کر اچھے گھر میں جا ٹھیرا۔ ایسا آدمی آخرت میں پہنچ کر وہاں کی عزّتیں اور آسائشیں جب اپنی آنکھوں سے دیکھے گا تو کہے گا۔ اگر مجھے دنیا میں

یہ معلوم ہو جاتا کہ آخرت میں پہنچ کر ایسی ایسی بہاریں، ایسی ایسی عزتیں اور آسودگیاں مجھے بخشی جائیں گی تو اے اللہ میں آپ سے موت کے سوا کسی دوسری خواہش کا سوال ہی نہ کرتا اور قیامت کے دن اس سے بڑھ کر کوئی آدمی ٹھنڈی آنکھ والا دیکھنے میں نہیں آیا جو تنگی سختی بھوک پیاس کی تکلیفوں سے آزاد ہو کر جنت پر جا پہنچے اور اللہ کی طرف سے اس کے واسطے یہ اعلان کیا جائے:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ تم داخل ہو جاؤ جنت میں اُن عملوں اور محنتوں کی بدولت جو تم لوگ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

اور اس سے بڑھ کر کوئی گرم آنکھ والا دیکھنے میں نہیں آیا جو راحت و فراخ دستی، آسائش اور نعمت سے نکل کر جہنم پر جا پہنچے، اللہ تعالےٰ اس کے متعلق ارشاد فرمائے:

اُدْخُلُوا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ جہنم کے پھاٹکوں کے اندر چلے جاؤ اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہو بس بُرا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں اور اپنے کو بڑا جاننے والوں کا۔ ۸۷/۱۹

آدابِ مجلس ابراہیم بن الاشعثؒ نے فرمایا۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

كَانَ يُقَالُ كُنْ شَاهِدًا لِغَائِبٍ وَلَا تَكُنْ غَائِبًا لِشَاهِدٍ۔

پہلے سے یہ بات سُنتے چلے آرہے ہیں کہ حاضر رہ، غیر حاضر کے سامنے، اور غیر حاضر رہ حاضر کے سامنے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تو اچھے لوگوں کے مجمع میں ہو تو وہاں اپنی شخصیت کو چھپائے رکھ۔ اپنے دل اپنے کانوں کو حاضر رکھ۔ جو تو مجلس میں سُنے اس کو اچھی طرح یاد رکھ۔ یہ ہے حاضر رہ غیر حاضر کے سامنے۔ اور دوسرا جملہ، غیر حاضر رہ حاضر کے سامنے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مجلس میں اپنے ہاتھ پاؤں، اپنے کانوں اور اپنے جسم کے ساتھ تو تو حاضر اور موجود رہے مگر تیرا دل مجلس کی باتوں سے غافل اور لاپرواہ رہے اور تو مجلس کی باتیں توجہ کے ساتھ نہ سُنے۔

ہائے جنت کے عاشق نہیں ملتے عبدالرحمن بن داؤد کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

مَا حُلِّيَتِ الْجَنَّةُ لِاُمَّةٍ مَا حُلِّيَتْ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ ثُمَّ لَا تَرٰى بِهَا عَاشِقًا۔[۱۱]

جنّت کے حالات اور اُس کی تفصیلات جس قدر کھول کھول کر اس اُمّت کے لئے بیان کی گئی ہیں اتنی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جنّت اور اس کی نعمتوں کو دوسری کسی اُمّت کے لئے بیان نہیں کیا گیا۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ پھر بھی جنّت کا کوئی عاشق نظر نہیں آتا۔

سب سے بڑی دولت اللہ کو راضی کر لینا ہے

فیض بن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ فرماتے تھے۔ آج سے پہلے مَیں اس آدمی پر تعجب کیا کرتا تھا جو اللہ کی راہ میں اپنا مال دیتا تھا لیکن اب مَیں اس پر کوئی تعجب نہیں کرتا خواہ وہ کسی قدر مال دیدے۔ اس لئے کہ مال دینے والا اس مال کے عوض معمولی اور کسی چھوٹی موٹی چیز کا طالب تو نہیں ہے۔ اگر تجھے معلوم ہو کہ فلاں آدمی نے ایک ہزار درہم اپنے مال سے اللہ کی راہ میں دیئے ہیں، تو تجھے تعجب ہوتا ہے یا کوئی شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے یا اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے تو تجھے اس اُونچے کام پر تعجب ہوتا ہے۔ میاں تجھے کیا خبر ہے کہ یہ آدمی اس کام کے عوض اور اس مال کے بدلے میں اللہ سے کیا لینا چاہتا ہے۔ کاش تُو اس نکتہ کو سمجھ لے کہ وہ کیا دیتا ہے اور اللہ سے کیا لینا چاہتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ نکتہ تیری عقل میں نہیں آتا، اور خدا کی قسم! اگر مجھے جبرائیل اور اسرافیل کے زبردست مجاہدوں، محنتوں اور ان کی عبادتوں کے متعلق پوری طرح باخبر بنا دیا جائے، تو مجھے ان پر بھی تعجب نہ ہو۔ کیونکہ جبرائیل اور اسرافیل اِن عبادتوں و محنتوں کے بدلہ میں جو چیز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو دیکھتے ہوئے میرے نزدیک اُن کی یہ عبادتیں، محنتیں اور ریاضتیں سب کی سب قلیل اور حقیر ہیں۔ تجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور اُن کی دلی مراد کیا ہے؟ اچھا سُن، مَیں تجھے بتاتا ہوں۔ یہ حضرات چاہتے ہیں کہ ہمارا رب عزّ وجلّ ہم سے خوش ہو جائے اور اُن کی دلی آرزو یہ ہے کہ سارے جہانوں کا پالنے والا اور سارے جہانوں کا بادشاہ، ہمارا رب عزّ وجلّ اپنی رضا و خوشنودی کی عظیم دولت ہمیں بخش کر ہمیں خوش نصیب بنا دے۔ [۹۹/۶] خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انسان ہی کیا، ملائکہ مُقرّبین جبرائیل و اسرافیل علیہم السّلام جیسے فرشتہ بھی جو کچھ عبادتیں، محنتیں اور ریاضتیں کرتے ہیں انہیں سمجھانے

جلد اوّل

کے لئے اُن کی مثال یہ دی جاسکتی ہے، جیسے کوئی شخص انار دے کر اناروں کا باغ خریدنا چاہتا ہو یا سمندر کو پانی کے قطرہ کے عوض یا کھلیان کو ایک دانہ کے عوض خریدنا چاہتا ہو۔

بیماری کی حکمت حضرت اسحاقؒ کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ فرماتے تھے:

طُوْبٰی لِمَنِ اسْتَوْحَشَ مِنَ النَّاسِ وَکَانَ اللّٰہُ اَنِیْسَهٗ[ع] وَبَکٰی عَلٰی خَطِیْئَتِهٖ وَقَالَ اِنَّمَا جُعِلَتِ الْعِلَلُ لِیُؤَدَّبَ بِھَا الْعِبَادُ لَیْسَ کُلُّ مَنْ مَرِضَ مَاتَ۔

مبارک ہو اس کو جسے لوگوں سے وحشت ہو جائے اور اللہ سے اُنسیت ہو جائے اور اپنے گناہوں پر رونا اس کی عادت ہو جائے یعنی جب کسی کا یہ حال ہو جائے کہ لوگوں کی بے فائدہ ملاقات سے اس کا جی گھبرانے لگے، اللہ کی یاد میں اس کا دل لگنے لگے اور اپنے گناہوں کے انجام سے ڈر کر اسے رونا آنے لگے، خوش نصیب ہے وہ آدمی اور جنّت کی بشارت ہے اس کے لئے۔ اور حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا۔ بیماریاں اس لئے بنائی گئی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ گنہگار بندوں کو گناہوں سے پاک کر کے انہیں جنّت میں جانے کے قابل بنا دیا جائے مطلب یہ ہے کہ بیماری بیماروں کو ضرور مارنے کے لئے ہی نہیں آتی۔ بلکہ اللہ کے بندوں کو بیماری اس لئے آتی ہے، کہ اُس بیماری کے ذریعہ اُنہیں گناہوں سے پاک کر کے جنّت میں جانے کے قابل یا اُن کے درجوں کو بلند کر کے جنّت کے درجات عالیہ کے لائق بنایا جائے۔

اللہ عزّوجلّ کا تحفہ فیض بن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ:

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یُّتْحِفَ الْعَبْدَ سَلَّطَ عَلَیْهِ مَنْ یَّظْلِمُهٗ۔[۲۲]

اللہ عزّوجلّ جب اپنے بندہ کو تحفہ دینا چاہتا ہے تو اس پر ایسے شخص کو مسلّط کر دیتا ہے جو اُس پر ظلم اور زیادتی کرتا رہے۔ یعنی اس کے پیچھے کسی ظالم کو لگا دیتا ہے جو اُس کی حق تلفیاں کرتا رہے اور یہ آدمی اس کے ظلم پر اللہ کی توفیق سے صبر کرتا رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفتاً اُسے اجر و ثواب ملتا رہے۔

ع: عربی کا محاورہ ہے اِنْ اَوْحَشَتْھُمُ الْغُرْبَةُ اَنِسَھُمْ ذِکْرُکَ۔ اگر تنہائی اور مسافرت سے اُن کو وحشت ہوتی ہے تو تیری یاد میں اُن کا دل لگ جاتا ہے اور تیری یاد اُن کی وحشت دُور کر دیتی ہے۔ (لغات الحدیث ج ۱ صـ۹ک)

۲۲ حلیۃ الاولیاء ج۸

معاف کرنے والا آرام سے بستر پر سوتا ہے اور انتقام کا خواہشمند پریشان رہتا ہے

حضرت عبدالصمد فرماتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں:

يَا اَخِيْ اُعْفُ عَنْهُ فَاِنَّ الْعَفْوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؏

جب تیرے پاس کوئی کسی کی شکایت لے کر آئے تو اُس سے یہ کہہ۔ میرے بھائی اُسے معاف کردے کیونکہ معاف کرنے کی خصلت آدمی کو تقویٰ اور پرہیزگاری سے زیادہ قریب کر دینے والی ہے، لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میرا قلب اِس کا متحمّل نہیں ہے یعنی میرا دل نہیں مانتا کہ مَیں اُسے معاف کردوں مَیں تو اس سے بدلہ لوں گا جیسے مجھے اللہ نے حکم دیا ہے تو اس صورت میں تو اُس سے کہہ دے۔ اگر تو ٹھیک ٹھیک اس کی، کی ہوئی برائی کے برابر بدلہ لے سکتا ہے تو تجھے اس کا اختیار ہے۔ ورنہ اگر یہ ممکن نہ ہو تو عفو کے دروازہ پر چلا جا۔ کیونکہ عفو کے دروازہ سے بڑھ کر کوئی دروازہ فراخ اور کشادہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

جس نے معاف کیا اور بُرائی کرنیوالوں کے ساتھ صلح وصفائی سے رہا اُس کا اجر اور ثواب اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

پھر فرمایا۔ معاف کرنے والا بڑے آرام سے اپنے بستر پر سوتا ہے، اور بدلہ لینے کی خواہش رکھنے والا ہر وقت اُدھیڑبُن میں سرگرداں و پریشان رہتا ہے اور ذہنی تشویش میں ایسا مُبتلا رہتا ہے کہ اُس کا ذہنی سکون جاتا رہتا ہے۔ $\frac{112}{15}$

حضرات اہلِ بیت کی حُرمت

حضرت مومّلؒ کا بیان ہے کہ فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے:

اِذَا نَظَرْتُ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ اَهْلِ الْبَيْتِ كَاَنِّيْ نَظَرْتُ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ $\frac{96}{19}$

جب مَیں اہلِ بیت کے لوگوں میں سے کسی آدمی کو دیکھتا ہوں تو میرا حال یہ ہوتا ہے گویا کہ میں نے

؏ قرآن پاک میں ہے وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ اور تمہارا معاف کر دینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ (سورہ بقرہ ع ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی کو دیکھ لیا۔ مطلب یہ ہے کہ میں اس کی ایسی ہی عزت کرتا ہوں، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے آدمی کو دیکھ کر اُس کی عزت و توقیر کرتا۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے زمانہ کے سادات کو دیکھ کر مجھے ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کسی فرد کو دیکھ کے خوشی ہوتی۔ حاصل یہ ہے کہ اہل بیت کی عزت و حرمت اور ان کی خدمت و پاسداری کا اہتمام صحابہ کرام رضؓ کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ ہر آدمی جس میں دین ہوگا وہ اہل بیت کی عزت و احترام میں پیش پیش ہوگا، اور جس میں دین نہ ہوگا خواہ وہ اپنے آپ کو پکا مسلمان کہلاتا ہو، اُس کا دل اہل بیت کے احترام سے خالی ہوگا۔ ذیل میں اس مضمون کی حدیثیں صحیح بخاری شریف سے نقل کر رہا ہوں۔

عن ابن عمر قَالَ قَالَ اَبُوبَکرٍ اُرْقُبُوا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ (بخاری ج۱ ص۵۳۰)

ابن عمر رضؓ نے فرمایا کہ ابوبکر رضؓ نے فرمایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان اور تصور کرو ان کے اہل بیت[1] میں۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ان کے اہل بیت کا احترام کرو یعنی آپؐ کے اہل بیت کا پورا پورا ادب کرو۔ یا انہیں دیکھ کر اُس کا تصور کرو کہ اُن حضرات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کے قطرات کی آمیزش ہے۔ پس جس نے اہل بیت کی گستاخی کی یا اُن سے دشمنی رکھی، اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی۔ اور جس نے آنحضرت کے ساتھ دشمنی کی، پھر اُس سے بڑھ کر کوئی مسلمان خوار اور ذلیل نہ ہوگا اور بخاری میں یہ بھی آیا ہے:

وَتَکَلَّمَ اَبُوبَکرٍ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لِقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔ (بخاری جلد ۱ ص۵۲۱)

حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے سامنے قسم کھا کر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور انکی مدارات کرنا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں اپنی قرابت والوں اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کروں اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کروں۔

عقبۃ بن الحارث نے فرمایا۔ میں نے ابوبکر رضؓ کو دیکھا کہ حضرت حسن رضؓ کو گود میں اُٹھائے ہوئے تھے اور

[1] اہل بیت سے مُراد آپ کی ازواج مطہرات، حضرت جعفر رضؓ کی اولاد، حضرت علی رضؓ کی اولاد، حضرت عقیل رضؓ کی اولاد اور حضرت عباس رضؓ کی اولاد ہے۔ یعنی بنو ہاشم ہیں جن پر حضور صؐ نے صدقات، زکوٰۃ حرام فرمادی۔ ابن کثیر جلد ۴ ص۱۱۳ بحوالہ مسلم و نسائی۔

فرما رہے تھے۔ میرے باپ کی قسم، یہ تو ہو بہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہے اور علی جیسا نہیں ہے۔ یہ سن کر اور دیکھ کر حضرت علیؓ خوش ہو رہے تھے۔ (بخاری ج ۱ صفحہ ۵۳۰)

ابن ابی نعم نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ سے اہل عراق میں سے ایک آدمی نے (حضرت شعبہؒ کہتے ہیں کہ وہ آدمی حجاج بن یوسف تھا) یہ مسئلہ پوچھا کہ جو حاجی حالتِ احرام میں مکھی مار دے، اُس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابن عمرؓ نے غصہ سے فرمایا:

اَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)

عراق والے مکھی مارنے کے متعلق تو پوچھتے ہیں، کہ اس کا مارنا حالتِ احرام میں جائز ہے یا ناجائز ہے حالانکہ یہی لوگ تو ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لختِ جگر کو قتل کر ڈالا جب کہ ان کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دونوں میری دنیا کی خوشبوئیں ہیں۔

اور اس باب میں حضرت ابن عمرؓ کے ادب کا تو یہ حال تھا کہ حضورؐ کے غلام حضرت زید بن حارثہؓ کے خاندان کے آدمی کے سامنے بھی احتراماً سر جھکا دیتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک آدمی کو مسجد کے کونے میں دیکھا کہ اس کا کپڑا زمین کے ساتھ گھسٹ رہا ہے اور وہ اس شان سے چل رہا تھا جیسے متکبر لوگ بڑائی کے اظہار میں کیا کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ دیکھ یہ کون آدمی ہے۔ کاش یہ میرے پاس ہوتا تو میں اسے سمجھا دیتا۔ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا۔ آپ جانتے ہیں، یہ اسامہؓ کا بیٹا محمد ہے یعنی حضرت زید بن حارثہ کا پوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے اپنا سر جھکا دیا۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے۔ پھر فرمایا۔ اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو اس کے ساتھ بھی محبت فرماتے جس طرح اس کے باپ اور اس کے دادا سے محبت فرماتے تھے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۹)

اس کے برعکس جن لوگوں میں دین نہیں ہوتا، اگرچہ بظاہر وہ مسلمان ہوں، ان کو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

کے اہلِ بیت کا کوئی احترام نہیں ہوتا بلکہ اِن حضرات کی بے ادبی اور گستاخی میں بھی انکو کوئی باک نہیں ہوتا۔ بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت منقول ہے کہ جب عبداللہ بن زیاد حاکم کوفہ کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک تھالی میں رکھ کر لایا گیا تو وہ حضرت حسینؑ کی ناک مبارک اور آنکھوں کے اندر اپنی چھڑی داخل کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ تو کچھ بھی خوبصورت نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت انسؓ سے رہا نہیں گیا آپ نے فرمایا کہ تمام اہلِ بیت میں شکل وصورت کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ زیادہ مشابہ ہیں اور تو اُن کے ساتھ یہ گستاخی کر رہا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص۵۳۰)

مخلوق کے پاس اپنی ضرورتیں لے جانا اعتقادی نہیں تو عملی شرک ضرور ہے۔

خلف بن عبدالولید کا بیان ہے کہ ایک آدمی حضرت فضیلؒ کے پاس آکر اپنی ضرورتوں کا اظہار کرنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اَمُدَبِّرًا غَيْرَ اللهِ تُرِيْدُ۔ کیا اللہ کے غیر کو مُدَبِّر بنانے کا ارادہ رکھتا ہے؟ مطلب یہ ہے "کیا تو اپنے کاموں کی تدبیر اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے ہاتھ میں دینا چاہتا ہے؟" تجھے اپنے سارے کام اور اپنی ساری تکلیفیں اُس ذات وَحْدَہٗ لَاشَرِیک کے سامنے بیان کرنی چاہئیں جن کے ہاتھ میں نہ صرف تیری بلکہ سارے جہان کے کاموں کی تدبیرؔ کرنا، اُن کی تکلیفیں دُور کرنا اور ضرورتیں پوری کرنا ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط کا مطلب

حسن بن علی العابد نے کہا کہ حضرت فضیلؒ نے ایک آدمی سے کہا۔ كَمْ اَتَتْ عَلَيْكَ۔ تمہاری کتنی عمر ہو گی؟ اُس نے جواب دیا کہ ساٹھ سال۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تُو ساٹھ سال سے اپنے رب کی طرف جا رہا ہے۔ پس جلدی پہنچ جائے گا۔ یعنی اب تیرے مرنے میں دیر نہیں، وقت قریب ہے۔ اُس آدمی نے کہا۔ اے ابو علی! اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط۔ یعنی اُس آدمی نے یہ الفاظ اظہارِ افسوس کی غرض سے کہے کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے میرے متعلق یہ فرمایا کہ میں جلدی مر جاؤں گا۔ یہ سُن کر حضرت نے فرمایا۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ تُو نے کیا کہا ہے؟ وہ شخص بولا۔ میں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط پڑھی ہے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ کیا تُو اس کی تفسیر اور

عـــہ تدبیر کے معنی بندوبست کرنا۔ انتظام کرنا۔ کام بنانا۔ محتاجیاں دُور کرنا۔ مشکلیں آسان بنانا۔

اس کے مطلب کو سمجھتا ہے؟ اُس شخص نے کہا۔ نہیں، آپ سمجھائیں۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ تُو نے جب کہا، اِنَّا لِلّٰہِ۔ یہ کہہ کر تُو کہتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ عَبۡدٌ وَاِنَّا اِلَی اللّٰہِ رَاجِعٌ۔ مَیں اللہ کا بندہ ہوں اور مَیں اُس کے پاس واپس جانے والا ہوں۔ اور جو آدمی یقین کے ساتھ یہ جان لے کہ مَیں اللہ کا بندہ اور اُس کا غلام ہوں اور مجھے اس کے پاس واپس جانا ہے۔ اُسے اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ مَیں دنیا میں کسی مقصد کی خاطر ٹھیرایا گیا ہوں اور جسے یہ یقین ہو جائے کہ مَیں یہاں ٹھیرایا گیا ہوں، اس کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ مجھ سے اس ٹھیرنے کی بابت پوچھ گچھ کی جائے گی۔ اور جو شخص یہ سمجھ لے کہ دنیا سے سدھار جانے کے بعد پوچھ گچھ کی جائے گی، اس کو چاہیئے کہ دوسرے جہان کے سوالوں کے جواب کے لئے ابھی سے تیاری کر لے۔ یہ سُن کر اس آدمی نے کہا۔ مجھے پھر کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ تدبیر یہ ہے کہ تجھے اپنا تستّر کرنا چاہیئے۔ یعنی اپنے آپ کو چُھپانا اور اپنے اُوپر پردہ ڈال لینا چاہیئے۔ اُس نے کہا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت فضیلؒ نے فرمایا:

تَحۡسِنُ فِیۡمَا بَقِیَ یَغۡفِرُ لَکَ مَا مَضٰی وَمَا بَقِیَ فَاِنَّکَ اِنۡ اَسَأۡتَ فِیۡمَا بَقِیَ اُخِذۡتَ بِمَا مَضٰی وَبَقِیَ[سہ] - ۱۱۳/۱۳

اپنی باقی ماندہ زندگی میں نیکی کرنے کو اختیار کر اور بچی ہوئی زندگی کو خدا تعالےٰ کی فرمانبرداری میں گذارنے کی کوشش کر، تاکہ وہ تیری اُن خطاؤں کو بھی معاف کر دے جو تُو نے گذشتہ زندگی میں کیں تھیں۔ اور اُن گناہوں کو بھی معاف کر دے جو آئندہ زندگی میں تجھ سے ہو جائیں۔ لیکن اگر تُو اپنی باقی ماندہ زندگی یعنی عمر کے آخری حصّہ میں بھی بدستور گناہ کرتا رہا اور اللہ کی معصیتوں میں مُبتلا رہا تو پچھلے گناہوں پر بھی تیری پکڑ ہو گی اور آخری عمر کے گناہوں پر بھی تجھ سے مواخذہ ہو گا۔

نفس سے غافل رہنا خودکشی ہے

ابراہیم بن الاشعثؒ کا بیان ہے کہ مَیں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ اِنَّ اللّٰہَ　　اور نہ قتل کرو اپنے نفسوں کو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہے

سہ بَقِیَ سمع اور باب ضرب دونوں سے آتا ہے۔

كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (نساء) — ہم پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا۔

حضرت نے فرمایا۔ اِس کا مطلب یہ ہے:

لَا تَغْفَلُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّ مَنْ غَفَلَ عَنْ نَفْسِهٖ فَقَدْ قَتَلَهَا۔ ۱۱۱/۱۵

خبردار اپنے نفسوں کی اصلاح سے غافل نہ رہو کیونکہ جو آدمی اپنے نفس کی اصلاح اور اس کی تدبیروں سے غافل رہا تو بلاشبہ اُس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ یعنی اُس نے خودکشی کی اور اپنے ہاتھ سے اپنا خون کر لیا۔ حضرت فضیلؒ نے مزید فرمایا:

مَنْ مَقَتَ نَفْسَهٗ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ اٰمَنَهُ اللّٰهُ مِنْ مَقْتِهٖ۔

جس نے محض اللہ کی خاطر اپنے نفس کو ناراض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی سے اس کو امان دے دی۔

آیاتِ قرآنی اور اُن کی تفاسیر روحانی

داؤد بن مہران کہتے ہیں۔ میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔ خدا کے کلام وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ط اور تم پورا کرو میرا عہد، میں پورا کروں گا تمہارا عہد۔ اس کا مطلب یہ ہے:

اَوْفُوْا بِمَاۤ اَمَرْتُكُمْ اُوْفِ لَكُمْ بِمَا وَعَدْتُكُمْ۔ ۱۱۴/۱۶

تم پورا پورا کرو، اُن کاموں کو جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے۔ میں پوری پوری دوں گا تمہیں ہر وہ چیز جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا۔

یعنی تم میرے احکام وفادار غلاموں کی طرح بجالاتے رہو، میں اپنے وفادار اور فرمانبردار بندوں کے ساتھ جو کچھ وعدے کر چکا ہوں وہ سارے وعدے تم سے پورے کروں گا۔

۲: حضرت علاء العطارؒ نے فرمایا۔ میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس کلام اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ج (سورہ ص آیۃ ۴۶) "ہم نے انہیں ممتاز بنا دیا، ایک چُنی ہوئی بات کے ساتھ اور وہ ہے یاد آخری گھر کی" [ع] حضرت نے فرمایا۔ اس کی تفسیر یہ ہے:

ع اس سے پہلی آیت یہ ہے۔ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِی الْاَيْدِیْ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اَخْلَصُوْ بِهِمُ الْاٰخِرَةَ ۔ $\frac{۱۴۲}{۱۸}$ ان حضرات نے اپنے آپ کو خالص آخرت کے لئے ہی بنالیا ہے۔
یعنی یہ لوگ دنیا میں محض آخرت کے ہو کر رہے اور دُنیا سے اُنہوں نے کوئی سروکار نہیں رکھا۔

سوالات و جوابات

(۱) عبدالرحمٰن بن حیّان مصریؒ نے بیان کیا۔ حضرت فضیلؒ سے کسی شخص نے سوال کیا اے ابو علیؒ میّت یعنی مرنے والے کو مرتے وقت یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے کہ اُس کی جان نکلتی ہوتی ہے مگر وہ خاموش پڑا رہتا ہے، نہ چیختا ہے نہ چلّاتا ہے نہ تڑپتا ہے نہ وہ ہاتھ پیر مارتا ہے۔ حالانکہ آدم کے بیٹے کا حال یہ ہے کہ اگر اُس کے چٹکی بھر لی جائے تو وہ اُس کی تکلیف سے تڑپ اُٹھتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرنے والے کو فرشتے پکڑ کر قابو کر لیتے ہیں اور اُس کے ہاتھ پیر جوڑ دیتے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی:

تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ط　　ہمارے فرشتے اُس کی جان نکالتے ہیں اور وہ اپنے کام
الاٰیۃ ۔ $\frac{۱۱۱}{۱۱}$　　میں کمی نہیں چھوڑتے۔

(۲) ابوعبداللہ ساجیؒ کہتے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے پوچھا۔ آدمی اللہ تعالیٰ کی محبّت کے انتہائی مقام یعنی سب سے اُونچے مقام پر کب پہنچتا ہے؟ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ جب تجھے اُس کا دینا اور اُس کا نہ دینا تیرے نزدیک برابر ہو جائے۔ یعنی تیرے تعلق باللہ میں اس کے دینے نہ دینے سے کوئی فرق نہ آئے، تو سمجھ لے کہ تُو نے اس کی محبّت کے اعلیٰ مقام کو پالیا، اور اس کی محبّت کی انتہاء کو پہنچ گیا۔ $\frac{۱۱۳}{۱۷}$

(۳) محمد بن زنبورؒ کہتے ہیں کہ حضرت فضیلؒ سے کسی نے پوچھا:۔
مَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا، قَالَ　　دنیا میں زہد اختیار کرنے کا کیا مطلب ہے فرمایا دُنیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وَالْاَبْصَارِ ۵ ترجمہ، اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اسحٰق اور یعقوب ہاتھوں والوں اور آنکھوں والوں کو یعنی عمل اور معرفت والوں کو، جو ہاتھ پاؤں سے بندگی کرتے ہیں اور آنکھوں سے خدا تعالیٰ کی قدرتیں دیکھ کر یقین و بصیرت زیادہ کرتے ہیں اس سے آگے یہ مضمون ہے۔ ہم نے ان کو چُن لیا ایک چُنی ہوئی بات کے ساتھ اور وہ ہے یاد آخرت کی۔

۹۱۔ اَلْقَنَعُ وَھُوَ الْغِنٰی۔ میں قناعت کے ساتھ رہنا۔ اور یہی تونگری ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ صوفیاء کرام ہمیشہ سے اپنی تحریر و تقریر میں قناعت پر بہت زور دیتے رہے ہیں اسلئے قناعت کے معانی کو اوّل اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ پھر اس کے مواقع استعمال اور اس کے فضائل کا مطالعہ فرمائیں۔ قَنَاعَۃٌ اور قَنَعٌ اور قُنْعَانٌ کے معنی یہ ہیں کہ جو قسمت میں آئے اُس پر راضی رہے۔ زیادہ کی طمع اور حرص نہ کرے۔ اَلْقَنَاعَۃُ مَالٌ لَا یَنْفَدُ۔ ایک روایت میں ہے کَنْزٌ لَا یَنْفَدُ۔ یعنی قناعت ایسا خزانہ ہے جو تمام نہیں ہوتا کیونکہ جو شخص قانع ہے اس کو جتنا ملے گا، اُسی پر خوش رہے گا تو اُس کا خزانہ ہمیشہ معمور رہے گا۔ برخلاف حریص اور لالچی آدمی کے اس کو چاہے کتنا ہی زیادہ ملے لیکن وہ محتاج رہتا ہے، اور زیادہ مانگتا ہے۔ عَزَّ مَنْ قَنَعَ وَذَلَّ مَنْ طَمِعَ۔ جو شخص قناعت کرے وہ عزّت پائے گا اور جو طمع رکھیگا وہ ذلیل و خوار ہوگا۔ کیونکہ قانع آدمی جو اُس کو ملتا ہے اس پر اکتفا کرکے کسی کے آگے دستِ سوال نہیں پھیلاتا۔ اپنی عزّت محفوظ رکھتا ہے اور لالچی آدمی ہمیشہ مانگتا رہتا ہے، اس لئے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ خَیْرُ الْغِنٰی اَلْقُنُوْعُ۔ بہترین تونگری قناعت ہے۔ مَنْ قَنَعَ اِسْتَرَاحَ مِنْ اَھْلِ زَمَانِہٖ وَاسْتَطَالَ عَلٰی اَقْرَانِہٖ وَمَنْ قَنَعَ فَقَدِ اخْتَارَ الْغِنٰی عَلَی الذُّلِّ وَالرَّاحَۃَ عَلَی التَّعَبِ۔ جو شخص قناعت اختیار کرے وہ زمانہ کے لوگوں سے راحت میں رہے گا اور اپنے ہم عصروں پر عزّت دار اور غالب رہے گا۔ اور جس نے قناعت اختیار کی، اُس نے بے پرواہی کمائی ذلّت کے بدلے، اور راحت حاصل کی تکلیف کے بدلے۔ اَلدُّنْیَا تُرَادُ لِثَلٰثٍ اَلْعِزِّ وَالْغِنٰی وَالرَّاحَۃِ۔ فَمَنْ قَنَعَ عَزَّ وَاسْتَغْنٰی وَاسْتَرَاحَ۔ آدمی دنیا کو تین غرض سے کماتا ہے۔ عزّت، تونگری اور راحت کے لئے۔ پھر جس نے قناعت اختیار کی، اُس نے عزّت بھی پائی، تونگر بھی ہوا، آرام بھی پایا۔ تو یہ تینوں چیزیں قناعت سے حاصل ہوجاتی ہیں۔ اِنْ کَانَ لَیُھْدٰی لَنَا الْقِنَاعُ فِیْہِ کَعْبٌ مِنْ اِھَالَۃٍ فَنَفْرَحُ بِہٖ۔ حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے۔ اگر کوئی ہمیں ایک طباق چربی سے بنا ہوا گھی تحفہ میں بھیجتا تو ہم اُس پر خوش ہوجاتے تھے۔ قناع کے معنی گھونگھٹ۔ سربند۔ یا اوڑھنی جس سے عورتیں سر اور چہرہ چھپاتی ہیں۔

جلد اوّل

اِقْنَاع کے معنی بلند ہونا اور کسی چیز کا اُٹھانا۔ کَانَ اِذَا رَکَعَ لَا یُصَوِّبُ رَأْسَهٗ وَلَا یُقْنِعُهٗ۔
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جب رکوع میں جاتے تو اپنے سر کو نہ جھکاتے تھے، نہ اس کو اونچا کرتے تھے یعنی پُشت اور سر برابر تختہ کی طرح کرلیتے تھے۔ اِنَّهٗ زَارَ قَبْرَ اُمِّهٖ فِیْ اَلْفِ مُقَنَّعٍ۔ آنحضرتؐ نے اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہؓ کی قبر کی زیارت کی، ہزار سواروں میں جو ہتھیار بند تھے۔ یعنی پوری جماعت کے ساتھ قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ قِنَاعٌ، مُقَنَّعَةٌ۔ اوڑھنی سے بڑا ہوتا ہے۔ یعنی چادر وغیرہ کو قناع کہتے ہیں۔

④ حضرت فضیلؒ سے پوچھا گیا۔ مَا الْوَرَعُ۔ پرہیزگاری کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا۔ "اِجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ" حرام چیزوں اور حرام کاموں سے بچنے کو وَرَع کہتے ہیں۔

⑤ پوچھا گیا۔ عبادت کسے کہتے ہیں؟ فرمایا۔ اَدَاءُ الْفَرَائِضِ۔ فرائض کی ادائیگی کو عبادت کہتے ہیں۔ 91/15

⑥ پوچھا گیا۔ تواضع کسے کہتے ہیں؟ فرمایا۔ "ان تخضع لِلْحَقِّ"۔ حق کے سامنے جُھک جانا اور اُسے بے چون و چرا تسلیم کرلینے کو تواضع کہتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ اَشَدُّ الْوَرَعِ فِی اللِّسَانِ۔ سب سے مشکل پرہیزگاری زبان میں ہوتی ہے۔ یعنی زبان کو حرام سے بچانا کہ زبان سے حرام بات نہ کہے اور نہ اُس سے لقمۂ حرام کھائے یعنی زبان کی پرہیزگاری بہ نسبت دوسرے اعضاء آنکھ کان وغیرہ کے، بہت کٹھن اور نہایت مشکل ہے اور حضرت فضیلؒ نے یہ بھی فرمایا۔ اَلتَّعْبِیْرُ کُلُّهٗ بِاللِّسَانِ لَا بِالْعَمَلِ۔ آدمی کی پوری پرکھ زبان سے ہوتی ہے نہ کہ عمل سے۔ 91/16 یعنی اگر اپنے یا دوسرے کے وَرَع اور پرہیزگاری کو پرکھنا اور آزمانا ہو تو اس کی پوری پوری پرکھ زبان سے ہوا کرتی ہے۔ پس دیکھو کہ اُس کی زبان لقمۂ حرام سے بچتی ہے یا نہیں۔ اِسی طرح اس کی زبان کلمۂ حرام مثلاً جھوٹ، غیبت وغیرہ سے پرہیز کرتی ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، چغلی کرنے، تہمت لگانے، دوسروں کو لعن طعن کرنے اور اس قسم کی دوسری باتوں سے جو شخص اپنی زبان کو قابو میں رکھتا، نیز لقمۂ حرام سے اپنی زبان کی حفاظت نہیں رکھتا، ایسا شخص کسی حال میں بھی صاحبِ ورع یعنی متقی

جلد اوّل

اور پرہیز گار نہیں ہوسکتا۔

سیدالمسلمین کی وصیتیں

① محمد بن یزید خُنَیس کہتے ہیں۔ ایک آدمی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضرت فضیلؒ کے پاس سے گزرا۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت، مجھے کوئی وصیت فرمائیں، جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع بخشے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کے بندے اپنے مکان میں لُکا چھُپا رہ۔ اپنی زبان کی حفاظت کر اپنے اور سارے مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت کی دُعا کرتا رہ، جیسے کہ اللہ نے تجھے حکم دیا۔ ۹۷/۱۶

② ابراہیم بن شمّاس کہتے ہیں۔ ایک آدمی نے حضرت فضیلؒ سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ [1] اپنے مکان میں چھُپا رہ۔ [2] اپنے کمال اور اعمال کو لوگوں کے سامنے اس خیال سے ظاہر نہ کر کہ وہ تیرے کمالات اور اعمال کی بدولت تیری عزت کریں۔ پھر فرمایا۔ [3] اپنی زبان پر تالے لگا دے۔ ہاں اگر کوئی خیر کی بات کرنی ہو تو زبان کا تالا کھول لے۔ اور [4] اپنے دل کی حفاظت اور چوکسی کرتا رہ اور کسی حال میں بھی اس کی نگرانی سے غافل نہ رہ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے دل میں قساوۃ اور سختی آجائے اور تجھے معلوم ہے کہ قساوۃ یعنی دل کی سختی گناہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ۹۷/۲

قساوۃ کے معنی

قسوٌ یا قساوۃٌ یا قساءۃٌ۔ سختی۔ سنگ دلی۔ بے رحمی کے معنی میں مستعمل ہیں۔ عربی کے محاورہ میں بولا جاتا ہے۔ فھو کالدّرھم القسیّ والسّراب الخادع۔ وہ تو کھوٹے روپیہ کی طرح یا سراب، چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہے جو آدمی کو فریب دیتی ہے۔ دُور سے جسے وہ پانی سمجھتا ہے جب قریب جاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ یہ چمکتی ہوئی ریت ہے جس کو میں نے پانی سمجھا ہوا تھا۔ مَا یَسُرُّنِی دِیْنَ الَّذِیْ یَاتِی الْعَرَّافَ بِدِرْھَمٍ قَسِیٍّ۔ جو شخص نجومی یا فال کھولنے والے کے پاس جاتا ہے اُس کا دین ایک کھوٹے روپیہ کے بدلے بھی مجھے پسند نہیں ہے۔ کَیْفَ یَدْرُسُ الْعِلْمُ قَالُوْا کَمَا یَخْلُقُ الثَّوْبُ اَوْ کَمَا تَقْسُوا الدَّرَاھِمُ۔ علم کس طرح بودا اور پُرانا ہوگا۔ انہوں نے کہا۔ جیسے کپڑا پُرانا ہو کر بودا ہو جاتا ہے یا جیسے روپے کھوٹے ہو جاتے ہیں یعنی بیکار ہو جاتے ہیں، ان کی کوئی عزت نہیں رہتی۔ بَاعَ نِقَایَۃَ بَیْتِ الْمَالِ وَکَانَتْ زُیُوْفًا وَقَسِیًّا نَا بِدُوْنِ وَزْنِھَا فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِعُمَرَؓ فَنَھَاہُ وَاَمَرَہٗ اَنْ

يَرُدُّهَا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے وہ مال جو بیت المال سے نکالا گیا، اس کو بیچ ڈالا۔ وہ کچھ کھوٹے اور خراب روپے تھے جو وزن میں کم تھے جن کو کھرے روپوں کے بدلے میں بیچا گیا تھا۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے اس بیع سے منع کیا اور فرمایا۔ ان کھوٹے روپوں کو واپس لے لو، بیع فسخ کر ڈالو۔ کیونکہ جنس کو ہم جنس کے ساتھ زیادہ اور کم بیچنا سود میں داخل ہے۔ تَاْتِيْنَا بِهٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ قَسِيَّةً وَتَاْخُذُهَا مِنَّا طَازِجَةً۔ امام شعبی نے ابوالزناد سے کہا تم ہمارے پاس کھوٹی حدیثیں لاتے ہو، اور ہم سے تازی اور کھری لے جاتے ہو۔ کھوٹی حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں، جن کے راوی ضعیف ہوں، یا اُن کی سند متصل نہ ہو یا اُن میں کوئی عیب ہو۔ حضورؐ کا فرمان ہے۔ اَبْعَدُ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِیُ۔ لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دُور وہ آدمی ہے جو سنگ دل ہو۔ اُس کو بندگانِ خدا پر رحم نہ آئے۔ یا مراد وہ آدمی ہے جس کا قرآن کی تلاوت یا نماز میں جی نہ لگے۔ كَثْرُ الْكَلَامِ قَسْوَةٌ۔ بہت باتیں کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے یعنی زیادہ باتیں کرنے والا آدمی سنگ دل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نماز اور قرآن میں جی نہیں لگتا۔ ثَلَاثٌ تُقَسِّيْنَ الْقَلْبَ وَعَدَّ مِنْهَا اِتْيَانَ بَابِ السُّلْطَانِ۔ تین باتوں سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ اُن میں سے ایک بادشاہوں کے در پر آتے جاتے رہنا ہے۔ بادشاہ پر کیا منحصر ہے، دنیاداروں سے صحبت رکھنا بھی دل کو سخت کر دیتا ہے۔ جیسے اولیاء اللہ اور فقیروں سے محبت رکھنا دل کو نرم کر دیتا ہے۔ (لغات الحدیث جلد پانچ باب القاف ص۹۳)

حضرت فضیلؒ کا مقام فنِ حدیث میں

○

حدیث پاک کا ادب، عظمت و ہیبت صاحب حلیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اسحاق بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حضرت اسحاق بن ابراہیم نے حضرت فضیل بن عیاضؒ کے متعلق یہ فرمایا:

وَكَانَ صَحِيحُ الْحَدِيثِ صَدُوقُ اللِّسَانِ شَدِيدُ الْهَيْبَةِ لِلْحَدِيثِ إِذَا حَدَّثَ۔

حضرت فضیلؒ پکی پکی اور صحیح صحیح حدیثیں سناتے تھے۔ آپ کی زبان نہایت سچّی تھی۔ جب آپ حدیث پاک بیان کرتے تو آپ پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ بدن لرزنے لگتا، آواز بھرّا جاتی تھی۔

وَكَانَ يَثْقُلُ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ جِدًّا

اور جب آپ حدیث پاک سُناتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ پر پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔

رُبَّمَا قَالَ لِي لَوْ اَنَّكَ تَطْلُبُ مِنِّي الدَّرَاهِمَ كَانَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَطْلُبَ مِنِّي الْحَدِيثَ۔

اکثر اوقات مجھ سے کہتے۔ اگر تُو مجھ سے نقدی کا مطالبہ کرے تو میں اس کو زیادہ پسند کروں اور بہت خوش ہوؤں بہ نسبت اس کے کہ تُو مجھ سے یہ کہے کہ مجھے کوئی حدیث سُنا دے۔

وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَوْ طَلَبْتَ مِنِّي

اور میں نے آپ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے اگر تُو مجھ سے

الدَّنَانِيْرِ كَانَ اَيْسَرَ عَلَيَّ مِنْ اَنْ تَطْلُبَ مِنِّي الْحَدِيْثَ فَقُلْتُ لَهُ لَوْحَدَّثْتَنِي بِاَحَادِيْثَ فَوَائِدَ لَيْسَتْ عِنْدِيْ كَانَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَهَبَ لِيْ عَدَدَهَا دَنَانِيْرَ قَالَ اِنَّكَ مَفْتُوْنٌ اَمَا وَاللهِ لَوْعَلِمْتَ بِمَا سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ مِهْرَانَ يَقُوْلُ۔

سونے کی اشرفیاں مانگتے تو اس سوال کا پورا کرنا، میرے لئے نہایت آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ تو مجھ سے حدیث پاک سنانے کا مطالبہ کرے۔ میں اس کے جواب میں عرض کرتا۔ اگر آپ مجھے ایسی مفید حدیثیں سنائیں جو مجھے معلوم نہیں تو میرا دل اس سے زیادہ خوش ہوگا، بمقابلہ اس کے کہ آپ مجھے سونے کی اشرفیاں عطا فرمائیں۔ میرا جواب سن کر حضرت فضیلؒ فرماتے۔ ارے مصیبت کے مارے تو تو بڑا بیوقوف ہے اچھا میری بات غور سے سن۔ اللہ کی قسم اگر تجھے وہ بات معلوم ہو جاتی جو میں نے اپنے شیخ سلیمان بن مہران عـہ سے سنی۔ تو مجھ سے حدیثیں سننے کی فرمائش نہ کرتا۔ سلیمان بن مہران فرمایا کرتے تھے:

اِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْكَ طَعَامٌ تَأْكُلُهُ فَتَاْخُذُ اللُّقْمَةَ فَتَرْمِيْ بِهَا خَلْفَ ظَهْرِكَ كُلَّمَا اَخَذْتَ لُقْمَةً رَمَيْتَ بِهَا خَلْفَ ظَهْرِكَ مَتٰى تَشْبَعُ۔ ۸۷/۵

جب تیرے سامنے تیرے کھانے کے واسطے کھانا رکھا ہوا ہو، اور تو اس میں سے ایک لقمہ لے کر اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیتا ہو۔ پھر جب بھی تو اس میں سے لقمہ اٹھائے تو تو اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینکتا رہے تو کیا ایسی صورت میں کبھی تیرا پیٹ بھرے گا؟ مطلب یہ ہے کہ تیرا پیٹ تو جب بھرے گا جب تو اس لقمہ کو کھائے گا۔ ورنہ اگر اسی طرح لقمے اپنے پیچھے پھینکتا رہا تو تو ہمیشہ بھوکا رہے گا۔" یعنی حدیث سننے اور پڑھنے سے تمہیں جب ہی فائدہ پہنچے گا، جب تم اس پر عمل کروگے۔

جلد اوّل

عـہ حضرت فضیلؒ اپنے استاد حضرت الاعمش کو اعمش کہنا بےادبی سمجھتے تھے کیونکہ اعمش کے معنی چوندھے کے ہیں اس لئے جب اُن سے روایت حدیث کرتے تو سلیمان بن مہران کہتے تھے اور دوسرے شاگرد ان کو اعمش اسلئے کہتے تھے کہ سلیمانؒ اعمش کی صفت کے ساتھ زیادہ مشہور تھے۔ ۱۱۵/۹

بغیر عمل کے حدیث سُننے کا تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟

(۲) علی بن یحییٰ نے کہا۔ میں نے حضرت فضیلؒ سے سُنا۔ جب وہ حدیث سُننے والوں سے یہ وعدہ فرماتے:

لَاُذَکِّرَنَّکُمْ بِاللَّیْلِ اَوْجَوْفَ اللَّیْلِ	آج رات میں تمہیں حدیثیں سُناؤں گا۔ یہ کہہ کر آپ
فَیَقَعُ عَلَی التَّقْطِیْرِ۔ ۹۸/۴	پر ایسی ہیبت و رقّت طاری ہوجاتی کہ اپنے پہلو

پر ایسے گر جاتے تھے جیسے کسی نے آپ کے برچھی ماردی ہو یا خنجر گھونپ دیا ہو۔

(۳) حسین بن زیاد کا بیان ہے کہ میں نے فضیلؒ سے سُنا، آپ حدیث والوں یعنی حدیث کے طالبعلموں اور سُننے والوں سے ارشاد فرماتے تھے:

لِمَ تُکْرِھُوْنِیْ عَلٰی اَمْرٍ تَعْلَمُوْنَ	آخر تم لوگ مجھے اس کام یعنی حدیث سنانے پر کیوں
اِنِّیْ کَارِہٌ لَہٗ لَوْکُنْتُ عَبْدًا لَکُمْ	مجبور کرتے ہو جب کہ تم جانتے ہو کہ میں اُسے پسند
فَکَرِھْتُکُمْ کَانَ نَوْلُکُمْ اَنْ تَتَّبِعُوْنِیْ	نہیں کرتا۔ اگر میں تمہارا غلام ہوں پھر میں تمہیں
لَوْ اِنِّیْ اَعْلَمُ اِذَا دَفَعْتُ رِدَائِیْ	ناپسند کردوں اور تمہیں اچھا نہ جانوں تو کیا تم لوگ
ھٰذَا لَکُمْ ذَھَبْتُمْ لَدَفَعْتُہٗ	اس کو پسند کرتے کہ تم اس حال میں بھی میرے تابعدار
اِلَیْکُمْ۔ ۹۵/۴	اور میرے پیروکار بنے رہو — یعنی تم لوگ اس

صورت میں مجھ سے ناراض ہوجاتے اور کبھی بھی میری تابعداری نہ کرتے۔ بہر حال اگر مجھے اس امر کا یقین ہوجائے کہ میں تم لوگوں کو اپنی یہ چادر دے کر تم سے اپنا پیچھا چھڑا لوں گا۔ یعنی تم لوگ اپنے مطالبہ سے دست بردار ہوجاؤ گے تو میں ضرور ایسا کرلوں۔

مطلب یہ ہے کہ تم لوگ کسی صورت میں مجھے چھوڑ کر جانے والے نظر نہیں آتے۔ اس لئے مجبور ہوں ورنہ احادیث کا سُنانا میری ہمّت اور طاقت سے باہر ہے۔

شیوخ الحدیث حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جن آئمہ و علماء کی سندوں سے روایت حدیث کی۔ اُن میں حضرت سلیمان الاعمشؒ اور منصور بن المعتمرؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ

بن ابی اوفیٰؓ جیسے جلیل القدر صحابیوں سے حدیث کی سماعت فرمائی ہے۔ حضرت سلیمانؒ اور منصورؒ کے علاوہ حضرت فضیلؒ بن عیاض کے دوسرے اساتذہ یہ ہیں۔ عطاء بن السائب، حصین بن عبدالرحمٰن، مسلم الاعور، ابان بن ابی عیاش۔ ان حضرات نے صرف حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی ہے، اور حضرت انسؓ کی صحبت سے مشرف ہیں گویا کہ یہ حضرات بھی تابعین کے طبقہ میں شامل ہیں۔

تلامیذ الحدیث حضرت فضیلؒ کے شاگرد جنہوں نے حضرت سے روایت حدیث کی ہے، حضرت فضیلؒ کے ان شاگردوں میں پایہ کے علماء و محدثین یہ حضرات ہیں:

سفیان الثوری[1]، سفیان بن عیینہ[2]، یحییٰ[3] بن سعید القطان، عبدالرحمٰن[4] بن مهدی، حسین[5] بن علی الجعفی، مؤمل[6] بن اسماعیل، عبداللہ[7] بن وہب المصری، اسد[8] بن موسیٰ، ثابت[9] بن محمد العابد، مسدد[10]، یحییٰ[11] ابن یحییٰ نیشاپوری، قتیبہ[12] بن سعید جیسے اکابر علماء بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ عہ ۱۱۴/۲۲

عہ صفحہ ۱۰۹ سے ۱۵۷ تک دوسری مرتبہ تصحیح ریل میں بیٹھے بیٹھے کی گئی۔ شب کے ۸ بج گئے ہیں، اور گاڑی ملیر اسٹیشن پر رکنے والی ہے۔ محمد ادریس الانصاری

جلد اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی تذکرہ
حضرت فضیل بن عیاضؒ

ترکِ دنیا، فکرِ آخرت، تقویٰ، خدا خوفی، اور مخلوق کی خیر خواہی، اسلامی تعلیم کے چار اساسی یعنی بنیادی اصول ہیں، جن پر اسلام کی عمارت تعمیر ہوئی۔ اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین و شریعت کی روح اور آنحضرتؐ کی دعوت و تبلیغ کا خلاصہ ہیں۔ قرآنی تعلیم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی دوڑ دھوپ اور رات دن کی جدّ و جہد کے جو اثرات بنی نوعِ انسانی پر ظاہر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ آنحضرتؐ کی تعلیم اور محنت نے بے رحم اور خونخوار آدمیوں کو رحم دل بنا دیا۔ مغرور، جابر و ظالم حکمرانوں کو منکسر المزاج، عادل اور رعایا پرور بنا دیا۔ بدکار و سیاہ کار آدمیوں کو صالح، متّقی اور سیرت و کردار کی پاکیزگیاں بخش کہ انہیں فرشتہ صفت بنا دیا۔ ملک و مال کے نشہ میں بدمست لوگوں کو ایسا خدا ترس بنا دیا کہ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کا عملی نقشہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر ڈالا۔ خلاصہ یہ کہ قرآن پاک کے انوار اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان اور علم و عرفان کی باد و باراں نے بگڑی ہوئی انسانیت کی دنیا بدل ڈالی ؎

ضو فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دِل کو روشن کر دیا، آنکھوں کو بینا کر دیا

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کا ہادی کر دیا

کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

پھر دنیا نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت وہدایت اور ان کی سیرت وکردار کے بے پناہ اور غیر فانی اثرات نے پتھروں کو موم اور نوعِ انسانی کو ملائک سے بھی اُونچا کر دیا۔ کائناتِ انسانی میں ایسی بے نظیر ہستیاں تیار فرمائیں کہ اگر نبوت حضورؐ پر ختم نہ ہو جاتی تو یہ بات بے جھجک کہی جا سکتی تھی کہ ان برگزیدہ ہستیوں کو سیرت وکردار اور اخلاق وعمل کے لحاظ سے اپنی قوم اور اپنے زمانے کا نبی کہلانے کا حق تھا۔ انہی برگزیدہ ہستیوں میں علم وعمل، دین واخلاق اور شریعت وطریقت کی ایک جامع ہستی حضرت فضیل بن عیاضؒ کی ذات ستودہ صفات بھی تھی۔ جن کے پیغمبرانہ اخلاق اور نبوی علوم واعمال کا صحیح اندازہ تو آپ کو زیر نظر کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی ہو گا۔ مگر بحیثیت ایک عظیم محدّث کے ان کی عظمت و جلالت اور قدر ومنزلت کو ذہن نشین کرنے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک جگہ ان کی روایت کو قبول فرما کر فضیل بن عیاضؒ کے ثقہ وحجۃ ہونے اور ان کے تقویٰ اور تدیّن کا اعتراف کیا ہے۔ اور حُسنِ اتفاق سے اسی روایت کی سند میں فضیل بن عیاضؒ کے اساتذہ میں سے دو استاذ منصور بن المعتمرؒ اور سلیمان اعمشؒ کے علاوہ حضرت فضیلؒ کے شاگرد مُسدّدؒ یحییٰ بن سعید القطانؒ اور سفیانؒ ثوری کا بھی ذکر ہے۔

بخاری کی روایت یہ ہے:

حدثنا مسدد سمع یحییٰ بن	بخاری کو مُسدّد نے حدیث سنائی۔ مُسدّد نے
سعید عن سفیان قال حدثنی	یحییٰ بن سعید سے سُنی۔ یحییٰ نے سفیان سے اور
منصور وسلیمان عن ابراھیم	سفیان نے منصور اور سلیمان سے ابراہیم نے عبیدہ
عن عبیدۃ عن عبداللہ ان	سے، عبیدہ نے عبداللہ سے سُنی کہ ایک یہودی

يهوديا جاء الى النبیؐ صلی الله عليه وسلم فقال يا محمد ان الله يمسك السموات على اصبع والارضين على اصبع، والجبال على اصبع والشجر على اصبع والخلائق على اصبع ثم يقول انا الملك فضحك رسول الله صلى الله عليه و سلم حتی بدت نواجذه ثم قرأ وما قدروا الله حق قدره۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اُس نے کہا اے محمد! اللہ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمین کو دوسری انگلی پر، پہاڑوں کو تیسری انگلی پر، درختوں کو چوتھی انگلی پر، باقی مخلوق کو پانچویں انگلی پر رکھے گا، پھر کہے گا میں ہوں حقیقی بادشاہ۔ یہودی کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ہنسے کہ آپؐ کے اگلے دانت ظاہر ہوگئے۔ پھر آنحضرتؐ نے پڑھا وما قدروا الله حق قدره، اور لوگوں نے اللہ کی قدر نہ پہچانی جیسے اس کا حق تھا۔

قال يحيى بن سعيد و زاد فيه فضيل بن عياض عن منصور عن ابراهيم عن عبد الله فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم تعجبًا وتصديقًا لهٗ۔

(بخاری ۱۱۰۳/۲)

یحییٰ بن سعید نے کہا فضیل بن عیاضؒ نے منصور سے بحوالہ ابراہیم عبداللہ بن مسعودؓ سے، اس حدیث میں اس کا بھی اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی کی بات پہ تعجب سے ہنس پڑے اور آنحضرتؐ کا ہنسنا اس کی وجہ سے بھی تھا کہ آپ نے اس یہودی کی بات کی تصدیق فرمائی۔

امام ترمذیؒ فضیل بن عیاضؒ کی سند سے دو روایتیں ترمذی شریف میں اور ایک روایت شمائل ترمذی میں لائے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) حدثنا عبد بن حُمَيد نا حسين بن على الجعفى عن فضيل بن

ترمذی کو عبد بن حُمید نے سنائی ان کو حسین بن علی جعفی نے فضیل بن عیاضؒ کے حوالہ سے اور

عیاض عن ھشام بن حسّان عن الحسن قال قال عتبۃ بن غزوان علیٰ منبرنا ھذا منبر البصرۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّ الصخرۃ العظیمۃ لتلقیٰ من شفیر جھنم فتھوی فیھا سبعین عاما ما تفضی الیٰ قرارھا۔

فضیلؒ نے ہشام بن حسان کے حوالہ سے ہشام نے حسن بصری کے حوالہ سے کہ حسن نے کہا، عتبہ بن غزوان صحابی نے ہماری اس منبر یعنی بصرہ کے منبر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا پتھر جو جہنم کے اوپر کے کنارہ یعنی اس کی من سے اگر نیچے ڈالا جائے اور وہ ستر برس تک اس کی انتھاہ یعنی جڑ میں پہنچنے کے لئے گرتا رہے تو اس کی انتھاہ تک نہ پہنچے۔

قال وکان عمر یقول اکثروا ذکر النار فانّ حرّھا شدید و انّ قعرھا بعید، وان مقامعھا حدید۔ (ترمذی ص ۳۶۹)

اور عتبہ بن غزوان نے یہ بھی کہا کہ امیر المؤمنین عمرؓ کہا کرتے تھے، دوزخ کو بکثرت یاد کیا کرو، کیونکہ حَرُّھَا شَدِیدٌ اس کی حرارت اور جلن بڑی سخت ہے اور اس کی گہرائی بہت دُور ہے۔ وان مقامعھاؑ حدید، اور اس کے ہنٹر لوہے کے ہیں۔

(۲) حدثنا ھریم بن مسعر نا الفضیل بن عیاض عن لیث عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صلی

ترمذی کو ہریم بن مسعر نے سنایا اور انکو فضیل بن عیاضؒ نے بحوالہ لیث اور لیث کو ابی الزبیر نے بحوالہ جابر یہ سنایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ع مَقَامِعُ جمع مِقْمَعُ کی ہے۔ اس کے معنی ہنٹر کے ہیں خواہ وہ لوہے کا ہو یا لکڑی کا۔ کلبتان: زنبور کو کہتے ہیں۔ مطرقہ: ہتھوڑی کو۔ سندان: اہرن، نہائی کو کہتے ہیں، جس پر لوہا رکھ کر کوٹا جاتا ہے۔ ابن کثیر میں ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ یہ تینوں چیزیں اتاری گئیں۔ ھی قولہ تعالیٰ وانزلنا الحدید عن ابن عباس (ابن کثیر۔ ج ۴)

علیہ وسلم کان لا ینام حتی یقرأ الٓمٓ تنزیل و تبارک الذی بیدہ الملک (ترمذی ص۱۲)

جبتک الٓمٓ، تنزیل سورۃ سجدہ اور سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک نہیں پڑھ لیتے تھے، سوتے نہ تھے۔

(۳) حدثنا احمد بن عبدۃ الضّبیّ حدثنا فضیل بن عیاض عن منصور عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتصرًا من مظلمۃ ظلمہا قطّ ما لم تنتہک من محارم اللہ تعالیٰ شیء کان من اشدّھم فی ذلک غضبا وما خُیِّرَ بین امرین الّا اختار انیسرھما ما لم یکن ماثما۔ (شمائل ترمذی ص۵۹۶)

ترمذی کو احمد بن عبدۃ ضبی نے سنایا، احمد کو فضیل بن عیاضؒ نے انھوں نے منصور سے اور منصور نے زہری سے اور زہری نے عروہ اور عروہ نے عائشہؓ سے روایت کیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی کوئی ظلم کیا گیا اور ان کی حق تلفی کی گئی، مَیں نے کبھی بھی یہ نہیں دیکھا کہ اپنے اس ظلم کرنے والے یا حق تلفی کرنے والے سے رسول اللہ نے اس کا بدلہ لیا ہو ہاں اللہ کی عزت دی ہوئی چیزوں یا ان اشخاص کی جب ذرا بھی بے حرمتی اور بے عزتی کی گئی جن کی بے عزتی اور بے حرمتی کو اللہ نے حرام کیا تو ایسی صورت میں آپؐ کے غصّہ اور غیظ وغضب کی انتہا نہ رہتی تھی اور جب آپؐ کو

لہ عربی کا محاورہ ہے انتہک فلان　فلاں نے اپنا چال چلن خراب کرلیا۔ انتہک الشیء۔ بے عزتی کرنا۔ انتہک فلانًا ۔ اس کی آبرو ریزی کی۔ سلہ محارم جمع المَحرمۃ والمُحرمۃ کی ہے۔ محرمہ کہتے ہیں اس چیز کو جس کی بے حرمتی جائز نہ ہو۔ محارم اللہ یعنی جس کو اللہ نے عزت والا بنایا اور جس کی بے عزتی کو اللہ نے حرام کیا ہو۔

دو کاموں میں سے ایک کام کرنے کا اختیار دیا جاتا یعنی آپ کی مرضی پر دو کاموں میں سے جب ایک کام چھوڑ دیا جاتا تو آپؐ ان میں کے مشکل کو چھوڑ دیتے تھے، اور اس کو اختیار کر لیتے تھے جو ان میں آسان ہوتا۔"

ان احادیث کے بعد وہ حدیثیں لکھ رہا ہوں جو فضیل بن عیاضؒ کے استاذ سلیمان الاعمشؒ منصور بن المعتمرؒ حصین بن عبد الرحمٰنؒ اور عطا بن السائبؒ سے امام بخاریؒ نے صحیح میں لی ہیں۔

حضرت سلیمان بن مہران "الاعمش" اس سند میں امام بخاری کے دو واسطوں سے استاد ہیں۔

(۴) حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنا خیثمة عن عدی بن حاتم قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم ما منکم من احد الا سیکلمه اللہ یوم القیامة لیس بینه و بینه ترجمان ثم ینظر فلا یری شیئا قدامه ثم ینظر بین یدیه فتستقبله النار فمن استطاع منکم ان یتقی النار ولو بشق تمرة۔

بخاری کو حدیث سنائی عمر بن حفص نے انہیں سنائی حفص نے اور حفص کو سنائی اعمش نے، انہیں سنائی خیثمہ نے، انہوں نے روایت کی عدی بن حاتم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں کوئی آدمی ایسا نہیں کہ اس سے قیامت کے دن اللہ اس حال میں باتیں نہ کریگا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان دوسری زبان میں سمجھانے والا کوئی ترجمان نہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص سے براہ راست باتیں کرے گا۔ پس نہ دیکھے گا وہ آدمی اپنے سامنے کوئی نیکی۔ اس کے بعد وہ پھر سامنے دیکھے گا، تو آگ اس کے سامنے سے آتی ہوئی نظر آئے گی اور اس کو گھیر لے گی جس سے اس کا بچ نکلنا ناممکن ہوگا۔ پس تم میں جس کسی کے اندر طاقت ہو وہ اپنے کو آگ سے بچالے چاہے وہ آدمی کھجور دے کر ہی بچالے۔ یعنی دنیا میں اللہ کے واسطے آدھی

کھجور دے کر بھی تم جہنّم سے بچ سکتے ہو۔ معمولی خیرات کو حقیر اور بے کار نہ جانو۔

قال الاعمش عمرو عن خيثمة عن عدي بن حاتم قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اتقوا النار ثم اعرض واشاح ثم قال اتقوا النار ثم اعرض واشاح ثلثا حتى ظننا انه ينظر اليها قال اتقوا النار ولو بشق تمرة فمن لم يجد فبكلمة طيبة۔
(بخاری ص۹۶۸)

نیز اعمش نے بیان کیا کہ مجھے حدیث سُنائی عمرو بن مُرّۃ نے خیثمہ و عدی بن حاتم کے حوالے سے کہ عدی بن حاتم نے اس طرح بھی حدیث بیان کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِتَّقُوا النَّارَ۔ جہنم سے بچو۔ یہ کہہ کر اپنا منہ پھیر لیا اور آپ کا چہرہ دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ آپ جہنّم کی آگ دیکھ کر خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ یہ منہ بنانا اور منہ پھیرنا آپ نے تین دفعہ کیا۔ غرضیکہ آپ نے پھر فرمایا۔ اتّقوا النّار۔ لوگو! اپنے کو دوزخ سے بچاؤ، چاہے آدھی کھجور دے کر ہی بچاؤ۔ اور جسے آدھی کھجور بھی نہ ملے، اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی زبان سے اچھی بات کہہ کر ہی اپنے کو جہنّم سے بچالے۔

حضرت حصین بن عبد الرحمٰنؒ اس سند میں امام بخاریؒ کے دو واسطوں سے استاد ہیں۔

(۵) حدثنا عمران بن ميسرة قال حدثنا ابن فضيل قال حدثنا حصين بن عبد الرحمن و حدثني اسيد بن زيد قال حدثنا هشيم عن حصين قال كنت عند سعيد بن جبير

بخاری کو سُنایا عمران ابن میسرہ نے انہیں سُنایا محمد بن فضیل نے انہیں سُنایا حصین بن عبد الرحمٰن نے اور کہا امام بخاری نے مجھے سُنایا اُسید بن زید نے انہیں سُنایا ہشیم نے انہیں سنایا حصین نے۔ حضرت حصین نے فرمایا میں سعید بن جبیر کی مجلس میں تھا تو انہوں نے کہا۔ مجھے حدیث

قال حدثنی ابن عباس قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم عرضت علیّ الامم فاخذ النبی یمر معه الامة و النبی معه نفر والنبی معه العشرة والنبی معه الخمسة والنبی یمر معه وحده نظرت فاذا سواد کبیر قالت یا جبریل هؤلاء امتی قال لا ولکن انظر الی الافق فنظرت فاذا سواد کبیر هؤلاء امتك وهؤلاء سبعون الفا قدامهم لاحساب علیهم و لا عذاب قلت و لم قال کانوا لا یکتوون ولا یسترقون و لا یتطیرون و علی ربهم یتوکلون فقام الیه عکاشة بن محصن فقال ادع اللّٰہ ان یجعلنی منهم قال اللّٰهم اجعله منهم ثم قام الیه رجل اخر

سنائی ابن عباسؓ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے سامنے پہلی اُمّتوں کو لایا گیا یا مجھے دکھائی گئی نبیوں کی اُمّتیں اور ان کی جماعتیں۔ میں نے دیکھا کہ نبی گذر رہا ہے اور اس کے ساتھ اُمّت یعنی بہت بڑی جماعت ہے اور نبی گذر رہا ہے اور اس کے ساتھ کچھ نفر ہیں۔ یعنی دس آدمیوں سے بھی کم ہیں

اور نبی ہے اور اس کے ساتھ پانچ آدمی ہیں، اور نبی ہے اور وہ اکیلا جارہا ہے اور اس کے ساتھ دوسرا کوئی بھی نہیں۔ میں نے دیکھا کہ سوادِ کبیر ایک انبوہ کثیر یعنی بڑی بھاری جماعت ہے میں نے کہا اے جبرئیل کیا یہ لوگ میری اُمّت والے ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا نہیں لیکن آپؐ افق یعنی اُوپر دیکھیں۔ میں نے اُوپر دیکھا تو وہ بھی سوادِ کبیر یا کثیر یعنی انبوہ کثیر بڑی بھاری جماعت تھی جبرئیلؑ نے کہا۔ یہ ہے آپؐ کی اُمّت اور وہ ستر ہزار ان کے آگے آگے ہیں۔ نہ ان پر حساب ہے اور نہ عذاب یعنی ان سے دنیا کی زندگی کے متعلق

جلد اوّل

فقال ادع اللہ ان یجعلنی منھم فقال سبقک بھا عکاشۃ (بخاری جلد ص۹۶۸)	اللہ کی طرف سے پوچھ گچھ ہوگی (اور نہ ہی اُن پر اللہ کی طرف سے کوئی) عذاب، اور سختی ہوگی۔ رسول کریمؐ نے فرمایا میں نے جبرئیلؑ

سے کہا۔ وَلِمَ، اور کیوں۔ جبرئیلؑ نے کہا کانوا لا یکتوون، یہ لوگ بلاضرورت، اپنے بدن داغتے نہ تھے اور داغ دینے پر شفاء کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ ولا یسترقون، اور ناجائز طریقوں سے گنڈے تعویذ نہیں کراتے تھے، ٹونہ ٹوٹکوں سے پرہیز کرتے تھے ولا یتطیّرون اور پرندوں وغیرہ کے اُڑنے سے بُرا شگون نہ لیتے تھے یعنی کافروں کے اعمال اور اعتقادات سے پرہیز کرتے تھے۔ وعلیٰ ربّھم یتوکّلون اور اپنے ہر کام میں اپنے رب پر بھروسہ رکھتے تھے۔ یعنی نہ اُن کا داغ دینے پر اعتقاد تھا اور تعویذ گنڈوں کو اپنا حاجت روا جانتے اور بیماریوں کو شفا دینے اور شگون پر بھروسہ رکھنے کی بجائے یہ لوگ صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے کہ وہی اِس جہان اور اُس جہان میں سب کچھ کرنے والا ہے۔

آپؐ کی یہ باتیں سُن کر عُکاشہ بن محصن آپؐ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور عرض کیا آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے۔ آنحضرتؐ نے دُعا کی اللّٰھم اجعلہ منھم۔ الٰہی اس کو ان میں شامل کر دے۔ اس کے بعد ایک اور شخص آپؐ کے سامنے کھڑا ہوا، اور کہا کہ اللہ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ تو حضورؐ نے کہا سبقک بھا عُکّاشۃ۔ تجھ سے پہلے اس دعا کی قبولیت کو عُکّاشہ لے گیا یعنی قبولیت والی گھڑی گذر گئی۔

عطا بن السّائبؒ[۳] اس سند میں امام بخاریؒ کے تیسرے درجہ میں استاد ہیں۔

(٦) حدثنا عمرو بن محمّد قال حدثنا ھشیم قال اخبرنا ابو بشر وعطاء بن السائب عن	عمرو بن محمد نے بخاری کو سنائی، عمرو کو ہشیم نے، ہشیم کو ابو بشر اور عطاء بن السائب نے اور ان دونوں کو سعید بن جبیر نے

سعید بن جبیر عن ابن عباس	بحوالہ ابن عباسؓ یہ کہا۔ قرآن میں اِنَّا
قال الکوثر، الخیر الکثیر الذی	اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ، ہم نے تجھے کوثر عطا کی
اعطاہ قال ابو بشر قلت	اس کوثر سے مراد خیر کثیر ہے جو اللہ نے آنحضرتؐ
لسعید ان اناسًا یزعمون انہ	کو عطا کی۔ ابو بشرؒ نے کہا۔ میں نے سعیدؒ کو کہا
نهر فی الجنّة فقال سعید	لوگ تو یہ کہتے ہیں، کوثر ایک نہر ہے جنّت میں
النهر الذی فی الجنة من	تو سعید نے کہا۔ وہ نہر جو جنّت میں ہے وہ منجملہ
الخیر الذی اعطاہ ایاہ۔	اس خیر کے ہے جو اللہ نے آنحضرتؐ کو عطا فرمائی
(بخاری ص۹۷۴)	یعنی وہ بہت سی اس خیر میں کا ایک حصہ ہے۔

مؤمّل بن اسمٰعیل بھی فضیل بن عیاضؒ کے شیخ الحدیث ہیں:۔ فقیر نے ان کی سند کو پوری بخاری میں تلاش کیا تو صرف ایک جگہ بغیر سند کے ان کا ذکر تعلیقاً پایا۔ مگر اس میں بھی محدّثین کا اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ اور کرمانیؒ کہتے ہیں جس مؤمّل کا بخاری نے ذکر کیا ہے وہ مؤمّل بن ہشام لیشکری ہیں۔ مگر علامہ ابن حجر شارح بخاری نے فرمایا۔ یہ مؤمّل بن اسمٰعیل ہی ہیں جو بصرہ کے رہنے والے تھے اور بعد میں مکّہ میں آباد ہو گئے تھے۔ علماء لکھتے ہیں امام بخاری کے یہ ہمعصر ضرور ہیں مگر مؤمّل بن اسماعیل سے بخاری کی ملاقات نہیں ہوئی۔ ویسے محدّثین کے نزدیک یہ "صدوق" بڑے سچے تھے لیکن حافظہ کی کمزوری سے کثیر الخطاء تھے بہر حال روایت کی افادیت کے پیش نظر بخاری کی اس حدیث کو لکھ رہا ہوں جسمیں مؤمّل کا ذکر ہے۔

(۷) حدثنا عبد اللہ بن عبد الوهاب	بخاری سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے، اُن
قال حدثنا حمّاد عن رجل لم	سے حمّاد نے نامعلوم شخص سے اور اس نے حسن
یسمّه عن الحسن قال خرجت	بصریؒ سے روایت کی۔ حسن نے کہا۔ میں فتنہ
بسلاحی لیالی الفتنة فاستقبلی	کی راتوں یعنی واقعہ جمل یا صفین میں اپنا اسلحہ
ابو بکرة فقال این ترید قلت	ہتھیار لے کر نکلا تو ابو بکرہ سامنے سے آتے ہوئے

اُرید نصرۃ ابن عم رسول اللہ — مجھے ملے۔ انہوں نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے
صلی اللہ علیہ وسلم قال قال — میں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — چچیرے بھائی کی مدد کرنے کے لئے۔ میری بات
اذا تواجہ المسلمان بسیفیھما — سُن کر ابو بکرۃؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
فکلاھما من اھل النّار قیل — علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب دو مسلمان اپنی تلواروں
ھذا لقاتل فما بالُ المقتول — کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے ہوں یعنی
قال قد اراد قتلَ صاحبہ و — ذاتی اغراض یا ملک ومال کے لئے ایک دوسرے
قال فی آخرِ ھذا الحدیث — کا خون بہانے کے لئے مقابلہ میں آئیں، تو
حدثنا سلیمٰن بن حرب قال — دونوں جہنّمی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حدثنا حمّاد بھذا و قال — سے پوچھا گیا۔ "قاتل" قتل کرنے والے کے لئے
مُوَمّل حدثنا حماد بن زید — تو سمجھ میں آتا ہے مگر جو مقتول ہے یعنی جس کو
قال حدثنا ایوب و یونس و — قتل کیا جائے وہ جہنّمی کیوں ہے؟ آنحضرتؐ نے
ھشام و معلی بن زیاد عن — ارشاد فرمایا، چونکہ مقتول اپنے ساتھی کو قتل
الحسن عن الاحنف عن ابی بکرۃ عن — کرنے کا ارادہ کر چکا تھا یعنی وہ اپنی نیت کی
النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۸-۱۰۴۹) — خرابی کی وجہ سے جہنّم میں جائے گا۔

اس کے بعد اس سند کی قوتِ بیان کے لئے امام بخاری نے یہ سند نقل کی۔

"ہمیں سنایا سلیمان بن حرب نے، انہیں سُنایا حمّاد نے یہی کچھ اور کہا مؤمّل نے ہمیں سُنایا حمّاد بن زید نے اور انہیں سنایا ایوب، یونس اور ہشام اور معلّی بن زیاد نے حسن سے اور انہوں نے الاحنف سے اور احنف نے ابو بکرۃؓ اور ابو بکرۃؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی۔

اب وہ روایات نقل کی جا رہی ہیں جو فضیل بن عیاضؒ کے تلامذہ سے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح

میں، لی ہیں۔
سفیانؔ بن عُیینہ فضیل بن عیاضؒ کے شاگرد ہیں اور اس حدیث میں ایک واسطہ سے امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔

(۸) حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیٰن قال حدثنا عبد اللّٰہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم سمع انس بن مالک یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتبع المیّت ثلثۃٌ فیرجع اثنان و یبقٰی معہ واحدٌ یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ فیرجع اھلہ و مالہ و یبقی عملہ۔
(بخاری۔ ج۲ ص۹۶۴)

حمیدی نے بخاری کو سُنایا، انہیں سفیان بن عُیینہ نے اور انہیں عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اور عبداللہ نے سُنا، انس بن مالک سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میّت کے پیچھے تین جاتے ہیں پھر دو لوٹ آتے ہیں اور ایک اس کے پاس رہ جاتا ہے۔ اس کے گھر والے عزیز و اقارب اور اس کا مال نوکر چاکر، لونڈی غلام، چارپائی وغیرہ اور اس کا عمل اس کے پیچھے پیچھے جاتے ہیں۔ آخر کار اس کے گھر والے یار دوست اور نوکر چاکر غلام چارپائی وغیرہ تو واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے پاس رہ جاتا ہے۔“

دوسری روایت:

(۹) حدثنا علی قال حدثنا سفیٰن قال عمرو سمعت سعید بن جبیر سمعت ابن عباس سمعت النّبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

بخاری کو سُنایا علی بن المدینی نے، انہیں سُنایا سفیان نے، سفیان نے کہا، میں نے سعید بن جبیر سے سُنا اور سعید بن جبیر نے ابنِ عباسؓ سے، ابنِ عباس نے نبی صلی اللہ

يقول انكم ملاقوا الله حفاةً عراةً مشاةً غرلاً قال سفين هذا مما يعد ان ابن عباس سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۶۶)

علیہ وسلم سے سنا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تم سب لوگ قیامت میں اللہ سے اس حال میں ملوگے کہ تمہارے پاؤں میں نہ جوتا ہوگا نہ موزہ اور تمہارے بدن پر نہ کپڑا ہوگا اور نہ پردہ اور تم لوگ اپنے پاؤں پر چل کر اللہ کے سامنے جاؤگے اور تم غیر مختون ہوگے یعنی اس حال میں تمہاری ختنہ بھی نہ ہوئی ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ جیسے دنیا میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، اس حال میں اللہ کے سامنے پیش ہوگے۔

حضرت سفیانؒ نے فرمایا۔ اگرچہ ابن عباسؓ کم سن صحابی تھے مگر روایات کے اعتبار سے یہ مکثرین میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے زیادہ تر بڑی عمر کے صحابہؓ سے احادیث کو سنا لیکن کبھی صحابی کا نام ظاہر نہیں کرتے اور کبھی ظاہر کر دیتے ہیں۔

اور جو احادیث انہوں نے براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں اور ان کی انہوں نے صراحت کی، وہ تھوڑی ہیں۔ اور یہ روایت بھی انہی روایات میں سے ہے جن کو براہِ راست ابن عباسؓ نے حضورؐ سے سنا ہے۔

سفیان الثوریؒ : فضیل بن عیاضؒ کے شاگرد ہیں۔ اس روایت میں امام بخاری کے ایک واسطے سے شیخ ہیں۔

(۱۰) حدثنا موسى بن مسعود قال حدثنا سفين عن منصور والاعمش عن ابى وائل عن عبد الله قال قال النبي صلى

بخاری کو سنایا موسیٰ بن مسعود نے انہیں سنایا سفیان نے بحوالہ منصور اور اعمش کے، انہوں نے ابو وائل اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ علیہ وسلم الجنۃ اقرب الی احدکم من شراك نعلہ والنار مثل ذلك۔	جنت تم میں سے ہر کسی کے لئے اس کے جوتے کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے اور یہی حال ہے دوزخ کا۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۶۰)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں جانے کے لئے سمندروں کو عبور کرنا یا پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کرنا، یا جنگلوں میں جا کر رہنا یا گلے میں لوہے کے طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر نفس کشی کرنا ضروری نہیں بلکہ جنت میں پہنچنا اتنا آسان ہے جیسے کوئی آدمی اپنے جوتے کے تسمے تک آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ کے حکموں کی تعمیل کرتے رہو۔ بعض اوقات ایک معمولی سی نیکی بھی جنت میں جانے کا وسیلہ بن جائے گی۔ اور اسی طرح دوزخ میں جانے کے لئے کوئی زیادہ رکاوٹیں نہیں ہیں۔ ایک معمولی سا گناہ بھی دوزخ میں جانے کا سبب بن جائے گا۔ پس اہلِ ایمان کو چاہیئے کہ چھوٹی سے چھوٹی خیر کو بھی نہ چھوڑے۔ کیا خبر ہے، یہی خیر اس کے لئے دخولِ جنت کا سبب بن جائے۔ اور اسی طرح کسی حقیر سے حقیر گناہ کو بھی حقیر نہ جانے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی گناہ اس کے جہنم میں پہنچانے کا ذریعہ بن جائے۔ کیونکہ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس نیکی کو قبول کر کے اس کو اپنی رحمت سے نواز دیں، اور نہ ہی کسی کو یہ معلوم ہے کہ کونسے گناہ کے باعث اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر اس پر اپنا قہر و غضب ڈال دیں۔ آدمی ذرہ سی خیر والی بات اور ذرہ سے خیر والے کام میں جنت میں پہنچ جاتا ہے، اسی طرح ذرہ سے گناہ کے کام اور ذرہ سی گناہ والی بات میں آدمی دوزخ میں جا پڑتا ہے۔

یحییٰ بن سعید القطانؒ[۳] : فضیل بن عیاضؒ کے شاگرد ہیں اور اس روایت میں ایک واسطہ سے امام بخاریؒ کے شیخ ہیں۔

(۱۱) حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن عبد اللہ بن سعید عن	بخاری نے مُسَدَّد سے اور مسدد نے یحییٰ سے سُنا اور یحییٰ نے عبد اللہ بن سعید اور انہوں

محمد ابن عمرو بن حلحلة قال حدثنی ابن کعب عن ابی قتادة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مستریح و مستراح منه المؤمن یستریح ۔ (بخاری ج۲ ص۹۶۴)

نے محمد بن عمرو بن حلحلۃ سے روایت کی اور کہا۔ مجھے ابن کعب نے بحوالہ ابی قتادہ حدیث سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ راحت پانے والا ہے اور وہ جس سے راحت پائی جائے مومن یعنی دین دار آدمی راحت پانے والا ہے۔

یہ مختصر حدیث ہے۔ اس سے پہلے کی روایت میں امام بخاری نے اسمٰعیل کی سند سے بحوالہ ابی قتادہ بن ربعی الانصاری یہ حدیث نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا تو آنحضرتؐ نے فرمایا مستریحٌ و مستراحٌ منه ۔ "خود راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت و آرام پا لیا گیا ہے" صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہؐ! "آرام پانے والا" اس کا کیا مطلب ہے۔ مستراح منه جس سے راحت پالی گئی کا کیا مطلب ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ العبد المؤمن یستریح من نصب الدنیا واذاها الی رحمة الله ۔ دین دار آدمی دنیا کی مشقتوں، مصیبتوں اور اس کی بیماریوں سے نکل کر اللہ کی رحمت کی طرف چلا گیا اور راحت پالی۔ والعبد الفاجر یستریح منه العباد والبلاد والشجر والدوابٌ اور بے دین آدمی کی ایذا رسانی اور اس کی شرارتوں اور اس کے اعمال کی نحوستوں سے بندوں، شہروں، درختوں، چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں نے راحت حاصل کر لی۔ (بخاری ج۲ ص۹۶۴)

مُسَدَّد علیہ: فضیل بن عیاضؒ کے شاگرد ہیں اور امام بخاریؒ کے اس سند میں بلا واسطہ شیخ ہیں۔

(۱۲) حدثنا مُسَدَّد قال حدثنا یحیٰی عن سفیان ثوری قال حدثنی سلمة بن کهیل وحدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفیان ثوری عن سلمة

امام بخاری نے حضرت مسدد کی سند سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت سلمہ نے کہا اس وقت حضورؐ کے تمام صحابہ میں سے صرف ایک صحابی رہ گئے ہیں جنہوں نے مجھے یہ حدیث اس طرح

قال سمعت جندبا یقول قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم ولم اسمع احدا یقول قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم
فدنوت منہ فسمتہ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بہ ومن یُراءِ یراء اللّٰہُ بہ۔
(بخاری ج ۲ ص ۹۶۲)

سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا مَنْ سَمَّعَ اَسْمَعَ اللہ جو آدمی کوئی نیکی اس غرض سے کریگا کہ لوگ اس کو سُن لیں یعنی لوگوں میں مجھے اچھی شہرت حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو خود سُنا دے گا۔ اور فرمایا۔ وَمَنْ یُراء یُراء اللہ۔ اور جو کوئی لوگوں کے دکھلاوے کے لئے نیکی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کی نمائش کرے گا یا اس کی چھپی ہوئی نیّت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے گا۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اخلاص چھوڑ کر سمعہ یعنی اپنی شہرت اور اپنی نیک نامی کی خاطر کوئی نیکی کرے گا یعنی اس کی نیت اس کام سے اللہ کو راضی کرنے یا آخرت میں اجر پانے کی نہ ہو بلکہ اس کی نیّت یہ ہو کہ لوگ میرے اس کام کو دیکھیں یا سُنیں تو اس کی نیت کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کو جزا دے گا۔ یعنی اس کی نیّت کے فساد کو اللہ تعالےٰ لوگوں کے سامنے ظاہر کرکے اس کو رسوا اور ذلیل کرے گا۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جو شخص کوئی کارنامہ اس لئے انجام دیتا ہے کہ اس سے میری عزّت بڑھے، اور لوگوں میں مجھے مقام ملے، مگر اللہ کی رضا حاصل کرنے کی وہ نیّت نہیں کرتا، ایسے شخص کی جیسی نیّت ہوگی ویسی ہی اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری کرے گا۔ مگر آخرت میں اس کو کوئی ثواب نہیں دے گا۔ کیونکہ آخرت کا ثواب نیک نیتی اور اخلاص پر ملے گا۔ اس طرح جو شخص ریا کے لئے کام کرتا ہے یعنی اس لئے کرتا ہے کہ میرے اس کام کو لوگ دیکھ لیں، تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے کئے ہوئے ریاکاری والے کام خود ہی لوگوں کو دکھا دیں گے۔

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اوّلین اور آخرین کے سامنے یہ اعلان فرمائیں گے کہ دنیا میں فلاں آدمی نے فلاں کام لوگوں کو دکھلانے کے لئے تو کیا مگر ہمارے واسطے یا ہماری رضا کے لئے نہیں کیا۔ لہٰذا ہم اس سے ناراض ہیں اور یہ ہمارے غضب اور غصہ کا مستحق ہے۔

حضرت مُسَدَّد کی دوسری حدیث

(۱۳) حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن عبید اللہ قال حدثنی حبیب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم عن ابی ھریرۃ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظلّ الا ظلّہ‘ امام عادل وشابٌ نشاء فی عبادۃ اللہ ورجلٌ معلّقٌ قلبہ فی المساجد ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ ورجل دعتہ إمرأۃ ذات منصب وجمال فقال انی اخاف اللہ ورجل تصدّق بصدقۃ فاخفاھا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ ورجل ذکر اللہ خالیاً

بخاری سے مسدد نے اور ان سے یحییٰ نے، عبید اللہ سے اور ان سے حبیب بن عبد الرحمٰن نے انہوں نے حفص بن عاصم سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے اور ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنی چھاؤں میں رکھے گا جس دن اس کی چھاؤں کے سوا کوئی اور چھاؤں نہ ہوگی [۱] عادل حکمران جو اپنے دورِ حکومت میں ظلم نہ کرے۔ [۲] وہ جوان جس نے اپنی جوانی کا زمانہ اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں گذارا۔ [۳] وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں رہا یعنی وہ جماعت کے ساتھ شوق سے نماز پڑھتا رہا۔ [۴] دو آدمی جنہوں نے آپس میں اللہ کی خاطر محبت رکھی اور اس محبت پر دونوں اکٹھے ہوئے اور اس پر دونوں جُدا جُدا ہوگئے۔ اور [۵] وہ آدمی جسے کوئی خاندانی اور

ففاضت عیناہُ۔ خوب صورت عورت اپنے پاس بُلائے، اور
(بخاری۔ ج صفحہ ۱۹۱) وہ جواب دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور
وہ آدمی جس نے کوئی مالی خیرات ایسے چھپا کر
کی کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ اور وہ آدمی
جو کسی گوشہ میں بیٹھ کر یا سب سے جُدا ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول رہا اور اسی حال اس کی
آنکھوں نے آنسو بہا دیئے۔ یعنی تنہائی میں بیٹھ کر اس دلِ سوزی سے اس نے اللہ کو یاد کیا کہ
آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ پڑے۔

قتیبہ[۵] بن سعید: حضرت فضیلؒ کے شاگرد ہیں اور امام بخاریؒ کے بلا واسطہ شیخ ہیں۔

(۱۲) حدثنا قتیبہ قال حدثنا عبد العزیز عن ابی حازم عن سھل بن سعد ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیدخلن الجنۃ من امتی سبعون او سبع مائۃ الف لا یدری ابو حازم ایھما قال متما سکون اخذ بعضھم بعضاً لا یدخل اولھم حتی یدخل اٰخرھم وجوھھم علیٰ صورۃ القمر لیلۃ البدر۔
(بخاری۔ جلد ۲۔ صفحہ ۹۷)

بخاری سے قتیبہ نے اور قتیبہ سے عبد العزیز نے اور ان سے ابو حازم نے، ان سے سہل بن سعد نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمّت کے ستّر لاکھ یا سات لاکھ آدمی، عبد العزیز کو یاد نہیں کہ ابو حازم نے ستّر لاکھ کہے یا سات لاکھ، رَل مل کر، ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ایک لائن بنا کر جنّت میں بیک وقت داخل ہوں گے کوئی بھی ان میں سے پیچھے نہ رہے گا۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

یعنی لاکھوں آدمی بڑے اطمینان کے ساتھ جنّت میں بیک وقت داخل ہوں گے اور یہ دلیل ہے،

اس بات کی کہ جنّت کا دروازہ اتنا وسیع ہوگا کہ ۷۰ لاکھ یا ۷ لاکھ آدمی ایک لائن میں ایک وقت میں ہی داخل ہوجائیں گے، کوئی ان میں پیچھے نہ رہے گا۔

قتیبہ بن سعید کی دوسری روایت

(۱۵) حدثنا قتيبة بن سعيد عن اسمٰعيل بن جعفر عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثا و امّر عليهم أُسامة بن زيد فطعن بعض النّاس في امرته فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان كنتم تطعنون في امرة ابيه من قبل وَ اَيمُ الله ان كان لخليقا للامارة و ان كان لمن احبّ النّاس الىّ و انّ هٰذا لمن احبّ النّاس الىّ بَعدَہٗ۔ (بخاری ج ۱ ص ۹۸)

بخاری کو سنائی قتیبہؒ بن سعید نے اسماعیل بن جعفر سے اس کے بعد عبداللہ بن دینار پھر ابن عمر سے۔ کہا ابنِ عمر نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک دستہ تیار کیا۔ اور ان پہ اُسامہ بن زید کو امیر بنایا۔ پس کچھ لوگوں نے ان کی امارت میں عیب نکالے مثلاً یہ چھوکرا ہے یہ کیا جانے سیاست کو۔ یا غلام کا بیٹا ہے خاندانی نہیں۔ پس اس سلسلہ میں آنحضرتؐ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے خطبہ میں فرمایا۔ اگر تم لوگ عیب نکالتے ہو اسکی حکومت کے بارہ میں۔ تو تم وہی لوگ ہو کہ تم نے عیب نکالے تھے اس کے باپ کی امارت میں۔ اور قسم ہے اللہ کی، وہ امارت اور منصب کے عہدہ کے لائق تھا اور مزید یہ کہ وہ لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور بیشک یہ اُسامہ اپنے باپ کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی جو اللہ کے محبوب کا محبوب ہو وہ تمہارا مطعون ہو۔ سوچو بھلا عیب دار اور نالائق آدمی کو اللہ کا رسول مسلمانوں پر امیر بنا سکتا ہے؟

قتیبہ بن سعید کی تیسری روایت

حدثنا قتیبه عن مالك عن هشام بن عروة عن عائشة انها قالت كان احب العمل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى يدوم عليه صاحبه (بخاری ج۲ ص۹۵۷)

بخاریؒ کو قتیبہ اور انہوں نے امام مالکؒ سے اور امام مالک نے ہشام بن عروہ سے اور عروہ نے عائشہؓ سے روایت کی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند اور محبوب تھا جس کا کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ پابندی کے ساتھ اسے کرتا رہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ آدمی آپ کا پیارا نہیں جو موجی یعنی غیر مستقل مزاج ہو، اپنا کام تباہ کرے نہ کرتا ہو۔ مرضی آئی کر لیا نہ آئی چھوڑ دیا۔ حقیقت یہ ہے، جو آدمی مستقل مزاج نہیں وہ قابلِ اعتماد نہیں۔ اور جو مستقل مزاج ہے اس کا مستقبل بھی خوش گوار ہے۔

حسینؒ بن علی الجعفی: فضیل بن عیاضؒ کے شاگرد ہیں، اور اسی سند میں امام بخاریؒ کے دوسرے درجہ میں شیخ ہیں۔

(۱۷) حدثنا اسحٰق بن منصور قال اخبرنا حسين الجعفى قال زائدة ذكره عن هشام عن الحسن اتينا معقل بن يسار نعوده فدخل عبيد الله فقال له معقل احدثك حديثا سمعته من رسول الله صلى

ہمیں سنایا اسحٰق بن منصور نے، انہیں بتایا حسین بن علی الجعفی نے کہ زائدہ نے ہشام سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے کہ ہم معقل بن یسار کی آخری بیماری میں ان کی طبیعت پوچھنے کے لئے ان کے گھر گئے تھوڑی دیر کے بعد وہاں عبید اللہ بن زیاد والی بصرہ بھی آ گیا تو اس کو حضرت معقل بن یسار نے

اللہ علیہ وسلم فقال ما من والٍ یلی رعیۃ من المسلمین فیموت وھو غاشٌ لھم الاحرم اللہ علیہ الجنّۃ۔

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۸/۱۰۵۹)

فرمایا: میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں جیسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سُنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو کوئی شخص مسلمان رعایا کے کسی حصہ پر حاکم ہو اور وہ اس حال میں مرجائے کہ وہ اپنی رعایا کے لئے غاشّ ہو، یعنی اس کے ساتھ بددیانتی کرتا ہو یا رعایا کے ساتھ نفاق کرتا ہو، ایسے حاکم پر اللہ نے جنّت حرام کر دی۔

اس سے پہلے کی روایت میں امام بخاریؒ نے اپنی سند سے حضرت حسن بصری سے روایت کی کہ عبداللہ بن زیاد جو امیر معاویہ اور یزید کے عہد میں بصرہ کا امیر تھا، معقل بن یسار صحابیؓ کی آخری بیماری یعنی مرض الموت میں طبیعت پوچھنے آیا تو اس کو حضرت معقلؓ نے فرمایا کہ میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا۔

ما من عبدٍ یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ لم یجد رائحۃ الجنّۃ۔

(بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵۸)

جس کسی آدمی کو اللہ تعالیٰ تمام لوگوں یا چند لوگوں پر حکمرانی کا موقعہ بخشے، اور وہ ان لوگوں کے دین کی حفاظت نہ کرے یا ان کے حقوق کی نگہداشت نہ کرے اور اُن کے ساتھ انصاف نہ کرے ایسا حاکم جنّت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔

مطلب یہ ہے ایسا مسلمان حاکم ابتداء میں جنّت سے کوسوں دُور رہے گا۔ ہاں دوزخ میں اپنے اعمال کی سزا پاکر اپنے ایمان کے باعث یعنی اگر اس میں ایمان ہوگا تو کبھی نہ کبھی جنّت میں چلا جائے گا۔

موقعہ کی مناسبت سے اس سے پہلی روایتوں کو نقل کر رہا ہوں جنہیں امام بخاریؒ اس سے پہلے باب میں لائے ہیں۔

(۱۸) حدثنا احمد ابن یونس قال حدثنا ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی هریرة عن النبیّ صلی الله علیه وسلم انکم ستحرصون علی الامارة و ستکون ندامة یوم القیٰمة فنعم المرضعة و بئستؑ الفاطمة۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۸)

بخاری نے اپنی سند سے بحوالہ ابو ہریرہؓ بیان کیا اور ابو ہریرہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ بیشک تم لوگ عنقریب حکومت کرنے کی طمع اور حرص رکھوگے خواہ بڑی حکومت ہو جیسے خلافت کہتے ہیں یا چھوٹی حکومت مثلاً صوبہ کی حکومت ہو یا شہر اور قصبہ کی جیسے عربی میں ولایت کہتے ہیں۔ مگر عنقریب یہ حکومت قیامت کے دن ندامت و شرمساری کا موجب ہوگی۔ یعنی تم قیامت میں پچھتاؤ گے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا فنعم المرضعة وبئست الفاطمةُ۔ پس اچھی ہے دودھ پلانے والی اور بُری ہے دودھ چھڑانے والی۔

یعنی اس کی ابتداء اچھی ہے اور آخر یعنی انجام بُرا ہے۔ کیونکہ اس میں ابتداء میں مال ملتا ہے۔ عزّت ملتی ہے، عیش و آرام اور کام و دہن کی لذّت ملتی ہے لیکن اس کا آخر یا قتل ہوتا ہے یا معزولی یا قید اور جلاوطنی۔ یہ تو دنیاوی انجام ہے اور آخرت میں اللہ کے یہاں ایک ایک چیز کا حساب و کتاب اور اس پر جہنّم کی سزائیں مزید ہیں۔ بعض محدّثین نے کہا۔ اس کے معنی یہ ہیں نعم المرضعة فی الدنیا وبئست الفاطمة فی الاُخریٰ۔ یعنی دنیا میں تو یہ بہت مزہ کی چیز ہے مگر مرنے کے بعد یہ بُری دودھ چھڑانے والی ہے۔ کیونکہ اس پر اپنی رعایا کی حق تلفیوں کی باز پُرس ہوگی۔ پس اس کی صورت ایسی

عه الحقت التاء فی بئست، دون نعم والحکم فیهما اذا کان فاعلیهما مؤنثا جواز الالحاق وترکه فوقع التفنن فی هذا الحدیث بحسب ذٰلك۔ (حاشیہ بخاری)

ہوتی جیسے قبل از وقت بچہ کا دودھ چھڑا دیا جائے اور اس کو غذا پر ڈال دیا جائے۔ تو وہ بچہ اس کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔ سعدیؒ نے فرمایا ؎

چگونہ شکر ایں نعمت گذارم — کہ طاقت مردم آزاری ندارم عہ

(۱۹) حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامة عن بريد عن ابی بردة عن ابی موسٰی قال دخلت علی النبیّ صلی الله علیه وسلم انا و رجلین من قومی فقال احد الرّجلین اقمّرنا یا رسول الله و قال الاٰخر مثله فقال انّا لا نولّی هٰذا من سأله ولا من حرَص علیه۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۸)

موسیٰؓ نے فرمایا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میری قوم کے دو آدمی تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! اَقِمّرنا۔ ہمیں امیر بنا دیجئے۔ یعنی کسی جگہ کا یا کسی لشکر کا حاکم بنا دیں۔ دوسرے نے بھی یہی کہا ان کے جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہم حکومت کا کوئی منصب اس کو نہیں دیتے جو اس کا سوال اور اس کی درخواست کرے اور اسی طرح ہم حاکم نہیں بناتے اس کو جو حرص کرے اور اس کا خواہش مند ہو۔ عہ

عبداللہ بن وہب : حدیث کی سماعت میں فضیل بن عیاضؒ کے بلا واسطہ شاگرد ہیں اور عبداللہ بن وہب اس سند میں امام بخاریؒ کے سعید بن عفیر کے واسطہ سے شیخ ہیں۔

(۲۰) حدثنا سعید بن عفیر قال حدثنی ابن وهب عن یونس

بخاری سے سعید بن عُفیر نے اور اُن سے عبداللہ بن وہب نے، انہوں نے یونس

عہ ترجمہ: الٰہی اس نعمت کا کیسے شکر ادا کروں کہ مجھے لوگوں کو تکلیف پہنچانے کیلئے تُو نے اقتدار نہیں بخشا۔ عہ فقیر کہتا ہے دنیا کی حکومت وہی چاہتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو یا وہ حبِّ جاہ یا حبِّ مال کا مریض ہو۔

قال ابن شهاب حدثني انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان قدر حوضي كما بين ايلة وصنعاء من اليمن وان فيه من الاباريق كعدد نجوم السماء۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۷۴)	سے روایت کی کہ ابن شہاب نے کہا مجھے سنایا انس بن مالک نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری حوض کوثر کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا ایلۃ ملک شام کا سرحدی قصبہ اور یمن کے شہر صنعاء کا درمیانی فاصلہ ہے اور اس کے آبخورے تعداد میں اتنے ہیں جیسے آسمان کے ستارے۔

تشریح: اس حوض کے متعلق محدثین نے لکھا ہے، حوض اس کو کہتے ہیں جس میں پانی جمع ہو۔ اس کی جمع حیاض اور حواض آتی ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حوض کوثر دی جائے گی وہ سب نبیوں کی حوضوں میں اپنے ذائقہ اور اپنی تاثیرات کے اعتبار سے منفرد ہوگی۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اسکی خوشبو مشک خالص سے زیادہ خوشبودار ہوگی ماؤہ ابیض من اللبن وریحہ اطیب من المسك اور اس کا پانی ایسا ہوگا کہ جو اس کو ایک دفعہ پی لے گا، اس کو کبھی پیاس نہ ستائے گی۔ من یشرب منه فلا یظماء ابدًا۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۷۴ ۔ بروایت عبداللہ بن عمرو)۔ اور اس کے دونوں کناروں پر موتی کے خیمے ہوں گے[ع]۔ حوض کوثر پر ایمان لانا واجب ہے اور وہ اب بھی موجود ہے۔ دیگر احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو حوضیں دی جائیں گی۔ ایک حوض وہ ہوگی کہ میدانِ حشر میں پُل صراط پر سے گذرنے سے پہلے حضورؐ کی اُمّت والے اس سے پانی پئیں گے۔ دوسری

ع قال علیه السلام بينما انا اسير في الجنة اذا انا بنهر حافتاه قباب الدر المجوف قلت ما هذا يا جبريل قال هذا الكوثر الذى اعطاك ربك فاذا طيبه او طينه مسك اذفر۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۷۴)

حوض جنت میں ہوگی، اور دونوں کو کوثر کہتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن مہدی[۸]: حضرت فضیل بن عیاضؒ کے شاگرد ہیں اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ بخاری کی دوسری حدیثیں اس سند سے روایت ہوئی ہیں۔

○ حدثنا عمرو بن عیاش قال حدثنا عبد الرحمن ابن مهدی قال حدثنا سفیان عن ابی قیس عن هزیل قال عبد الله لاقضین فیها بقضاء النبیّ صلی الله علیه وسلم وقال النبیّ صلی الله علیه وسلم لابنه النصف ولابنة الابن السدس وما بقی فلاخت۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۹۸)	بخاری کو سنایا عمرو بن عیاش نے انہیں سنایا عبدالرحمٰن بن مہدی نے، انہیں سنایا سفیان نے، انہوں نے روایت کی ابی قیس سے اور انہوں نے ہزیل سے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا، یا انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ایک بیٹی ہو اور ایک پوتی ہو اور ایک بہن ہو تو اس صورت میں بیٹی کو آدھا، پوتی کو چھٹا اور جو باقی رہے وہ میت کی بہن کو ملے گا۔

یحییٰ ابن یحییٰ[۹]: حضرت فضیلؒ کے شاگرد ہیں اور بخاری کے شیخ ہیں۔

(۲۲) حدثنا یحیی بن یحیی قال حدثنا جریر عن منصور عن شقیق عن عائشة قالت قال النبیّ صلی الله علیه وسلم اذا اطعمت المرأة من بیت	بخاری کو سنایا یحییٰ بن یحییٰ نے، انہیں سنایا جریر نے، جریر نے منصور سے اور منصور نے شقیق سے اور انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب عورت اپنے خاوند کے گھر

زوجھا غیر مفسدۃٍ فلھا اجرھا وللزوج بما اکتسب وللخازن مثل ذلک۔
(بخاری ص۱۹۳)

سے کھانا کھلائے اور وہ خاوند کے مال لٹانے کی نیت نہ رکھتی ہو، اس عورت کو بھی ثواب ملے گا اور اس کے خاوند کو اور اس مال کی چوکسی اور حفاظت کرنے والے کو بھی۔

خلاصہ یہ کہ عورت کی خیر خیرات سے تین کا بھلا ہوگا۔ خیرات کرنے والی کا، خاوند کا جس کے مال سے خیرات کی گئی ہے، اور اس کا بھی جس کے پاس یہ مال رکھا ہوا ہے۔

بحمد اللہ و بعونہٖ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے اساتذہ و تلامذہ کی روایت کردہ ان ۲۲ احادیث کو بخاری و ترمذی میں سے تلاش کرکے میں نے ایک عنوان کے تحت جمع کیا، پھر ان کا ترجمہ بھی لکھ دیا ہے۔ اس کے بعد مقامِ حدیث شریف کے عنوان سے حدیث کی تعریف، لغوی و اصطلاحی معنی، اس کے اقسام اور تاریخ بھی مختلف کتابوں سے تلاش کرکے لکھی۔ اس کے بعد اپنا شجرۂ علمی یا سند کو بھی لکھ دیا، تاکہ امام بخاریؒ کے واسطے سے فقیر کا سلسلہ حضرت فضیل بن عیاضؒ سے جاملے اور فقیر کے شیوخ و اساتذہ کے مبارک اسماء بھی اس کتاب کی زینت ہوں۔ اس کے بعد حضرت فضیل بن عیاضؒ کی روایت کی ہوئی حدیثیں جو حلیۃ الاولیاء میں لی گئی ہیں ان کو لکھا۔ ان کا عنوان خود تجویز کیا پھر اس کا ترجمہ اور اگر ضرورت سمجھی تو مختصر تشریح بھی لکھ دی۔

فقط والسلام

محمد ادریس الانصاری

مقامِ
حدیث شریف

◎

- حدیث کی تعریف
- لغوی اور اصطلاحی معنیٰ
- اس کے اقسام اور تاریخ

◎

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فنِ حدیث اور اُس کی معلومات

جیسے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اقوال اور افعال اور تقریر کے مجموعے کا نام "حدیث" ہے۔ قرآن پاک میں جو احکام و اعمال ایسے پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل و تشریح ہماری سمجھ سے باہر ہے، ایسے احکام و اعمال کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اقوال و اعمال و تقریر سے جو ہمیں سمجھائی ہے، وہ بھی حدیث ہے۔ گویا کہ قرآنِ پاک کے بعد اسلام میں دوسرا درجہ حدیث شریف کا ہے۔ البتہ اسلامی شریعت میں حدیث کے احکام پر قرآنی احکام کو فوقیت دی جاتی ہے۔ حدیث شریف، شریعت اسلامی کا دوسرا ماخذ ہے۔ پہلا ماخذ قرآن شریف ہے۔ چونکہ حدیث، قرآنی احکام کی تشریح کرتی ہے' اس لئے قرآن پاک وحی جلی ہے اور حدیث پاک وحی خفی ہے۔ پھر قرآن پاک ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر عمل کرنے پر زور دیتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔　　تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ کے قول و فعل اور ان کے اخلاق اور سیاست میں اچھا نمونہ ہے۔

(یعنی تمام مسلمانوں کو چاہیئے اور ان کے ہر طبقہ پر لازم ہے کہ وہ اپنی صورت و سیرت، اپنی تجارت و حکومت اور اپنے قول و فعل کو اللہ کے پیغمبر کے قول و فعل کے مطابق ، اور اپنی زندگی کو انکی زندگی کے مطابق بنانے کا اہتمام کرتا رہے۔ دوسری جگہ یہ فرمایا گیا:

وَمَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ۔　　اور جو اللہ کے رسول کی اطاعت کر رہا ہے حقیقت میں وہ اللہ کی اطاعت کر رہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کی تابعداری کی، اُس نے قرآن کی تابعداری

کی۔ اور ایک موقعہ پر اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے پیغمبر کی اطاعت کرو۔

اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ حدیث کی تلاش اور اس کی اشاعت کے شوق میں جگہ بہ جگہ مارے مارے پھرتے تھے۔ ایک صحابیؓ کا واقعہ ہے جن کا نام غالباً جابر بن عبداللہؓ ہے، مدینہ سے سفر کرکے دوسرے صحابیؓ کے پاس جو شام میں رہتے تھے، ایک حدیث کی تحقیق کرنے کے لئے پندرہ ۱۵ دن سفر کرکے ملک شام گئے، اور حدیث معلوم کرکے فوراً مدینہ واپس آگئے۔ ایک اور صحابیؓ جن کا نام غالباً ابو ایوب انصاریؓ ہے، اُن کو معلوم ہوا کہ مصر میں محمد بن مسلمہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے تو انہوں نے مدینہ سے مصر کا سفر کیا اور حدیث سُن کر اسی وقت مدینہ کے لئے واپس ہوگئے۔ فقیر نے اس قسم کے دوسرے واقعات تفصیل کے ساتھ کتاب "ذکر الغفورؒ" میں لکھے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث کب جمع ہوئی صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں حدیث کے باقاعدہ جمع ہونے کا کام شروع نہیں ہوا تھا ہاں کسی کسی صحابیؓ کے پاس حضورؐ کی کچھ کچھ حدیثیں لکھی ہوئی موجود تھیں۔ حدیثوں کے باقاعدہ جمع ہونے کا کام تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں شروع ہوا، اور اس وقت میں حضورؐ کی حدیثیں کتابی شکل میں لکھی جانے لگیں۔ اور جب تدوین یعنی ترتیب اور جمع کرنے کا کام شروع ہوا تو "عِلْمُ الْاَنْسَاب" کا اہم فن وجود میں آیا۔ اور آگے چل کر اسی فن سے "اَسْمَاءُ الرِّجَال" کا فن ظہور میں آیا۔

علمِ حدیث کا موضوع علمِ حدیث کا موضوع سَنَد اور مَتَن ہے۔ سند، حدیث کے طریقے یعنی ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ سَنَد کے معنی دلیل کے ہیں مطلب یہ ہوا کہ ان معتبر اور ثقہ لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ بات اللہ کے پیغمبرؑ یا اُن کے صحابیؓ نے فرمائی ہے۔ ان حضرات کا یہ کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی یہ حدیث حضورؐ کی حدیث ہے اور یہ حدیث صحابہؓ کی حدیث ہے۔ اور مَتَن وہ مضمون ہے جہاں سند ختم ہو جائے۔ پھر اگر حدیث کی روایت کرنے والوں میں سے کوئی راوی درمیان سے نہ ٹوٹے تو اس حدیث کو "متصل" کہتے ہیں۔ اور ایک راوی، یا کئی راوی

درمیان سے چھوٹ جائیں تو اس حدیث کو "مُنقَطِع" کہتے ہیں - اور اگر پہلا راوی چھوڑ دیا گیا تو اس کو مُعلّق کہتے ہیں - اور چھوڑا ہوا راوی کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی زیادہ ہوتے ہیں - اسی طرح کبھی حدیث کی ساری سند ہی حذف کر دی جاتی ہے یعنی راویوں کا بالکل ذکر نہیں کیا جاتا - جیسے حدیث کے مصنّفین کی عادت ہے کہ وہ حدیث بیان کرنے سے پہلے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ——— صحیح بخاری کے تراجم میں اس قسم کی تعلیقات بکثرت آئی ہیں - مگر بخاریؒ کی تعلیقات، حدیث متصل کے حکم میں ہیں کیونکہ امام بخاریؒ نے اس بات کی پابندی کی ہے کہ وہ صحیح حدیث کے سوا، اپنی کتاب میں اور کچھ نہیں لاتے البتہ بخاریؒ کی اس قسم کی حدیثوں کا درجہ ان حدیثوں کے مقابلہ میں کم ہے جو امام بخاریؒ نے سند کے ساتھ بیان کی ہیں - اس کے علاوہ جس جگہ امام بخاریؒ نے نام لے کر یہ فرمایا ہو کہ فلاں صحابیؓ یا فلاں تابعی نے یہ کہا ہے یا یہ بیان کیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی سند امام صاحبؒ کے نزدیک ثابت ہے - پس امام بخاریؒ کا یہ فرما دینا کہ فلاں نے یہ بات کہی ہے یا فلاں نے اس کا ذکر کیا ہے، یہ قطعی صحیح ہے - البتہ جہاں بخاریؒ کسی کا نام لئے بغیر یہ کہیں، "قِيْلَ" کہا گیا - یا "يُقَالُ" کہا جاتا ہے - تو یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ امام بخاریؒ کو اس کی صحت میں کچھ شک ہے - لیکن چونکہ بخاریؒ اپنی کتاب میں اس مقولہ کو لے آئے ہیں یعنی انہوں نے اپنی صحیح میں اس کا ذکر کر دیا ہے، تو صحیح بخاری میں اس کا نقل کر دینا اس کی دلیل ہے، کہ یہ قول اصل کے اعتبار سے ثابت و صحیح ہے - اسی وجہ سے حضرات محدثین کہتے ہیں :

تَعْلِيْقَاتُ الْبُخَارِيْ مُتَّصِلَةٌ صَحِيْحَةٌ - بخاری کی تعلیقات متصل اور صحیح کا درجہ رکھتی ہیں -

یعنی اگر امام بخاریؒ کوئی بات بغیر سند کے بھی اپنی کتاب میں بیان کریں، وہ بھی معتبر ہے -

حدیث کی قسمیں | اصل میں حدیث کی تین قسمیں ہیں -

(۱) صَحِیْح (۲) حَسَنْ (۳) ضَعِیْف

ثبوت کے اعتبار سے "صحیح" کا مقام سب سے اونچا ہے - ضعیف کا سب سے کم، اور ثبوت کے اعتبار سے حَسَن درمیانی درجہ کی حدیث ہے - حدیث شریف کی تمام قسمیں انہی تین درجوں میں داخل ہیں -

جلد اول

حدیثِ صحیح کی تعریف حدیثِ صحیح اس کو کہتے ہیں، جس کے بیان کرنے اور سنانے والے صحیح ہوں۔ یعنی دین و دیانت کے اعتبار سے ان میں کوئی نقص نہ ہو، نہ ذہنی اعتبار سے ان میں کوئی کمزوری ہو نہ وہ شرک کرتے ہوں، نہ کھلے بندوں اور علانیہ طور سے کبیرہ گناہ کرتے ہوں، نہ بدعت میں مبتلا رہوں، نہ چھوٹے گناہوں پر اصرار و مداومت کرتے ہوں۔ اس کے علاوہ ان حضرات میں متانت اور سنجیدگی بھی پائی جاتی ہو اور وہ کام اور وہ بات نہ کرتے ہوں جو سنجیدگی اور شائستگی کے خلاف ہو۔ مثلاً بازاروں، ہوٹلوں میں کھانے پینے اور عام جگہوں پر پاخانہ پیشاب کرنے سے پرہیز کرتے ہوں، لوگوں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھہ اور مذاق وغیرہ جو متانت اور شائستگی کے خلاف ہیں نہ کرتے ہوں، ذہنی توانائی ان میں اس درجہ کی ہو کہ جو حدیث بھی انہوں نے سنی ہو یا پڑھی ہو، وہ جوں کی توں ان کے سینہ میں محفوظ یا اُن کی کتاب میں موجود ہو۔ نہ اس کے الفاظ میں کمی کی ہو اور نہ اپنی طرف سے زیادتی کی ہو۔

پس اگر کسی راوی کا حدیث میں جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے یا خود اس کے اقرار سے یا قرائن سے یا اس کے جھوٹے ہونے کا لوگوں میں چرچا ہو اور لوگ اس کو جھوٹا سمجھتے ہوں تو ایسی صورت میں اس کی روایت کردہ حدیث، صحیح حدیث نہ ہوگی، بلکہ اس کی روایت کی ہوئی حدیث کو "موضوع" کہیں گے۔ اور جس شخص کے بارہ میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس نے عمداً، جان بوجھ کر حدیث پاک میں جھوٹ بولا ہے، اگرچہ ساری عمر میں ایسی غلطی ایک ہی دفعہ ہو گئی ہو، اور پھر اُس نے اس سے توبہ بھی کرلی ہو، مگر ایسے راوی کی کوئی حدیث کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی بلکہ وہ ساری عمر مَرْدُوْدُ الْحَدِیْث رہے گا۔ یعنی محدثین کے یہاں اس کی روایت کی ہوئی حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔

جلد اوّل

پھر اگر صحیح کی شرائط کسی حدیث کے راویوں میں بدرجۂ اتم موجود ہوں تو اس حدیث کو صحیح لِذَاتِہٖ کہتے ہیں اور اگر کسی حدیث کے راوی کے حافظہ میں معمولی کمزوری ہو لیکن اس حدیث کے دوسرے طریقوں اور روایتوں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے، اس حدیث کو صحیح لِغَیْرِہٖ کہتے ہیں۔ یعنی جبکہ یہی حدیث دوسرے طریقوں اور روایتوں سے بکثرت روایت کی گئی ہو تو کثرتِ روایت کی وجہ سے اس راوی کی کمزوری کی تلافی ہو جائیگی

اور اسی وجہ سے اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی حدیث کے راوی کی کمزوری دوسری روایتوں کی کثرت کی وجہ سے دُور نہ ہو سکے تو اس حدیث کو حَسَن لِذَاتِہٖ کہتے ہیں اور حدیث صحیح کے لئے جو شرائطِ معتبرہ بیان کئے گئے ہیں اگر ان میں سے سب کی سب شرطیں یا چند شرطیں یعنی ایک دو شرطیں کسی حدیث کے راویوں میں نہ پائی جاتی ہوں تو اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔

حدیث غریب کی تعریف حدیث صحیح کا اگر ایک راوی ہو یعنی ایک طریقہ سے آئی ہو، تو اس کو غَرِیب کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے دو راوی ہوں یعنی دو طریقوں سے آئی ہو تو اس کو عَزِیز کہتے ہیں۔ اور اگر دو سے زیادہ راوی ہوں تو اس حدیث کو مَشْھُور اور مُسْتَفِیض کہتے ہیں۔ اور اگر حدیث صحیح کے راوی اس کثرت سے اس کو روایت کرتے ہوں کہ عادت ان کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو محال اور ناممکن سمجھتی ہو، یعنی عادۃً یہ ناممکن ہو کہ اتنی بڑی جماعت ایک جھوٹ پر متفق ہو جائے گی تو اس صورت میں اس حدیث کو حدیث مُتَوَاتِر کہتے ہیں۔

حدیث مُتَّفَق علیہ اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے ذکر کرنے پر بخاری اور مسلم دونوں اتفاق کر لیں۔ یعنی بخاری اپنی صحیح میں اور مسلم اپنی صحیح میں اس کو لے آئے ہوں، مگر دونوں حضرات ایک ہی راوی سے اس حدیث کو روایت کرتے ہوں۔

حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ ایسی احادیث متفق علیہا کی تعداد جن پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے، دو ہزار تین سو چھبیس ۲۳۲۶ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جس حدیث پر بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہو جاتے، ایسی حدیث ثبوت کے لحاظ سے دوسری حدیث کے مقابلہ میں مقدم ہوگی یعنی اس کا درجہ بلند ہوگا۔ اس کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جس کا بخاری نے ذکر کیا ہو۔ پھر اس حدیث کا درجہ ہے جس کا مسلم نے ذکر کیا ہو پھر وہ حدیث ہوگی جو بخاری کی شرائط پر ہو۔ پھر اس حدیث کا درجہ ہوگا جو مسلم کی شرط پر ہو۔ اس کے بعد ان حدیثوں کا درجہ ہے جو دوسرے معتبر اور ثقہ محدثین کی روایت کی ہوئی ہوں۔ جنہوں نے صحیح احادیث لینے اور جمع کرنے کا اہتمام کیا ہو اور ان حضرات نے اس حدیث کی توثیق، یعنی صحیح ہونے کا اقرار و اظہار

جلد اوّل

بھی کیا ہو۔

صِحاح سِتّہ چھ کتابیں ہیں۔ (۱) صحیح بخاری شریف۔ (۲) صحیح مسلم شریف۔ (۳) جامع ترمذی شریف۔ (۴) سنن ابی داؤد شریف۔ (۵) نسائی شریف۔ (۶) ابنِ ماجہ شریف، اور بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی بجائے "مؤطا امام مالکؒ" چھٹی کتاب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابنِ ماجہ میں کچھ حدیثیں موضوع بھی شامل ہوگئی ہیں۔

تنبیہ: صحاح ستہ کی چھ (۶) کتابوں میں ساری ہی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ ان میں کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جو صحیح کے درجہ سے کم ہیں۔ مگر چونکہ ان کتابوں میں زیادہ سے زیادہ صحیح حدیثوں کو منتخب کرکے لیا گیا ہے۔ اس لئے اکثر کو حکم کُل کا دیا گیا، اور ساری کتابوں پر صحیح کا حکم لگایا گیا۔

تاریخِ حدیث

حدیث کی موجودہ کتابی شکل حضور اکرمؐ اور ان کے صحابہؓ کے زمانہ میں موجود نہیں تھی۔ بلکہ عام طور پر حدیث یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اور حضورؐ کے کام، صحابہؓ اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے اور اس زمانہ میں حدیث کی اشاعت و تبلیغ زبانی طور پر کی جاتی تھی۔ حدیث کا یہ "پہلا دَور" تھا۔

حدیث کا دُوسرا دَور اس کے بعد دوسرا دَور آیا۔ اس دَور میں حدیث کی باقاعدہ تحریر شروع ہوگئی۔

حدیث کا تیسرا دَور اس زمانہ میں حدیث کی مستقل کتابیں لکھی جانے لگیں۔ یہ دور حدیث کی کتابیں لکھے جانے کا دَور کہلاتا ہے۔

حدیث کا چوتھا دَور اس دَور میں حدیث کی کتابوں کی ترتیب شروع ہوئی اور ان میں باقاعدگی آ گئی۔ ہر مضمون کی حدیثوں کو ایک ایک کتاب اور باب میں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ مگر کسی نے اختصار کے ساتھ اور کسی نے شرح و تفصیل کے ساتھ لکھنے کا اہتمام کیا۔

روایت کے لحاظ سے صحابہؓ کے طبقے حدیث کی روایت کے اعتبار سے صحابہؓ کے چند طبقے ہیں۔

مُکثِّرین : یہ وہ صحابہؓ ہیں، جن صحابیوں نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں - یہ سات صحابی ہیں - (۱) حضرت ابوہریرہؓ - (۲) حضرت عائشہؓ - (۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ - (۵) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۶) حضرت انس بن مالکؓ - (۷) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالےٰ عنہم -

مُتوسّطین : یہ وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے پانچ سو۵۰۰ سے زیادہ لیکن ایک ہزار سے کم حدیثیں بیان کی ہیں - یہ چار صحابی ہیں - (۱) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ - (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ - (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ - (۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ -

مُقلّین : یعنی قلیل اور تھوڑی حدیثیں سنانے والے صحابی - یہ وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے پانچ سو۵۰۰ سے کم مگر چالیس حدیثوں سے زیادہ روایت کی ہوں - یہ چالیس صحابی ہیں -

حدیث کی کتابوں کی قسمیں حدیث کی کتابوں کی درجِ ذیل چند قسمیں ہیں - مثلاً

مَسانید : یہ وہ کتابیں ہیں جن میں ہر ایک صحابی کی حدیثیں الگ الگ جمع کی گئی ہیں - جیسے مسند احمد بن حنبلؒ و مسند دارمیؒ -

سُنَن : یہ حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن کی ترتیب فقہی احکام کے لحاظ سے رکھی گئی ہے مثلاً وضو کے احکام، پھر نماز کے احکام، پھر روزہ اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں - جیسے سُنَن ابی داؤد - سنن ابن ماجہ - سنن نسائی وغیرہ -

جامع : حدیث کی وہ کتابیں جن میں سِیَر، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، مناقب، آداب، سب ہی مضامین جمع کئے گئے ہوں - جیسے جامع ترمذی وغیرہ -

مُعجَم : وہ کتابیں جن میں اساتذہ کی ترتیب کے لحاظ سے اُن کی روایت کی ہوئی حدیثوں کو جمع کیا جائے - جیسے طبرانی کی ترتیب - مثلاً معجم الکبیر، معجم الاوسط، معجم الصغیر ہیں -

حدیث کی لفظی تحقیق حدیث کے لفظی معنی گفتگو، بات چیت کے ہیں - "حَدِیثُ النَّفس" دل کی باتوں

وسوسوں اور خیالات کو کہتے ہیں۔ اَحدَثَ، نئی بات نکالنے کو کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا اَوْ آوٰی مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَتُ اللهِ۔

جس نے دین میں نئی بات یعنی بدعت نکالی یا نئی بات کے چلانے میں مدد دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہے

یعنی جو کوئی بدعت پر راضی ہوا، یا بدعت کرنے والوں سے راضی ہوا، یا بدعتی کی حمایت کی، اور اس کے مخالفوں سے اس کو بچایا۔ یا بدعت پر سکوت اور خاموشی اختیار کی اور قدرت کے باوجود اسکی روک ٹوک اور اس کی مخالفت نہ کی یا اس کی بُرائی کو زبان یا قلم سے ظاہر نہیں کیا، ان سب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی لعنت کی ہے۔ اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ۔ نئے کاموں یا بدعات سے بچے رہو۔ خلافِ سنّت رسومات کو ہرگز اختیار نہ کرو۔ نہایہ میں ہے۔ بدعت سے مُراد وہ کام ہیں، جن کی دلیل قرآن و حدیث اور اجماع اُمّت سے نہ ملتی ہو۔

حَادِثُوا هٰذِهِ الْقُلُوْبَ بِذِكْرِ اللهِ

ان دِلوں کو تم اللہ کے ذکر کے ساتھ روشن کرو۔

یعنی دلوں کی چمک اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے اور بغیر ذکر کے ان میں چمک اور نُورانیت نہیں آتی۔

اَلْعِلْمُ يَكْسِبُ الْاِنْسَانَ بِهِ الطَّاعَةَ فِيْ حَيٰوتِهِ وَ جَمِيْلَ الْاُحْدُوْثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهِ۔

علم سے انسان کو اس کی زندگی میں اطاعت اور عبادت کی توفیق ملتی ہے اور مرنے کے بعد اس کا ذکر خیر اور اسکی خوبیوں بھلائیوں کے چرچے لوگوں کی زبانوں پر جاری رہتے ہیں۔

حدیث کے شرعی و اصطلاحی معانی حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مُقدمہ مشکوٰۃ میں حدیث کے شرعی و اصطلاحی معنی یہ بیان کئے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّ الْحَدِيْثَ فِيْ اِصْطِلَاحِ جُمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ يُطْلَقُ عَلٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خوب سمجھ لو کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں نبیّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، اُن کے فعل، یعنی اُن کی بات اور اُن کے کام اور ان کی تقریر کو حدیث

وَفِعْلِهٖ وَ تَقْرِيْرِهٖ وَ مَعْنَى التَّقْرِيْرِ اَنَّهٗ فَعَلَ اَحَدٌ اَوْ قَالَ شَيْئًا فِيْ حَضْرَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ وَلَمْ يَنْهَهُ عَنْ ذٰلِكَ بَلْ سَكَتَ وَ قَرَّرَ وَكَذٰلِكَ عَلٰى قَوْلِ الصَّحَابِيِّ وَ فِعْلِهٖ وَ تَقْرِيْرِهٖ وَ قَوْلِ التَّابِعِيِّ وَ فِعْلِهٖ وَ تَقْرِيْرِهٖ۔

کہتے ہیں۔ اور تقریر کے معنی یہ ہیں کہ کسی آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا۔ یا کوئی بات کہی لیکن آپؐ نے اس پر کوئی اظہارِ ناراضگی نہیں کیا، اور نہ اس بات یا اس کام سے آپؐ نے اس کو منع کیا، نہ اس کو اس سے روکا بلکہ دیکھنے اور سننے کے باوجود حضورؐ اس پر خاموش رہے، اور اس بات یا اس کام کو آپؐ نے رہنے دیا ہو اور اس پر کوئی نکیر یعنی روک ٹوک نہ کی ہو۔ اسی طرح صحابی کے قول، صحابی کے فعل اور صحابی کی تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ ایسے ہی بعض اوقات تابعی کے قول اور اس کے فعل اور اس کی تقریر کو بھی حدیث کہہ دیتے ہیں۔

انکارِ حدیث اور اس کا پس منظر

قرآنِ حکیم کو ماننا اور حدیث شریف کو نہ ماننا، ایسا فعل ہے جیسے کوئی کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو مانے، اور اس کے دوسرے حصّہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا انکار کرے پس جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور پیغمبری کو تسلیم کئے بغیر صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اللہ کو ایک جاننے اور ماننے سے کوئی آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا، اسی طرح اگر کوئی شخص صرف قرآنِ حکیم کے ذریعہ ہدایت پانے کی خواہش کرے، وہ ہرگز ہدایت نہیں پا سکتا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

محال ست سعدی کہ راہ صفا — تواں یافت جز در پئے مصطفےٰؐ

کیونکہ حدیث شریف کے بغیر قرآنِ پاک کا صحیح مفہوم اور حقیقی مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث کی راہنمائی کے بغیر قرآنِ پاک کے مطالب و معانی کے سمجھنے میں ساری عمر آدمی بھٹکتا اور سرگرداں پھرتا رہے گا اور

صحیح راہ کبھی بھی اس کے ہاتھ نہ آئے گی۔ جس طرح قرآنِ پاک هُدًى لِّلنَّاسِ ہے یعنی انسانی راہنمائی کے لئے اس کی ہدایات ازبس ضروری ہیں، ایسے ہی قرآن کے مطالب و معانی اور اس کی مراد سمجھنے کیلئے حدیث شریف کی تشریحات و توضیحات لابدی و لازمی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ نماز قائم کرو۔ تو نماز قائم کرنے کا مطلب کیا ہے اور اس سے اللہ تعالےٰ کا کیا منشا ہے؟ اس کی تفصیلات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے قول و فعل سے بتلائیں گے کہ اللہ تعالےٰ کی یہ مُراد ہے اور نماز کی یہ ہیئت ہوتی ہے۔ اور وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا ط رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ رکوع کرنے سے کیا مراد ہے اور سجدہ کرنے کی کیا صورت ہے؟ اسی طرح قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ط کھڑے ہو اللہ کے سامنے عاجز بن کر۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ کے رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہمیں اپنے قول و فعل یعنی حدیث سے سمجھائیں گے کہ قیام کی یہ شکل ہے۔ قنوت یعنی عاجزی کا یہ مطلب ہے کہ ہاتھ باندھ کر نظر نیچی کر کے اللہ کے سامنے کھڑا ہو۔ رکوع میں کمر سیدھی کر کے، سر کو کمر کی برابر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے گھٹنے پکڑ کر اللہ کے آگے جُھک جانے کو رکوع کہتے ہیں۔ اور ناک، پیشانی، ہاتھ پاؤں اور گھٹنوں کو زمین پر رکھنے سے سجدہ کا حکم پورا ہوگا۔

غرضیکہ قیام، رکوع و سجود کی یہ سب تفصیل قرآن میں نہیں ملے گی۔ بلکہ اس کی تفصیل ہمیں اللہ کے پیغمبرؐ کا قول فعل، یعنی ان کی حدیث بتلائے گی۔ لہٰذا اگر اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے ساتھ حدیث کو نہ ملاؤ گے تو ساری عمر اللہ کے منشاء کے مطابق نماز نہ پڑھ سکو گے۔ اور نماز کی تشریح و تفسیر میں اس قدر اختلاف رونما ہوگا کہ آدمی اپنی اپنی رائے اور سمجھ کے مطابق اس کی تفسیر و تشریح کرے گا اور نماز کی وہ ہیئت اور وہ شکل جو قرآن حکیم چاہتا ہے، کبھی متعین نہ ہو سکے گی۔ اسی طرح اللہ کے دوسرے حکم وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ، اور زکوٰۃ دیتے رہو، میں کیسے معلوم ہوگا کہ زکوٰۃ کسے کہتے ہیں۔ مال زکوٰۃ میں مال کی کتنی مقدار فقراء و مساکین کو دی جائے گی اور کس قسم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور کتنی مرتبہ نکالی جائے گی۔ یہ سب تفصیلات ہمیں حدیث ہی سمجھائے گی کہ ۵۲ تولہ چاندی اور ۷½ تولہ سونے پر، چالیسواں حصّہ سال میں ایک دفعہ زکوٰۃ نکالنی پڑے گی۔ غرضیکہ

اسی طرح تمام احکامِ اسلامیہ کی تشریحات، اور تفصیلات سمجھانے کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ساتھ سیّد الانبیاء علیہم السلام کو بھی بھیجا۔ غرض یہ ہے کہ قرآن پاک کا ہر حکم اپنی تشریح و تفصیل میں پیغمبرؐ کی حدیث کا محتاج ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن اللہ کا خط ہے اس کے بندوں کی طرف، اور اس کے احکام ہیں جو اس نے اپنے بندوں کو دیئے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ۔ (سورۂ ابراہیم۔ آیۃ ۵۲)

یہ لوگوں کو پہنچا دینے کے واسطے ہے اور تاکہ انہیں ان کے ساتھ ہوشیار کیا جائے اور ڈرایا جائے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس کی وضاحت کرنے والی اور اس کی تفصیلات کو سمجھانے والی ہیں۔ جیسے کہ اُن کے ربّ عزّ و جلّ نے فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (سورۃ النحل۔ آیۃ ۴۴)

اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت یعنی قرآن، تاکہ تو کھول کھول کر لوگوں کو بتلا دے اس کو جو اُتاری گئی اُن کے واسطے، اور تاکہ وہ فکر کریں۔

یعنی آپ کا کام یہ ہے کہ اس کتاب کے مضامین اور احکام لوگوں کے لئے خُوب کھول کھول کر بیان کریں، اور اپنے قول و عمل سے اُن کو اچھی طرح سمجھا دیں۔ اس کے مشکل مضمون کی شرح اور اس کے مجمل حکم کی تفصیل کر دیں۔ اس آیت کے پیشِ نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقوال اپنے اعمال اپنے اخلاق اور اپنے تمام حالات کے ذریعہ قرآن پاک کی وضاحت اور تشریح کرنے والے ہوتے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی باتوں، اپنے کاموں، اپنی عادتوں اور اپنی تمام حالتوں کے ساتھ قرآن پاک کو سمجھاتے ہیں اور اس کے حقیقی مفہوم کو لوگوں کے ذہن نشین کراتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک مجمل ہے اور اس کی تفسیر و توضیح کیلئے حدیث شریف کی ضرورت ہے۔ بغیر حدیث شریف کے جو کوئی صرف قرآن سے دین حاصل کرنا چاہے گا وہ ہدایت کے بجائے گمراہی میں پڑ جائے گا۔ خارجی، رافضی اور معتزلی تمام گمراہ فرقے صرف قرآن سے ہدایت لیتے ہیں اور اسی کو دلیل بناتے ہیں اور اپنے اپنے مشرب اور مذہب کے موافق آیتوں کا مطلب نکالتے ہیں۔

ان فرقوں میں اور اہلِ سُنّت کے فرقہ میں یہی فرق ہے کہ جماعت اہل سُنّت کے علماء، قرآن کے معانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، صحابہؓ اور تابعین کی وضاحتوں اور تفسیروں کے موافق بیان کرتے ہیں اور ان کو قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہؐ کی حدیث، صحابہؓ اور تابعین کے اقوال ایسے روشن اور کھلے ہوئے ہیں کہ اُن میں گمراہ فرقوں کی دال نہیں گلتی اور اپنی اپنی ڈھپری اور اپنے اپنے راگ الاپنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ گمراہ فرقوں پر حدیث کے تیر چلایا کرو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم آیۃ ۳،۴)

اور یہ اپنی خواہش اور اپنے جی سے کچھ نہیں کہتا یہ تو جو کچھ کہتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہی اس کو بتایا جاتا ہے اور وحی کے ذریعہ اس کو سمجھایا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ آپؐ سے سُنی ہوئی باتوں کو لکھا کرتے تھے۔ قریش کے لوگوں نے انہیں اس سے منع کیا۔ ان لوگوں نے کہا:

تَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَ الرِّضٰى فَاَمْسَكَ عَنِ الْكِتَابِ وَ سَاَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَاَشَارَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فِيْهِ وَ قَالَ اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ اِلَّا حَقٌّ۔ (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح جلد ۳ صـــ ۳۵۶ بشرح عون المعبود)

(عبداللہ) تو حضورؐ سے سُن کر ہر بات کو لکھ لیتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں آپ غصہ اور خوشی دونوں وقت بات کرتے ہیں قریش کی فہمائش کے بعد عبداللہ بن عمروؓ نے لکھنا بند کر دیا اور اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُنہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے حق کے سوا اس سے اور کچھ نہیں نکلتا۔ یعنی میری زبان

ہر حال میں حق بات کہتی ہے اور حق کے سوا، ناحق اور نامناسب بات میری زبان بالکل نہیں کہتی۔
حدیث کی اہمیت کے پیشِ نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

أَلَا أَنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ۔ أَلَا أَنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ۔ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ يَنْثَنِي شَبْعَانًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ۔ (رواہ احمد فی المسند ج ۴، ص ۱۳۰-۱۳۱ - و ابوداؤد فی السنن ج ۴ ص ۳۲۸ من حدیث المقدام بن معدیکرب)

سُن لو مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی اور بھی دی گئی ہے۔ سُن لو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس جیسی حدیث بھی دی گئی ہے۔ اچھی طرح سُن لو، قریب ہی ایک وقت آئے گا، کہ ایک آدمی پیٹ بھرا آلتی پالتی مار کر تکیہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوگا۔ وہ لوگوں سے کہے گا بس قرآن پر عمل کرو۔ اس میں جو تم حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور اس میں جو تمہیں حرام ملے اس کو حرام جانو۔

- و رواہ الترمذی من حدیثہ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۱ بلفظ: أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ فَيَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ

اور ترمذی کی روایت میں یہ آیا ہے۔ اچھی طرح سُن لو۔ عنقریب ایک ایسا آدمی ہوگا جس کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنے تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا۔ وہ کہے گا، ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے جو ہم اس میں حلال پائیں گے اس کو حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے، اس کو ہم حرام جانیں گے یعنی ہمیں پیغمبر کی حدیث کی ضرورت نہیں ہے

وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) كَمَا حَرَّمَ اللهُ۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا، اور بات یہ ہے کہ جو چیز اللہ کا رسول حرام کر دے وہ ایسی ہی حرام ہے، جیسے اللہ نے حرام کی ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيْكَتِهٖ يَأْتِيْهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِيْ مِمَّا أَمَرْتُ بِهٖ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا نَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ۔ (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۹۔ والترمذی ج ۲ ص ۱۱۰ من حدیث ابی رافع)

میں تم میں سے کسی ایک کو بھی ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اپنے تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوا ہو اور میرا کوئی حکم اس کے پاس پہنچے جس کے کرنے کا میں نے حکم دیا ہے یا اس کے کرنے سے میں نے روکا ہے اور وہ کہے ہم اسکو نہیں جانتے۔ ہم تو اللہ کی کتاب میں جو پائیں گے، اس کی پیروی کریں گے اور اسی کو مانیں گے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی حفاظت اور اشاعت کرنے والوں کو خاص کر یہ دعا دی:

نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهٗ حَتّٰى يُبَلِّغَهٗ غَيْرَهٗ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ (رواہ الترمذی من حدیث زید بن ثابت، ج ۲ ص ۱۰۹)

اللہ ہرا بھرا تر و تازہ، آباد اور سرسبز رکھے اس آدمی کو جس نے ہم سے حدیث سُنی اور اس کو اچھی طرح یاد کیا، اور پھر اس کو دوسرے آدمی کو پہنچا دیا۔ پس بہت سے علم والے ایسے ہیں جو اپنے سے زیادہ سمجھدار آدمی تک پہنچا دیتے ہیں اور بہت سے علم والے خود اتنے سمجھدار اور ذہین نہیں ہوتے جتنے دوسرے لوگ اُن کے مقابلہ میں ذہین اور سمجھدار ہوتے ہیں۔

اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا

اللہ تعالیٰ سرسبز رکھے، پھلتا پھولتا رکھے اس آدمی کو،

فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَىٰ مِنْ سَامِعٍ - (رواه الترمذی من حدیث عبداللہ بن مسعودؓ ج ۲ ص ۱۰۹)	جس نے ہم سے کچھ سُنا اور اس کو ٹھیک اسی طرح دوسروں تک پہنچا دیا جیسے اس نے ہم سے سُنا تھا کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کو ہماری بات پہنچائی گئی ہے، وہ

سُننے والے سے زیادہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے حقوق کو پوری طرح ادا کرتا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بحوالہ ابن مسعود اپنی کتاب میں لیا ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حَجَّةُ الْوِدَاع کے موقعہ پر عرفات کے خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا:

لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَىٰ أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعَىٰ لَهُ مِنْهُ - (رواہ البخاری من حدیث ابی بکرہ ج ۱ ص ۲۴)	میرا حکم ہے ہر اس آدمی کو جو یہاں موجود ہے، وہ میری باتیں ہر اُس آدمی کو پہنچائے جو یہاں موجود نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جس کو میری باتیں پہنچائی جائیں وہ اس آدمی سے زیادہ میری باتوں کی حفاظت کرنے والا ہو

یعنی میری باتوں سے زیادہ فائدہ اُٹھانے والا اور ان کی زیادہ اشاعت کرنے والا ہو۔ اس روایت کو امام بخاریؒ نے ابی بکرہؓ کے حوالہ سے لیا ہے۔

اس عنوان کے بعد حلیۃُ الاولیاء سے ان ۹۰ حدیثوں کو، ترجمہ اور تشریحات کے ساتھ لکھ رہا ہوں جو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند اور اپنے طریقہ سے روایت کی ہیں۔

فقیر

محمد ادریس الانصاری عفی عنہ

صادق آباد

یوم پنجشنبہ، ۷ رجب ۱۳۹۱ھ

۱۷ اگست ۱۹۷۱ء

الاحادیث الشریفۃ

امام الاولیاء سید المسلمین

سیدنا الفضیل بن عیاض

کی روایت کی ہوئی

۹۰ حدیثیں

سند شیوخ الحدیث تا سیدنا حضرۃ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بہ ترتیب تشکیل سندات البخاری مرتبہ شیخ الحدیث مولانا فاروق احمد حنفی الانصاری ۔ بہاولپور

- ۲۲ — امیر المومنین فی الحدیث الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحؒ — سنہ ۲۵۶ھ
- ۲۱ — المسند محمد بن یوسف الفربری رحؒ — سنہ ۳۲۰ھ
- ۲۰ — عبداللہ بن احمد السرخسی رحؒ — سنہ ۳۸۱ھ
- ۱۹ — عبدالرحمن بن محمد الداؤدی رحؒ — سنہ ۴۶۷ھ
- ۱۸ — ابو الوقت عبدالاول الہروی رحؒ — سنہ ۵۵۳ھ
- ۱۷ — حسین بن مبارک الزبیدی الحنفی رحؒ — سنہ ۶۳۱ھ
- ۱۶ — ابو العباس احمد بن ابی طالب الحجار الحنفی رحؒ — سنہ ۷۳۰ھ
- ۱۵ — البرہان الشامی ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد التنوخی رحؒ — سنہ ۸۰۰ھ
- ۱۴ — حافظ العصر احمد بن حجر العسقلانی رحؒ — سنہ ۸۵۲ھ
- ۱۳ — مسند العصر زین الدین زکریا بن محمد الانصاری رحؒ — سنہ ۹۲۶ھ
- ۱۲ — النجم محمد بن احمد الرملی رحؒ — سنہ ۱۰۰۴ھ
- ۱۱ — احمد بن علی بن عبدالقدوس الشناوی رحؒ — سنہ ۱۰۲۴ھ
- ۱۰ — الصفی احمد بن محمد القشاشی رحؒ — سنہ ۱۰۷۱ھ
- ۹ — ابراہیم بن حسن الکردی الکورانی رحؒ — سنہ ۱۱۰۱ھ
- ۸ — ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی رحؒ — سنہ ۱۱۴۵ھ
- ۷ — سند الوقت الشاہ ولی اللہ الحنفی ۔ الدہلوی رحؒ — سنہ ۱۱۷۶ھ
- ۶ — سند الدیار الہندیہ الشاہ عبدالعزیز الحنفی بن ولی اللہ الدہلوی رحؒ — سنہ ۱۲۳۱ھ
- ۵ — الشاہ محمد اسحاق الحنفی رحؒ — سنہ ۱۲۶۲ھ
- ۴ — محمد مظہر النانوتوی الحنفی رحؒ — سنہ ۱۳۰۲ھ
- ۳ — ابی ابراہیم خلیل احمد الانصاری الحنفی رحؒ شارح ابی داؤد — سنہ ۱۳۴۶ھ
- ۲ — محمد زکریا الحنفی بن محمد یحییٰ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور — حال مقیم مدینہ منورہ
- ۱ — محمد ادریس الحنفی انصاری صادق آباد

الاحادیث الشریفہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حدیث نمبر ا۔ التحیات کی فضیلت۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ[1] قَالَ كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا فِي الصَّلٰوةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قَبْلَ عِبَادِهٖ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيْكَائِيْلَ فَعَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّشَهُّدَ۔ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ فِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُلْتَهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ فِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا قُلْتَهَا اَصَابَتْ كُلَّ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ

حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ جب ہم نماز میں قعدہ کرتے تھے تو ہم یہ پڑھا کرتے تھے، سلام ہو اللہ پر اس کے بندوں سے پہلے، سلام ہو جبرئیل پر، سلام ہو میکائیل پر۔ کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں التحیات سکھلائی، اور اس کے پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اور فرمایا، اللہ تو خود سلام ہے۔ ہم پر سلام ہو، اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ ابو وائل نے اس حدیث میں یہ بھی بیان کیا کہ حضورؐ نے فرمایا جب تُو یہ الفاظ کہے گا تو تیری یہ دُعا آسمانوں زمینوں کے رہنے والے سب نیک بندوں کو پہنچیگی اور ابو اسحاق نے اس حدیث میں یہ بھی بیان کیا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جب تُو السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہے گا تو سارے مقرب فرشتوں یا خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے

[1] حدیث کی کتابوں میں جب "عن عبداللہ" آئے تو سمجھیں کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

أَوْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ أَوْ عَبْدٍ صَالِحٍ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ ۱۱۵/۶

پیغمبروں یا سب نیک صالح بندوں کو پہنچے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوائے دوسرا اور کوئی نہیں کاموں کا بنانے اور بگاڑنے والا، اور میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ بے شک اور بے شبہ حضرت محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حدیث نمبر ۲۔ انسانی تخلیق کے مراحل۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ أَنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلَكَ فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعٍ فَذَكَرَهٗ صَحِيْحٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ ۱۱۵/۱۴

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہمیں حدیث سنائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کی شان یہ ہے کہ آپؐ سچے بھی ہیں اور آپؐ کی سچائی کی خدا تعالیٰ نے بھی تصدیق فرمائی ہے۔ بیشک تمہارا پیدائشی مادہ اسکی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک پڑا رہتا ہے پھر وہ خون کی پھٹکی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ۴۰ دن تک پھر وہ گوشت کا لوتھڑا یعنی ٹکڑا بن جاتا ہے پھر اللہ عزّ وجل ایک فرشتہ مقرر کر کے اس بننے والے پر بھیج دیتا ہے اور اس کو چار چیزوں کے متعلق حکم دیا جاتا ہے۔ یہ مرد بنے گا یا عورت۔ اس کی عمر کیا ہوگی۔ اس کا رزق کتنا ہوگا۔ اور یہ انجام کے لحاظ سے نیک اور سعادتمند بنے گا یا بدبخت اور بے دین بنے گا۔

حدیث نمبر ۱، ۲ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات "مقالات" حالات ومقالات صحابہؓ میں ملاحظہ فرمائیں

حدیث نمبر ۳۔ بے رحم آدمی کی بخشش نہیں۔

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جریر بن عبداللہ بجلی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو آدمی لوگوں پر ترس

قَالَ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ لَا یَرْحَمُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذَا حدیث صحیح ثابت ۔ ۱۱۵/۲۱ (رواہ عن الاعمش جماعة)

نہیں کھاتا۔ یا اُن کی خطاؤں کو معاف نہیں کرتا۔ یا اُن پر نرمی نہیں کرتا، اللہ عزّ وجلّ اس پر رحم نہیں فرماتا۔ یعنی بے رحم آدمی اللہ کی رحمت سے محروم ہے گا۔ نہ اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو بخشے گا، نہ اُس کے ساتھ نرمی اور درگذری کا معاملہ فرمائے گا۔

حدیث نمبر ۴ ۔ جماعت کی کثرت، کپڑوں کی نفاست نشانِ شرافت ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ اُنْظُرْ اَیُّمَا رَجُلٍ فِیْ عَیْنِكَ اَرْفَعُ فَنَظَرْتُ فَاِذَا رَجُلٌ عَلَیْهِ حُلَّةٌ وَحَوْلَهٗ نَاسٌ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ اُنْظُرْ اِلٰی رَجُلٍ یُرٰی اَدْنٰی فِیْ عَیْنِكَ فَنَظَرْتُ فَاِذَا رَجُلٌ عَلَیْهِ کِسَاءٌ قَالَ هٰذَا خَیْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ قُرَابِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا ۔ ۱۱۶/۳ (هٰذا ثابت من حدیث الاعمش)

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بھلا دیکھ تو سہی کہ مسجد میں جو لوگ موجود ہیں اُن میں کونسا آدمی تیری نظر میں سب سے اُونچے درجہ کا اور عزّت والا ہے۔ میں نے اُن پر نظر ڈالی تو ان میں ایک آدمی کو دیکھا جو حُلّہ یعنی بیش قیمت کپڑے پہنے ہوئے ہے اور اس کے گرد یعنی چاروں طرف لوگ جمع ہیں میں نے کہا حضورؐ یہ آدمی سب سے بڑی شان والا اور صاحب عزّت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا اب دیکھ تیری نگاہ میں سب سے کم درجہ کا کون آدمی ہے۔ میں نے پھر نظر ڈالی تو ایک اور آدمی دیکھا جو موٹا سا کمبل لپیٹے ہوئے ہے اور اُس کے پاس کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔ یہ سُن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر روئے زمین کے سارے آدمی اس حُلّہ والے کی طرح کے ہو جائیں تب بھی یہ آدمی جو بظاہر تمہیں معمولی آدمی نظر آتا ہے، اللہ عزّ وجل کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بہتر اور سب سے با عزّت ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ آخرت میں عزّت و رفعت کا مدار اچھے لباس اور قیمتی پوشاک یا لوگوں کی بھیڑ بھاڑ پر نہیں ہے آخرت کی رفعت و بلندی کے واسطے اچھے کپڑوں اور عمدہ پوشاک کی ضرورت نہیں بلکہ اچھے اعمال اور عمدہ اخلاق کی

جلد اوّل

ضرورت ہے۔ خواہ اُس کا دنیاوی لباس کتنا ہی گھٹیا کیوں نہ ہو۔

اس حدیث کے راوی سیدنا ابوذر غفاری رضی کے حالات و مقالات "حالات و مقالاتِ صحابہ" میں پڑھیں۔

حدیث نمبر ۵ - ایک اونٹنی کی سات سو اونٹنیاں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهِ النَّاقَةُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ لَكَ بِهَا سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فِي الْجَنَّةِ۔ ۲۶۱ (مشهور من حديث الاعمش)

حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ ایک آدمی نکیل والی اونٹنی لے کر آیا۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! یہ اونٹنی اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تجھے اس کے عوض جنت میں سات سو اونٹنیاں نکیل والی ملیں گی۔

حدیث نمبر ۶ - رکوع سجدہ میں جبتک کمر سیدھی نہ ہوگی نماز نہ ہوگی۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلٰوةٌ لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ فِيْهَا صُلْبَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔ (صحيح من حديث الاعمش) ۲۶۱ ۶

ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس آدمی کی نماز درست نہیں جو رکوع اور سجدوں میں اپنی کمر سیدھی نہ کرے۔

حدیث نمبر ۷ - جنت کے کھانے پینے ہضم ہونے کی کیفیت۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رض قَالَ جَاءَ يَهُوْدِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ تَزْعَمُ اَنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الرَّجُلَ لَيُعْطٰى مِثْلَ قُوَّةِ مِائَةِ

حضرت زید بن ارقم رض نے فرمایا کہ ایک یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا۔ اے ابوالقاسم کیا تو کہتا ہے کہ جنت والے جنت میں کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں صحیح ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بلاشبہ جنت میں جانے والے کو کھانے پینے کی خواہش اور جماع

فِی الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ وَالشَّهْوَةِ وَالْجِمَاعِ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ اِنَّ الَّذِیْ يَاْكُلُ وَ يَشْرَبُ يَكُوْنُ لَهٗ حَاجَةٌ وَالْجَنَّةُ مُطَهَّرَةٌ۔

میں سو آدمیوں کے برابر قوت عطا کی جائے گی یہودی نے کہا۔ جو کوئی کھاتا پیتا ہے اُس کو پاخانہ پیشاب کی ضرورت ہوتی ہے اور جنّت پاکیزہ جگہ ہے پس یہ آدمی پیشاب پاخانہ کی ضرورت کہاں جاکر پوری کریگا۔

قَالَ حَاجَةُ اَحَدِهِمْ عَرَقٌ مُعَصَّصٌ مِنْ جِلْدِهٖ كَرِيْحِ الْمِسْكِ فَاِذَا بَطْنُهٗ قَدْ ضَمُرَ - ۱۱۶/۲۴ (من حديث الاعمش ثابت)

حضورؐ نے فرمایا۔ جنّت میں جانے والے ہر آدمی کے پیشاب پاخانہ کی صورت یہ ہوگی کہ اس کی کھال سے ایسا پسینہ خارج ہوگا جس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی مانند خوشبودار ہوگی اور اس پسینہ کے آنے کے بعد اُس کا پیٹ ہلکا پھلکا ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۸ ۔ دنیا میں ذکرِ الٰہی کی تلاش کے لئے فرشتے گھومتے پھرتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فَضْلًا عَنْ كُتَّابِ النَّاسِ يَطُوْفُوْنَ فِی الطَّرِيْقِ وَ يَبْتَغُوْنَ الذِّكْرَ فَاِذَا رَاَوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَتَحُفُّهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلٰى عِنَانِ[1] السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ وَهُوَ اَعْلَمُ

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کے اعمالناموں کے لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ اللہ کے کچھ خاص فرشتے سڑکوں اور گلیوں میں ذکرِ الٰہی کو ڈھونڈھتے اور تلاش کرتے ہیں پھر وہ کسی جماعت کو ذکر کی حالت میں دیکھتے ہیں تو آواز لگاتے ہیں، آؤ اپنے کام پر۔ حضورؐ نے فرمایا پس فرشتے آسمان کے کنارہ تک اپنے پروں کے ساتھ اُن لوگوں کو گھیر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کے باوجود کہتے

[1] عِنَانُ السَّمَاءِ آسمان کی بلندی کو کہتے ہیں العنان بادل۔ والعنانة بادل کا ایک ٹکڑا۔ العنان، لگام کی رسی۔ رجل طويل العنان، شریف مرد۔ ولیّ العنان، خوددار۔ ۸۴۵

مَا يَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالُوْا يُحَمِّدُوْنَكَ وَيُسَبِّحُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَأَوْنِیْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا۔ فَيَقُوْلُ كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِیْ۔ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ تَسْبِيْحًا وَ تَمْجِيْدًا فَيَقُوْلُ مَا يَسْأَلُوْنِیْ؟ قَالُوْا يَسْئَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَاءَوْهَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ لَا۔ فَيَقُوْلُ كَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاءَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ طَلَبًا وَ عَلَيْهَا حِرْصًا۔ قَالَ يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ۔ فَيَقُوْلُ كَيْفَ لَوْ رَاءَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا تَعَوُّذًا وَاَشَدَّ فِرَارًا۔ فَيَقُوْلُ اُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَيَقُوْلُ الْمَلَكُ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ فَيَقُوْلُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى هُمُ السُّعَدَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔ ۱۱۷/۱۶

ہیں۔ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ لوگ الحمدللہ، سبحان اللہ العظیم آپ کی تعریف آپ کی تقدیس آپ کی بزرگی کا اظہار اپنی زبان سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں۔ جی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر کیا ہو؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اگر وہ لوگ آپ کو دیکھ پائیں تو ان کی تسبیح و تمجید کے بیان کی انتہا نہ رہے۔ یعنی وہ لوگ اپنی پوری قوت کے ساتھ آپ کی تقدیس آپ کی بزرگی اور پاکی بیان کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ وہ لوگ آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا ان لوگوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیونکر ہو اگر وہ اُسے دیکھ لیں فرشتے عرض کرتے ہیں۔ پھر تو وہ لوگ اس کی جستجو میں بہت زیادہ سرگرم ہو جائیں اور اس کے حاصل کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں۔ ایک فرشتے نے کہا۔ اور وہ لوگ جہنم سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا ہوتا، اگر وہ لوگ اُسے دیکھ لیتے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ لوگ جہنم کو دیکھ لیتے تو اس سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لئے، اس سے زیادہ گڑگڑا کر درخواست کرتے۔

اور اس سے دُور بھاگنے کی پوری پوری کوشش کرتے۔ یہ سُن کر اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں اس بات کا کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ اُن میں سے کہتا ہے کہ جو لوگ آپ کا ذکر کر رہے تھے اُن میں ایک آدمی ایسا بھی شامل تھا جو اپنی کسی غرض سے اہلِ ذکر کے پاس آیا تھا اور ان کی مجلس میں بیٹھ گیا، مگر ان میں شامل نہ تھا۔ یعنی اُن کے ساتھ مِل کر نیک نیتی کے ساتھ آپ کی یاد نہیں کرتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتہ کی یہ بات سُن کر ارشاد فرماتا ہے، وہ لوگ ایسے سعادتمند اور خوش نصیب ہیں کہ اُن کا ہم نشین اور پاس بیٹھنے والا بھی محروم و بدنصیب نہیں۔ یعنی ہم نے اہلِ ذکر کو ذکر کرنے کی بدولت بخشا اور اس شخص کو ان کی مجلس میں بیٹھنے کی برکت سے بخشا۔

اس حدیث کے راوی سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات ومقالات، حالات ومقالاتِ صحابہؓ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۹ - چور، زانی وشرابی کی توبہ۔

فُضَيْلِ بْنِ عَيَاضٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوْضَةٌ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ ۱۱۷

(ثابت صحیح)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بدکار آدمی جب بدکاری کرتا ہے تو اس کا ایمان چلا جاتا ہے اور شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان جاتا رہتا ہے، اور چوری کرنے والا جب چوری کرتا ہے تو اس کا ایمان نہیں رہتا اور اس کے بعد توبہ کا دروازہ کُھلا رہتا ہے یعنی اگر کسی سے یہ کام ہو جائیں تو اللہ سے توبہ کرلے، جو ان برائیوں سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے تو ایسے لوگوں سے اللہ نے بخشش اور مہربانی فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰ - ذکر کے ثمرات اور قربِ الٰہی کا کیا مطلب ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِنْهُ وَاِنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً - ۱۱۸
(صحیح من حدیث الاعمش)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب آدمی نے مجھے چپکے چپکے دل میں یاد کیا، میں بھی اُس کا ثواب، چپکے چپکے یعنی سب سے چھپا کر دوں گا۔ اور اگر اُس نے لوگوں کی مجلس میں مجھے یاد کیا، میں اس کا بدلہ اس سے بہتر جماعت میں دوں گا۔ اور کوئی آدمی ایک بالشت بھر میرے قریب آئے گا، میں ایک ہاتھ کے برابر اس کے قریب آؤں گا۔ اور جو کوئی آدمی ایک ہاتھ کے برابر میرے قریب آئے گا، میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب آؤں گا اور اگر وہ میرے پاس چلتے ہوئے آئے گا میں اس کے پاس دوڑتے ہوئے پہنچوں گا۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی کا قربِ اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ وہ اس کا ذکر کرے اور صالح اعمال کرے۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے یا جگہ سے وہ قریب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کا قرب جسم کی صفات سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جسمیت سے پاک ہے۔ اور اللہ کا قرب بندے سے یہ ہے کہ وہ اپنے انعام و الطاف کے ساتھ بطورِ خاص اس پر متوجہ ہو جائے اور اُس پر اپنا احسان کرے، اور اپنی نوازشوں اور عنایات سے اُسے مالا مال کرے اور نیک اعمال کی توفیق بخشے۔ع

قرب او را وصال می گویند　　　وصل او را محال می گویند
اتصال بے تکیّف بے قیاس　　　ہست ربّ الناس را با جانِ ناس

عہ نہایہ لابن اثیرؒ جلد ۴ ص۳۲

جلد اوّل

لیک گفتم ناس را نسناس نہ — ناس جز جان جان اشناس نہ

حدیث نمبر ۱۱ - امام ضامن اور مؤذن امین ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ اَمِیْنٌ اَرْشَدَ اللّٰهُ الْاَئِمَّةَ وَاَعَانَ الْمُؤَذِّنِیْنَ۔

(رواہ الجم الغفیر، عن الاعمش) ۱۱۸/۹

"حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام ضامن ہے یعنی نمازیوں کی نماز کا ذمہ دار اور محافظ ہے اور مؤذن امین ہے۔ یعنی اذان کہنے والا نماز، روزوں کے اوقات کا امانت دار ہے۔ یہ فرما کر حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اماموں کو راہِ راست پر چلائے اور اذان دینے والوں کی مدد فرمائے۔

مطلب یہ ہے کہ مقتدیوں کی نماز کی وابستگی موقوف ہے امام کی نماز کی وابستگی پر۔ پس امام مقتدیوں کی نماز کے صحیح ہونے کا ضامن اور ذمہ دار ہوا۔ اور مؤذن کی اذان پر لوگ اپنی نمازوں کے اوقات اور روزوں کی افطار اور سحری میں اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو امین فرمایا۔ اور دونوں کے لئے جدا جدا دعائیں کیں۔

حدیث نمبر ۱۲ - اپنے سے کمتر کو دیکھو گے، شکر کرو گے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَاِنَّهٗ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو دیکھا کرو۔ اور نہ دیکھا کرو اپنے سے اُونچے لوگوں کو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے، اس صورت میں اللہ کی جو نعمتیں تمہیں ملی ہوئی ہیں، ان نعمتوں کو تم ہلکی اور حقیر نہ جانو گے بلکہ اُن کی قدر کرو گے۔ پھر اس صورت میں تمہیں شکر کرنے کی توفیق ملے گی اور ناشکری کرنے سے بچے رہو گے۔

حدیث نمبر ۱۳ - مرنے جینے کی سختیوں سے پناہ مانگو۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَاءِ وَ الْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

(غریب من حدیث الاعمش) ۱۱۸/۱۵

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ سے پناہ مانگا کرو عذاب القبر اور موت و حیات جینے اور مرنے کی آزمائشوں اور مصیبتوں سے بچنے اور مسیح الدجّال کے فتنہ سے بچنے کی۔

مطلب یہ ہے کہ اپنے لئے یہ دُعا کیا کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَاءِ وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ (ترجمہ) اللہ مجھے بچائیو، عذابِ قبر اور زندگی اور موت کے فتنوں، مصیبتوں اور مسیح الدجّال یعنی بڑے دجّال کے فتنہ سے۔

حدیث نمبر ۱۴ - جو کسی کا بھلا کریگا اللہ اس کا بھلا کریگا۔ جو لوگوں کے عیب چھپائے گا اللہ اس کے عیب چھپائے گا۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِّنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ فِی الدُّنْیَا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَنْ یَسَّرَ عَلَی الْمُعْسِرِ فِی الدُّنْیَا یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ فِی عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ جس آدمی نے کسی مسلمان کی تکلیفوں میں سے دُنیا کی کوئی تکلیف اور مصیبت دُور کر دی اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دُور کر دیگا۔ اور جس آدمی نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیبوں کو چھپایا، اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیبوں کو چھپائے گا اور جس آدمی نے کسی تنگدست پر آسانی کی یعنی اس کی تنگی دور کر دی یا کوئی قرضدار تھا اس کو مہلت دیدی اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت میں اس کی تنگیوں کو آسان کر دیگا اور اللہ تعالےٰ آدمی کی مدد اور اعانت میں لگا رہتا

جلد اوّل

اَلْعَبْدِ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ۔ 119/12
(مشہور من حدیث الاعمش)

ہے جب تک آدمی اپنے بھائی کے کام بنانے میں مشغول رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم مخلوق کے کام بناؤ گے، تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہارے کام بنائے گا۔

حدیث نمبر ۱۵ ۔ مصیبتوں اور بیماریوں کے راز اور حکمتیں۔

عَنْ مَسْرُوْقِ بْنِ الْاَجْدَعِ قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَصَائِبُ وَالْاَمْرَاضُ وَالْاَحْزَانُ فِی الدُّنْیَا جَزَاءٌ۔ 119

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دُنیا کے اندر مصیبتوں کا آنا، بیماریوں کا لاحق ہونا اور فکرات اور پریشانیوں کا لاحق ہونا، جزا یعنی گناہوں کی سزائیں ہیں، جو آخرت کے بجائے یہاں دے دی گئیں۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے گناہوں کی وجہ سے آخرت میں جو مصائب اور تکلیفیں اُٹھانی پڑتیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے دنیا کی تکلیفوں اور بیماریوں کو اُن کا بدل بنا دیا۔

اس حدیث کے راوی سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کے حالات ومقالات، حالات ومقالات صحابہؓ میں مطالعہ کریں۔

حدیث نمبر ۱۶ ۔ جھوٹی حدیث سنانے والے جہنم میں جائیں گے۔

عَنْ عَلِیِّ بن اَبِیْ طَالِب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَذِبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ 119/24

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس آدمی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا، اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے جہنم والے گھر میں چلا جائے اور وہاں جا کر رہنے لگے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی یا کسی دوسرے آدمی کی بات، یا اپنے یا کسی دوسرے کے فعل کو جان بوجھ کر یہ کہے کہ یہ قول یا یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ اس جھوٹ کی سزا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلائی ہے کہ اس جھوٹے کو چاہیئے کہ جہنم میں جا کر رہنے کیلئے

تیار رہے۔ اور یہ مطلب بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے یعنی یہ کہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اور حقیقت میں یہ حدیث حضورؐ کی حدیث نہ ہو۔ یہ بات کہہ کر اُس نے اپنی عاقبت کو خراب کر لیا۔ گویا کہ اس شخص نے خود ہی جہنم میں رہنے کیلئے اپنا گھر بنا لیا۔

اس حدیث کے راوی سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و مقالات حالات و مقالات صحابہؓ میں پڑھیں۔

حدیث نمبر ۱۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اُشْرِبَ قَلْبُهٗ حُبَّ الدُّنْيَا اِلْتَاطَ مِنْهُ بِثَلَاثٍ شَقَاءٌ لَا يَنْفَدُ حِرْصٌ لَا يَبْلُغُ غِنَاهُ وَ اَمَلٌ لَا يَبْلُغُ مُنْتَهَاهُ وَ الدُّنْيَا طَالِبَةٌ وَ مَطْلُوْبَةٌ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَتْهُ الْاٰخِرَةُ وَ مَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ مِنْهَا رِزْقَهٗ۔ ۱۳۰/۶

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس آدمی کے دل کو دنیا کی محبّت پلا دی گئی (اور دل کو محبت پلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اپنے دل میں دنیا کی محبّت ایسی رچالی جیسے کپڑے کو پانی میں ڈال کر اس میں پانی رچا لیا جاتا ہے) تو یہ شخص اپنی اس محبّت کے باعث اپنے دل کے ساتھ جونکوں کی طرح تین چیزیں چمٹا لیتا ہے۔ ایسی[۱] محرومی جو ختم نہ ہوگی۔ ایسی[۲] حرص جس کی ذلتوں اور مصیبتوں پر کبھی قابو نہ پائے گا ایسی[۳] آرزوئیں وتمنّائیں جن کی انتہا تک کبھی نہ پہنچ پائے گا۔ اور دُنیا کا حال یہ ہے کہ کبھی وہ آدمی کا خود پیچھا کرتی ہے یعنی اُس کے پاس اُسے ڈھونڈھتی ہوئی خود بخود آجاتی ہے اور کبھی اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ آدمی اس کے پیچھے پیچھے بھاگا پھرتا ہے اور اس کی جستجو اور اس کی تلاش میں دوڑتا رہتا ہے۔ پس جو شخص دنیا کی طرف بھاگتا پھرتا ہے، آخرت اُس کو بُلاتی ہے اور آوازیں دیتی ہے او بے نصیب! کس طرف جا رہا ہے تجھے میری طرف آنا چاہیئے۔ اور جو کوئی آخرت کا طالب بنے گا اور اس کی خواہش کرے گا،

دُنیا اس کی طالب بنے گی یعنی دنیا اس کو ڈھونڈھتی ہوئی اس کے پاس پہنچ جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ اس سے اپنی تقدیر میں لکھا ہوا رزق پورا پورا حاصل کرلیتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸ - دُعا عبادت کیوں ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ ۱۱/۳۰

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے فرمایا کہ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "دُعا" وہ عبادت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مجھ سے مانگو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دُعا مانگنے کا ہمیں حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعمیلِ ارشاد کا نام عبادت ہے۔

حدیث نمبر ۱۹ - فرشتوں کی صفیں کیسی ہوتی ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ خَرَجَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا تَصُفُّوْنَ کَمَا تَصُفُّ الْمَلٰئِکَةُ؟ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَصُفُّ الْمَلٰئِکَةُ؟ قَالَ یُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْمُتَقَدِّمَةَ وَیَتَرَاصُّوْنَ فِی الصَّفِّ۔ ۱۱/۲۰

حضرت جابر بن سمرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا۔ کیا تم ایسی صفیں نہیں بناتے جیسی فرشتے صف بناتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ فرشتے کس طرح کی صف بناتے ہیں؟ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرشتوں کی صفیں اس طرح کی ہوتی ہیں کہ اگلی صفوں کو وہ پوری کرتے ہیں اور قطار میں ایک دوسرے کے ساتھ مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۰ - وہ تمہاری سُنتا ہے اور جو تمہاری طرف سے کہے اس کی بھی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ یَسْمَعُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ

مِنْكُمْ وَ يَسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ۔ ۱۲۱ — سُنتا ہے تم سے، اور سُنتا ہے اس کی، جو تمہاری طرف سے سُنائے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری دُعا بھی قبول کرتا ہے، اور اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ اس دعا کو بھی قبول کرتا ہے جو دوسرا شخص تمہارے لئے دُعا کرے۔ خواہ دوسرا شخص تمہارے کہنے سے تمہارے لئے دُعا کرے یا تمہارے بغیر کہے تمہارے لئے دُعا کرے۔ یہاں سُننے سے مُراد دعاؤں کا قبول کرنا ہے۔

اس حدیث کے راوی سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کے حالات ومقالات، حالات ومقالات صحابہؓ میں پڑھیں۔

حدیث نمبر ۲۱ ۔ اللہ کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے مرو۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثٍ يَقُوْلُ لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُ مِنْكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللّٰهِ الظَّنَّ۔ (ثابت مشهور من حديث جابر) ۱۲۱

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ سیّدنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے تین دن پہلے فرمایا۔ ہرگز نہ مرے تم میں کا کوئی شخص، مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھے۔

مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا چاہیئے۔ مثلاً یہ خیال رکھے کہ میرا اللہ غفورٌ الرحیم ہے۔ وہ مجھے اپنی رحمتوں اور مغفرتوں سے نوازے گا۔ میرے گناہ معاف کریگا اور مرتے وقت اللہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہ رکھے کہ وہ مجھے دوزخ میں ڈال دے گا اور مجھے عذاب دے گا۔

حدیث نمبر ۲۲ ۔ غیبت اور اس کی عفونت۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَهَاجَتْ رِيْحٌ مُنْتِنَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ اِغْتَابُوْا نَاسًا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَ

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ اتفاق سے گندی اور بدبودار ہوا چلی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ منافق لوگوں میں سے چند لوگوں نے اہلِ ایمان یا اہلِ اسلام کی غیبت

مُسَدَّدٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَلِذٰلِكَ هَاجَتْ هٰذِهِ الرِّيْحُ۔ ۱۲۱/۱۹

اور بدگوئی کی ہے، اور اس کی وجہ سے یہ بدبودار ہوا اُٹھی ہے۔

حدیث نمبر ۲۳ - ترکِ نماز، ترکِ اسلام ہے۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ اِلَّا تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔ ۱۲۱ (ثابت مشهور من حديث جابر).

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرق نہیں ہے کفر اور ایمان کے درمیان مگر نماز کے چھوڑ دینے کا۔

مطلب یہ ہے کہ تارکِ نماز کے ایمان کی خیر نہیں ہے، آج نہیں تو مرتے وقت اس کے ایمان جانے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ نماز باقاعدگی سے پڑھنا، آدمی کو کفر سے بچائے رکھے گا۔ اور اگر نماز چھوڑ دی تو اس کے ایمان کو ہر وقت کفر کا خطرہ لاحق ہے۔ یعنی بے نمازی پر کفر بادل کی طرح منڈلاتا رہتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۴ - ایک کپڑے میں بھی نماز ہو جاتی ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهٖ۔ ۱۲۲/۳

حضرت ابو سعید الخدریؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے بدن مبارک پر صرف ایک کپڑا تھا، جس کے ساتھ وہ اپنے بدن مبارک کو لپیٹے ہوئے یعنی ڈھانکے ہوئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ اس وقت حضورؐ کے پاس صرف ایک کپڑا تھا جس کے ساتھ اپنا بدن ڈھانک کر نماز پڑھ رہے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵ - گمراہی کا کھٹکا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ[ع] بکثرت

ع ترجمہ : اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر پختہ رکھ۔

يَقُوْلَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَافُ عَلَيْنَا وَقَدْ اٰمَنَّا بِكَ قَالَ مَا مِنْ قَلْبٍ اِلَّا وَهُوَ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ فَاِنْ شَاءَ اَقَامَهٗ وَاِنْ شَاءَ اَزَاغَهٗ۔ ۱۳۲/۱۰

پڑھتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ ہم پر بے راہ ہو جانے کا خوف اور دین سے پھر جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں حالانکہ ہم آپ پر پختہ ایمان لا چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی دل بھی ایسا نہیں جو رحمان کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو۔ یعنی ہر ایک آدمی کا دل اللہ کی چٹکی میں ہے۔ پس اگر وہ چاہتا ہے تو اُس کو سیدھا اور قائم رکھتا ہے، اور اگر وہ چاہتا ہے تو اُس کو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہدایت کا تعلق قلب سے ہے۔ اور اسی طرح گمراہی کا تعلق بھی دل سے ہے۔ سیدھا رکھنے کا مطلب ہدایت ہے اور ٹیڑھا کرنے کا مطلب گمراہی ہے۔ یعنی ہر ایک آدمی کا دل اللہ کے دستِ قدرت میں ہے۔ چاہے ہدایت پر رکھے اور چاہے تو گمراہ کر دے۔

حدیث نمبر ۳۶۔ اللہ کا حق بندوں پر اور بندوں کا حق اللہ پر۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍؓ فَقُلْتُ حَدِّثْنَا مِنْ طَرَائِفِ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفَهٗ فَقَالَ يَا مُعَاذُ مَا حَقُّ اللّٰهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ حَقُّهٗ عَلَيْهِمْ اَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا قُلْتُ فَمَا حَقُّ الْعِبَادِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ؟ قَالَ

حضرت انسؓ نے فرمایا۔ ہمارے پاس معاذؓ آئے، تو میں نے کہا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نئی اور عمدہ حدیث سنائیں۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا میں حضورؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اے معاذ! اللہ کا کیا حق ہے؟ میں نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ باخبر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کا حق لوگوں پر یہ ہے کہ خالص اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا بھی شرک نہ کریں میں نے

قَالَ حَقُّهُمْ عَلَيْهِ اَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ۔

(صحیح ثابت من حدیث عن معاذ) ۱۲۲/۱۷

حضورؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! اگر اللہ کے بندے ایسا کر لیں تو پھر اُن کا کیا حق ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، ان بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ انہیں آخرت میں عذاب نہ دے۔

حدیث نمبر ۲۷ — بے رحم ظالم اور بد عہد حکمران اللہ کی رحمتوں سے دُور اور اس کی نصرتوں سے محروم ہے۔

عَنْ بُكَيْرِ الْحَرِيْرِيِّ وَ نَفَرٍ مِنَ الْاَنْصَارِ[1] فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا يُوَسِّعُ اِلٰى جَنْبِهٖ رَجَاءَ اَنْ يَجْلِسَ اِلَيْهِ حَتّٰى قَامَ عَلَى الْبَابِ وَ اَخَذَ بِعِضَادَتَيْهِ فَقَالَ اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ وَلِيَ عَلَيْكُمْ حَقٌّ عَظِيْمٌ وَ لَهُمْ مِثْلُ ذٰلِكَ مَا فَعَلُوْا ثَلَاثًا اِذَا اُسْتُرْحِمُوْا رَحِمُوْا وَ اِذَا حَكَمُوْا عَدَلُوْا وَ اِذَا عَاهَدُوْا وَفَوْا۔ فَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ ۱۲۳

(مشهور من حديث انس رواه عنه بكير وهو بكير بن وهب)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے آتے نظر آئے تو ہم میں سے ہر ایک آدمی اس اُمید پہ اپنے برابر پہلو میں جگہ خالی کرنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب آ کر بیٹھ جائیں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پہ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ چوکھٹ کے دونوں بازوؤں پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ اس حالت میں آپؐ نے فرمایا۔ امامت اور خلافت یعنی میرے بعد حکومت کی سربراہی قریش کے لوگوں میں آ جائے گی اور میرا تم پہ عظیم حق ہے۔ اتنا ہی خلفاء کا تم پر حق ہے بشرطیکہ وہ تین کام کرتے رہیں۔ جب[1] اُن سے رحم کی اپیل کی جائے تو وہ اُسے منظور کریں یعنی اگر ان سے نرمی و مہربانی کی التجا کی جائے تو وہ تم پہ رحم کریں اور اُن کے ساتھ سختی اور دباؤ کا معاملہ نہ کریں۔ دوسرے جب وہ فریقین میں فیصلہ کرنے بیٹھیں تو عدل و انصاف یعنی قرآن و

جلد اوّل

[1] کذا بالاصل وفیہ نقص فی السند وصدر الحدیث ولعلہ عن انسؓ

حدیث کے فیصلہ کے مطابق دیانت داری اور غیر جانبداری کے ساتھ فیصلہ کریں۔ تیسرے جب وہ کسی فرد یا جماعت یا کسی قوم سے کوئی عہد کریں تو اس کی پوری پوری پابندی کریں پس ان میں جو کوئی خلیفہ یعنی اسلامی حکومت کا سربراہ ان ہدایتوں کی اور ضابطوں کی پابندی نہ کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی لعنت ہو اور سارے آدمیوں کی لعنت ہو۔

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سارے جہان کی لعنت ہے یا اپنے ان الفاظ میں حضورؐ نے ایسے خلفاء و حاکموں کو بددعا دی ہو کہ ایسے حاکم اور بادشاہوں پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی لعنت ہو اور سارے جہان کے آدمیوں کی لعنت ہو۔ یعنی وہ اللہ کی رحمتوں سے دور اور اس کی نصرتوں سے محروم رہیں۔ فرشتوں اور مخلوق کی نظر میں ذلیل و خوار ہوں اور ہر کوئی اُن کو پھٹکار کرے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی کوئی عزت نہ ہو اور نہ اُن کا کوئی مقام ہو۔ حاصل یہ ہے کہ جو حاکم حضورؐ کی ان تین ہدایتوں اور بتلائے ہوئے ضابطوں پر عمل پیرا نہ ہوگا، اس کی حکومت و امارت اللہ کی برکتوں سے خالی رہے گی اور اُن کا نظام حکومت عمرانی عدل و انصاف، جمہوریت و مساوات کے بجائے ظلم و زیادتی، فتنہ و فساد سے بھرا ہوا ہوگا، اور ملک میں ہر طرف افراتفری پھیل جائے گی۔ اور اس ملک کا امن و سکون جاتا رہے گا۔

حدیث نمبر ۲۸ ۔ بے دینوں کو دنیا کیوں دی جاتی ہے اور دین داروں کو کیوں نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكٰى نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلٰى رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ يَا رَبِّ يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ عَبِيْدِكَ يُؤْمِنُ بِكَ وَ يَعْمَلُ بِطَاعَتِكَ فَتَزْوِيْ عَنْهُ الدُّنْيَا

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر نے اپنے رب عزّوجلّ سے شکایت کی اور عرض کیا، اے میرے رب! آپ کے بندوں میں سے ایک بندہ ایسا ہوتا ہے کہ جو آپ پر ایمان رکھتا ہے اور آپ کے حکموں کی تعمیل بھی کرتا ہے اور اس کے باوجود آپ اُس

وَ تَعْرِضُ لَهُ الْبَلَاءَ وَ يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ عَبِيْدِكَ يَكْفُرُ بِكَ وَيَعْمَلُ بِمَعَاصِيْكَ فَتُزْوِيْ عَنْهُ الْبَلَاءَ وَ تَعْرِضُ لَهُ الدُّنْيَا فَاَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلَيْهِ اَنَّ الْعِبَادَ وَ الْبِلَادَ لِيْ۔ وَ اَنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا وَهُوَ يُسَبِّحُنِيْ وَ يُكَبِّرُنِيْ وَ يُهَلِّلُنِيْ اَمَّا عَبْدِيَ الْمُؤْمِنُ فَلَهُ سَيِّئَاتٌ فَاُزْوِيْ عَنْهُ الدُّنْيَا وَاُعْرِضُ لَهُ الْبَلَاءَ حَتّٰى يَأْتِيَنِيْ فَاَجْزِيَهُ بِحَسَنَاتِهِ۔

دنیا دُور رکھتے ہیں یعنی تنگیٔ معاش میں وہ مبتلا رہتا ہے اور آرام دراحت سے آپ اُسے دُور رکھتے ہیں پھر آپ اُس پر بلائیں اور مصیبتیں بھی ڈالتے رہتے ہیں اور آپ کے بندوں میں ایک بندہ ایسا ہوتا ہے، جو آپ کے ساتھ کُفر کرتا ہے یعنی آپ کو آپ کی شان کے مطابق نہیں مانتا، اور آپ کے حکموں کے بھی خلاف چلتا ہے تو آپ اُس سے مصیبتوں کو دُور رکھتے ہیں۔ اور دُنیا یعنی اُس کے عیش و آرام سے اُسے مالا مال کر دیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیغمبر کو وحی کے ذریعہ یہ بتلایا کہ بیشک "عباد و بلاد" یعنی بندے اور مُلک ہمارے ہیں۔ ہم اُن کے مالک ہیں ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں جو ہماری تسبیح نہ کرتی ہو اور ہماری بڑائی کا اظہار اور ہماری خدائی کا اقرار قول سے یا عمل سے نہ کرتی ہو۔ لیکن میرے مؤمن بندے کے گناہ ہوتے ہیں تو میں اُس سے دُنیا دُور رکھتا ہوں اور اُس پر بلائیں اور مصیبتیں اس لئے ڈالتا رہتا ہوں تاکہ میرا بندہ جب وہ میرے پاس آئے تو میں اس کی نیکیوں کی اُسے جزا دُوں۔

یعنی اپنے تابعدار بندے اور بندیوں کو مصیبتوں اور بلاؤں میں مُبتلا کرنے اور اُنہیں دُنیا نہ دینے کے باعث اُن کے گناہوں کا کفارہ کرتا رہتا ہوں تاکہ وہ لوگ جب میرے پاس آئیں تو گناہوں سے پاک صاف ہوں، اور صرف نیکیاں لے کر میرے پاس آئیں اور میں اُن کو اُنکی نیکیوں کے عوض اچھی جزاء اور بہتر بدلہ عطا کروں۔

وَ اَمَّا عَبْدُ الْكَافِرُ فَلَهُ حَسَنَاتٌ فَاُزْوِيْ عَنْهُ الْبَلَاءَ وَ اُعْرِضُ لَهُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْتِيَنِيْ فَاَجْزِيَهُ

اور میرا کافر بندہ آخر اُس کی کچھ نہ کچھ نیکیاں بھی تو ہوتی ہیں پس اُن نیکیوں کی وجہ سے میں اُس سے بلائیں دُور رکھتا ہوں اور اس کی دُنیا فراخ کر دیتا

بِسَیِّئَاتِہٖ۔ ۱۲۳/۱۶ ہوں تاکہ جب وہ میرے پاس آئے تو صرف گناہ لے کر آئے اور میں اُسے گناہوں کی سزا دوں۔

حدیث نمبر ۲۹ - ملک و مال کے لئے مسلمانوں کا خون بہانا ان سے جنگ کرنا کفر یعنی کافروں والا فعل ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُہٗ کُفْرٌ۔ (صحیح ثابت متفق علیہ) ۱۳۳/۲۵

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق یعنی بے دینی ہے۔ اور اس کے ساتھ قتال کرنا، یعنی خون ریزی اور مار دھاڑ کرنا کفر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے ساتھ مار دھاڑ کرنا، اُس کا خون بہانا کفر ہے۔ یعنی کافروں والا فعل ہے، جس کی سزا آخرت میں بڑی ہولناک ہوگی۔

حدیث نمبر ۳۰ - دین کی باتیں بے شوق لوگوں کو سُنانا دین کی بے قدری کرانا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاُخْبَرُ بِمَکَانِکُمْ فَمَا یَمْنَعُنِیْ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْکُمْ اِلَّا مَخَافَۃَ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَ قَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَۃِ مَخَافَۃَ السَّآمَۃِ عَلَیْنَا (صحیح ثابت) ۱۲۴/۳

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے مجھے آپ لوگوں کے ذوق و شوق کا حال بتلایا گیا ہے کہ آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں روزانہ آپ کے سامنے بیان کیا کروں۔ مجھے اس کام کے کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں، سوائے اس کے کہ میں ڈرتا ہوں کہ روز روز کے میرے وعظ کرنے سے آپ اکتا نہ جائیں اور حال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کبھی کبھی وعظ سُناتے تھے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ہم آپ کے وعظ سے اُکتا نہ جائیں۔

مطلب یہ ہے کہ وعظ و نصیحت کا فائدہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ سُننے والے اُسے شوق اور دل کی توجہ سے سُنیں اور بے دلی کے ساتھ وعظ سُننے کا کوئی فائدہ نہیں۔ نیز سامعین کی بے رغبتی کے ساتھ اُنہیں دین کی باتیں سُنانا بے نتیجہ کام ہے۔ اسکے علاوہ بے شوق لوگوں کو دین کی باتیں سُنانی اور بتانی دین کی[۳]

[۳] بے عزتی کرانی ہے۔ بخاری جلد ۲ میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۔ ہر فرض نماز کے بعد عذاب قبر سے محفوظ رہنے کی دُعا کرو۔

قَالَتْ عَائِشَةُ مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ صَلوٰةً اِلَّا وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ ۱۲۴/۹

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نماز ایسی نہیں دیکھی جس کے بعد آپ نے نہ کہا ہو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے حالات ومقالات، حالات ومقالات صحابہؓ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۳۲۔ بے حیا آدمی سے اچھی توقّعات رکھنا حماقت ہے۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ ۱۲۴/۱۴ (ثابت مشهور من حديث منصور)

حضرت ابی مسعودؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نبوّت کی باتوں میں سے لوگوں کی زبان پر یہ بات رہ گئی ہے، کہ جب تجھ میں حیا نہ ہو، پس تو کر، جو تیرے دل میں آئے۔

حدیث نمبر ۳۳۔ اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے کی وصیت پر مغفرت۔

عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسِیْءُ الظَّنَّ بِعَمَلِهٖ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اطْحَنُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُوْنِیْ فِی الْبَحْرِ فِیْ يَوْمٍ عَاصِفٍ فَاِنَّ رَبِّیْ اِنْ قَدَرَ عَلَیَّ لَمْ يَغْفِرْ لِیْ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا بِهٖ ذٰلِكَ فَجَمَعَهٗ

حضرت حذیفہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پہلے زمانہ میں ایک آدمی تھا۔ جو اپنے اعمال کے متعلّق بدگمان تھا۔ اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دیجیو۔ پھر چکّی میں پیس کر میرا آٹا بنا دیجیو، پھر تیز ہوا کے دن مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے دریا میں بہا دیجیو۔ کیونکہ اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوگیا تو وہ مجھے معاف نہ کرے گا

اَللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ مَاحَمَلَكَ عَلَى الَّذِیْ فَعَلْتَ قَالَ مَاحَمَلَنِیْٓ اِلَّا مَخَافَتَكَ فَغَفَرَلَہٗ۔ سہ ۱۲۴/۲۲

پس جب وہ مرگیا تو گھروالوں نے اُس کے حکم کے مطابق اس کی لاش کے ساتھ وہی سلوک کیا جس کی اُس نے وصیت کی تھی۔ لیکن اللہ عزّوجلّ نے اس کی ساری راکھ کو جمع کرکے اُس کے تمام جسم کو مکمّل کرکے کھڑا کیا اور اُس سے پوچھا۔ تُونے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا۔ مَیں نے یہ کام محض آپ کے خوف کی وجہ سے کیا یعنی مجھے آپ کی پکڑ اور عذاب سے ڈر لگتا تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے جب اُس کی یہ بات سُنی تو اُس کے گناہوں کو بخش دیا۔

حدیث نمبر ۳۴ ۔ گھر سے نکلو تو یہ دُعا پڑھو، آفات سے محفوظ رہوگے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے باہر نکلا کرتے تھے تو یہ پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَزِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ۔ ۱۲۵

اے اللہ مَیں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ پھسل جاؤں یا راستہ گم کردُوں یا کسی پر ظُلم و زیادتی کروں یا کوئی مجھ پر زیادتی اور ظُلم کرے یا نادانی کروں، یعنی کسی کے ساتھ جاہلوں والا برتاؤ کروں یا کسی کی طرف سے میرے ساتھ جاہلوں والا سلوک کیا جائے۔ یعنی کوئی شخص میرے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسے جاہل لوگوں کی عادت ہے۔

حدیث نمبر ۳۵ ۔ قربانی کی عید میں نماز عید سے پہلے قربانی نہ کرو۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَلْیُعِدِ الذِّبْحَ ۱۲۵/۲

حضرت براء بن عازبؓ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص قربانی کی عید کی نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرے اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنی قربانی دوسری مرتبہ کرے۔

تشریح: یہ حکم احناف کے نزدیک شہروں کے لئے ہے جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور دیہات والے اس

سہ یہ روایت صحیح بخاری جلد ا صـ۲۹۵ پر حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ سے الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔

حکم کے پابند نہیں۔ کیونکہ دیہات میں عیدین اور جمعہ کی نماز حضرت ابو حنیفہؒ کے مذہب میں درست نہیں ہے۔
یہ روایت صاحبِ مشکوٰۃ نے بھی ص ۱۲۹ پر الفاظ کے فرق کے ساتھ بحوالہ مسلم و بخاری نقل فرمائی ہے پس عید کی نماز سے قبل جو قربانی کرے گا، اُس پر دوسری قربانی واجب ہے۔

حدیث نمبر ۳۶ ۔ ہمارے پیغمبرؑ کا گھرانا اور اس کا کھانا۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ۔ ۱۲۵/۱۲

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل یعنی گھر والے جب سے وہ لوگ مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے، ان حضرات نے پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی تین ۳ دن تک مسلسل نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ سے جا ملے یعنی وفات پا گئے۔

حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام کے عرصہ میں باوجود اس شان و شوکت کے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں آپؐ کو حاصل تھی۔ حضورؐ کے اہلِ بیت، یعنی ہم لوگوں کو پے در پے تین ۳ دن بھی گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کھانی نصیب نہیں ہوئی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے حالات ومقالات "حالات ومقالاتِ صحابہؓ" جلد ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ اسود بن یزید کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتی ہیں:

مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ۵۷۷

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے پے در پے دو دن بھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپؐ وفات پا گئے۔ یعنی آپؐ کی زندگی میں کبھی بھی ایسا موقعہ نہیں آیا کہ آپ کے گھر والوں نے مسلسل دو ۲ دن تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی ہو۔ اور حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

جلد اوّل

مَا کَانَ یَفْضُلُ عَنْ اَھْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِیْرِ۔ ۵۷۷ (ترمذی)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے یہاں جو کی روٹی بھی نہیں بچتی تھی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبِیْتُ اللَّیَالِیَ الْمُتَتَابِعَۃَ طَاوِیًا ھُوَ وَاَھْلُہٗ لَا یَجِدُوْنَ عِشَاءً وَّ کَانَ اَکْثَرُ خُبْزِھِمُ الشَّعِیْرُ۔ ۵۷۷ (ترمذی)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے لگاتار کئی راتیں اس حال میں گذارتے تھے کہ اپنے گھٹنے پیٹ کے ساتھ لگا کر سو رہتے۔ کیونکہ ان حضرات کو رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ اکثر اوقات اُن کی روٹی جو کے آٹے کی ہوتی تھی۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھلنی سے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی ہے تو حضرت سہلؓ نے فرمایا۔ مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک چھنے ہوئے آٹے کی روٹی دیکھی بھی نہیں۔ حضرت سہلؓ سے پوچھا گیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تم لوگوں کے پاس چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں ؟ جواب دیا کہ ہمارے پاس چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں۔ سائل نے کہا۔ پھر تم لوگ جو کی روٹی کیسے پکاتے تھے۔ فرمایا۔ ہم جو کے آٹے پہ پھونک مار دیتے تھے۔ جو اُڑنا ہوتا تھا، اُڑ جاتا تھا اور جو رہ جاتا تھا اُس کو ہم گوندھ لیتے تھے۔

اسود بن یزید حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا :

مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِیْرٍ یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ۔ ۵۷۸

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار دو دن بھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں مسلسل دو دن بھی ایسے نہیں گذارے جن میں جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی ہو۔ حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں ام المؤمنین عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو

حضرت مائی صاحبہؓ نے میرے لئے کھانا منگایا اور فرمایا۔ مَا اَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَاَشَاءُ اَنْ اَبْکِیْ اِلَّا بَکَیْتُ ۔ میں تو پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھا سکتی کیونکہ جب اس کا ارادہ کرتی ہوں تو بے اختیار مجھے گریہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسروقؒ کہتے ہیں، میں نے کہا۔ کس لئے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

اَذْکُرُ الْحَالَ الَّتِیْ فَارَقَ عَلَیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدُّنْیَا وَاللّٰہِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ مَرَّتَیْنِ فِیْ یَوْمٍ وَاحِدٍ۔ ۵۷۸

مجھے یاد آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حال جسے چھوڑ کر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں دو مرتبہ نہ پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور نہ کبھی پیٹ بھر کر ایک دن میں دو مرتبہ گوشت کھایا۔

حضرت مالک بن دینارؒ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کے حوالہ سے امام ترمذیؒ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ مالک بن دینارؒ نے فرمایا:

مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَحْمٍ اِلَّا عَلٰی ضَعَفٍ قَالَ مَالِکٌ سالت رَجُلًا مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ مَا الضعف فَقَالَ اَنْ یَّتَنَاوَلَ مَعَ النَّاسِ۔ (ترمذی) ۵۷۳

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور نہ ہی آپ نے پیٹ بھر کر گوشت کھایا۔ ہاں جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے، تو اس وقت پیٹ بھر کھا لیتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور ان کا مقام۔

عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ لَاَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاِنَّکَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ بات بالکل پکی اور سچی ہے کہ آپ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں اور بیشک آپ مجھے

أَهْلِي وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي وَإِنِّي لَا أَكُونُ فِي الْبَيْتِ فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ حَتّٰى آتِيَكَ فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَأَنِّي إِنْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ حَسِبْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ فَلَمْ يَرُدَّ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ شَيْئًا حَتّٰى نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ (نساء۔ پارہ ۵۔ آیہ ۶۹)

میری بیوی سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں اور یہ صحیح بات ہے کہ آپؐ مجھے میرے بچّوں سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں اور بات یہ ہے کہ میں جب بھی گھر میں ہوتا ہوں اور آپؐ مجھے یاد آجاتے ہیں تو مجھ سے صبر نہیں ہوتا اور میں اُسی وقت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کا دیدار کر لیتا ہوں اور جب مجھے اپنی اور آپؐ کی وفات یاد آتی ہے تو یقین کرتا ہوں بیشک آپ جنّت میں تشریف لے جائیں گے تو نبیوں والی منزلوں میں آپؐ کو پہنچا دیا جائے گا اور میں اگر جنّت میں چلا گیا تو خیال کرتا ہوں کہ آپؐ کا دیدار نہ کر سکوں گا اس لئے کہ میں اس جنّت میں ہوں گا جو عام لوگوں کے لئے بنائی گئی ہیں پس مجھے یہ فکر ہے کہ جنّت میں جا کر آپ کی زیارت سے محروم رہوں گا، تو اس صورت میں جنّت میں میرا گذارہ کیسے ہوگا اور آپ کے دیکھے بغیر مجھے چین کیسے آئے گا۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خاموش رہے۔ یعنی اس صحابیؓ کو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اتنی دیر میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام یہ آیت لے کر آسمان سے آئے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ (نساء۔ آیۃ ۶۹) ۱۲۵/۲۳

اور جو کوئی مرد یا عورت اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا یعنی اُن کے کہے پر چلے گا بس اس قسم کے مرد عورت اُن لوگوں کے ساتھ رہیں گے جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا اور انہیں اپنی خاص رحمتوں سے

نوازا، وہ لوگ پیغمبر ہیں، صدیقین اور شہید لوگ ہیں اور اللہ کے نیک بندے یعنی خدارسیدہ لوگ ہیں اور یہ ساتھی نہایت اچھے ساتھی ہیں (جنہیں نصیب ہو جائیں)۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کسی کے پاس نبیوں، صدّیقوں اور شہیدوں اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں والے اعمال نہ ہوں، مگر وہ مرد یا عورت جو اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت یعنی اُن کے فرمان کے بموجب زندگی گذارنے کی کوشش میں رہیں گے، اس اطاعت اور فرمانبرداری کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُنھیں اس مقام پر پہنچائیں گے جن کی تابعداری کرکے وہ جنّت میں جانے کے قابل ہوئے ہیں یعنی مخدوم حضرات جنّت کے جس مقام پر پہنچیں گے، اُن کے خادم بطور خادمیت کے اُن کے پاس پہنچ جائیں گے۔

حدیث نمبر ۳۸ ۔ حج گناہوں سے جب پاک کرتا ہے جب حاجی گناہ اور بے حیائی سے بچتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَیْتَ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ۔۱۲۶ (صحیح متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ جس مرد وعورت نے اس گھر یعنی خانہ کعبہ کا ایسا حج کیا کہ حج کے دوران اُس نے نہ کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات کی، نہ ہی کوئی گناہ کیا۔ یہ حج کرنے والا جب حج سے فارغ ہوکر گھر کو واپس آئے گا تو اُس دن کی طرح وہ پاک صاف ہوگا جب اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے پاک صاف ہوکر لوٹے گا۔ اور اگر دورانِ حج بے ہودہ باتیں اور بے حیائی اور گناہ کے کام یا کلام کرتا رہا، تو وہ حاجی جیسا گیا تھا ویسا ہی لوٹے گا یعنی گناہوں سے پاک نہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۳۹ ۔ جو مسلمان اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطعِ تعلّق کرے گا، جہنّم میں جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا هِجْرَةَ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ مَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ تین دن سے زیادہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ جس نے تین دن سے زیادہ مسلمان کو

جلد اوّل

فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ۔　۱۲۶/۹　چھوڑے رکھا اور وہ اس حال میں مرگیا تو جہنم میں جائے گا۔

تشریح: ہاں اگر کسی آدمی کو اس کی بے دینی کے باعث اصلاحِ احوال کی نیت سے چھوڑ دے تو وہ اس حدیث کی وعید سے مستثنیٰ ہے۔

حدیث نمبر ۴۰ — جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ شیطان کا رزق ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اِبْلِيْسُ يَارَبِّ لَيْسَ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِكَ اِلَّا جَعَلْتَ لَهٗ رِزْقًا وَمَعِيْشَةً فَمَا رِزْقِيْ قَالَ مَالَمْ يُذْكَرْ عَلَيْهِ اِسْمِيْ۔ ۱۲۶ (غريب من حديث منصور و فُضَيل لم يروه عنه مثلا الا الهُشَيْم۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابلیس نے اللہ سے کہا۔ اے میرے رب تیری مخلوق میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے واسطے تو نے رزق نہ بنایا ہو اور اس کے گذر اوقات کی سبیل نہ بنائی ہو۔ آخر میں بھی تیری مخلوق ہوں۔ میرا رزق کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تیرا رزق وہ کھانا ہے جس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اور جو کھانا بھی میرا نام لیکر نہ کھایا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ شیطان کا کھانا ہے اور جو شیطان کا کھانا کھائے گا وہ اعمالِ خیر سے محروم رہے گا۔

حدیث نمبر ۴۱ — مؤمن کا اعزاز قیامت کے دن۔

عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ قِيْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِؓ بْنِ عُمَرٍو اِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍؓ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَسْبَحُ فِيْ عَرَقِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اَنْفَهٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرٍوؓ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ كَرَاسِيَ مِنْ لُؤْلُؤٍ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا وَ يُظَلَّلُ عَلَيْهِمْ بِالْغَمَامِ وَيَكُوْنُ

حضرت خیثمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کہا گیا کہ ابن مسعودؓ صحابی کہتے ہیں کہ آدمی قیامت کے دن البتہ اپنے پسینہ میں تر اور ہو کر پھرے گا، یہاں تک کہ اس کا پسینہ اس کی ناک تک پہنچ جائے گا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ اہل ایمان کے لئے اس دن موتیوں سے بنی ہوئی کرسیاں رکھی

جلد اوّل

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِمْ كَسَاعَةٍ مِنْ نَهَارٍ أَوْ كَاحَدِ طَرْفَيهِ ۔ $\frac{126}{22}$

جائیں گی، جن پر یہ لوگ بیٹھے ہوں گے اور ان کے اوپر بادلوں کا سایہ کرایا جائے گا اور قیامت کا ہزار سال کا دن ان پر ایسے گذر جائے گا جیسے دن کی ایک گھڑی یا فرمایا صبح کی طرح یا شام کی طرح قیامت کا دن اُن پر گذر جائے گا۔

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص کے حالات ومقالات، حالات ومقالاتِ صحابہؓ جلد ا میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۴۲ — حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا مِنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ مَا لَمْ تُنْتَهَكْ مَحَارِمُ اللّٰهِ فَإِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ شَيْءٌ كَانَ أَشَدَّهُمْ فِي ذٰلِكَ غَضَبًا وَمَا خُيِّرَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مَأْثَمًا۔ (ثَابِتٌ صَحِيحٌ) $\frac{127}{2}$

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کبھی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حقوق کے ضائع کرنے والے سے بدلہ لیتے نہیں دیکھا یعنی جب بھی کسی نے آپ کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا تو آپ نے اُس سے کبھی بھی انتقام اور بدلہ نہیں لیا جبتک کہ اللہ کے محرّمات کو نہ توڑا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی حرام چیز توڑ ڈالی گئی تو اس صورت میں آپ سخت ناراض ہو جاتے تھے — اور جب آپؐ کو دو کاموں کے کرنے کا اختیار دیا گیا، "یہ کام کرو یا یہ کرو"۔ تو اس صورت میں آپ اس کام کو اختیار کرتے جو اُن میں زیادہ سے زیادہ آسان اور سہولت والا ہو۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور اس میں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

اس حدیث کی روایت کرنے والی حضرت عائشہؓ کے حالات ومقالات، حالات ومقالاتِ صحابہؓ میں پڑھیں۔

حدیث نمبر ۴۳ — اللہ والوں سے دعا کرانے کی تاکید

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ مَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَضْطَرِبُ فَقَامَ يَدْعُو اللّٰهَ

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ بن عمران ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر

عَزَّ وَجَلَّ اَنْ یُّعَافِیَهٗ فَقِیْلَ لَهٗ یَا مُوْسٰی اِنَّهٗ لَیْسَ یُصِیْبُهٗ خَبْطٌ مِنْ اِبْلِیْسَ وَلٰکِنَّهٗ جَوَّعَ نَفْسَهٗ فَهُوَ الَّذِیْ تَرَاهُ اِنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ کُلَّ یَوْمٍ مِرَارًا اَتَعَجَّبُ مِنْ طَاعَتِهٖ فَمُرْهُ فَلْیَدْعُ لَکَ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدِیْ کُلَّ یَوْمٍ دَعْوَةً ۱۲۷/۱۰ (غریب من حدیث فضیل)

موسیٰؑ کو ترس آیا اور کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا کرنے لگے۔ اے اللہ اس کو عافیت دیدے اور اچھا کر دے حضرت موسیٰؑ سے کہا گیا کہ یہ شخص شیطان کی جھپٹ میں نہیں آیا لیکن اُس نے تو اپنے کو بھوکا رکھا ہے اور بھوک کی تکلیف کی وجہ سے تم اس کا یہ حال دیکھ رہے ہو۔ یہ شخص مجھے اتنا پیارا ہے کہ میں اسے دن میں کئی کئی مرتبہ دیکھتا ہوں۔ یعنی میں دن میں کئی کئی دفعہ اس کی طرف اپنی رحمت کی نظر سے دیکھتا ہوں، مجھے اس کی طاعات پر تعجب ہوتا ہے یعنی میں اس کی فرمانبرداری پر بڑا خوش ہوتا ہوں۔ پس اے موسیٰ تجھے چاہیئے کہ تُو اس سے درخواست کرے کہ یہ تیرے لئے دُعا کرے، کیونکہ میں ہر روز اس کی ایک دُعا قبول کرتا ہوں، چاہے وہ مجھ سے کچھ بھی مانگے۔

حدیث نمبر ۲۴ — جہاد کے گھوڑے میں ہمیشہ خیر رہے گی

عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِیِّ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْخَیْلَ مَعْقُوْدٌ^عہ فِیْ نَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ قِیْلَ وَمَا ذَاکَ قَالَ الْاَجْرُ

حضرت عروۃ البارقیؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ صحیح بات ہے کہ جہاد کے گھوڑے میں بھلائی ہمہ وقت قائم رہتی ہے اور صرف اُسی زمانہ کے گھوڑوں میں نہیں بلکہ خیر کا یہ اثر جہاد کے گھوڑوں

عہ "الخیل معقود فی نواصیها الخیر" ای ملازم لها کانّهٗ معقود منها۔ النهایة ۱۷۱/۳ وفی حدیث عمر هلك اصل العقد وربّ الکعبة۔ یعنی اصحاب الولایات علی الامصار من عقد الالویة لِلْاُمَرَاءِ۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے "قسم ہے کعبہ کے رب کی ہلاک ہوں گے اور تباہ و برباد ہوں گے شہروں کے سلطان اور حاکم جن کے مکانوں اور ٹھکانوں پر جھنڈے لہرائے جائیں گے۔ النهایہ جلد ۳ صفحہ ۲۷

وَالْمُغْنَمُ ـ ۱۲۷/۱ (مشہور من حدیث شعبی) میں قیامت تک رہے گا۔ عرض کیا گیا، اِس کا کیا مطلب ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ خیر سے مراد ثواب ہے، دوسرے مالِ غنیمت کا حاصل کرنا۔

حدیث نمبر ۴۵ ۔ مال و زر کی بے وقعتی اور حضورؐ کے نزدیک اس کا صحیح مصرف۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَفِيْ يَدِهٖ قِطْعَةٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ قَائِلًا لِرَبِّهٖ وَهٰذِهٖ عِنْدَهٗ؟ فَقَسَمَهَا قَبْلَ اَنْ يَقُوْمَ ثُمَّ قَالَ مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مِثْلَ هٰذَا الْجَبَلِ وَاَشَارَ اِلٰى اُحُدٍ ذَهَبًا يُنْفِقُوْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَتْرُكُ مِنْهَا دِيْنَارًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بِيْضٍ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَةً وَلَقَدْ تَرَكَ دِرْعَهٗ مَرْهُوْنَةً عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ بِثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِنَ الشَّعِيْرِ كَانَ يَأْكُلُ مِنْهُ وَيُطْعِمُ عِيَالَهٗ ـ (غریب من حدیث فضیل) ۱۲۷/۴۵

حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور آپؐ کے دستِ مبارک میں سونے کی ایک ڈلی تھی۔ آپ نے عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا۔ محمدؐ اپنے رب سے کیا کہے گا جبکہ اس کے پاس یہ ہو۔ پس آپؐ نے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے اُس ڈلی کو تقسیم کر دیا۔ اور پھر ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ محمدؐ کے اصحابؓ کے پاس اس پہاڑ (یعنی اُحد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) کی برابر سونا ہو اور وہ لوگ سارے سونے کو تو خرچ کر ڈالیں اور اُس میں سے ایک دینار اپنے پاس رکھ لیں۔ یہ سُنا کر حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے دن میں وفات پائی اور آپ نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم۔ یعنی نہ سونے کا سکّہ چھوڑا نہ چاندی کا، اور نہ ہی اپنے بعد کوئی غلام چھوڑا اور نہ کوئی باندی ہاں ایک زرہ چھوڑی اور وہ بھی ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع تقریباً چار پانچ من جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔ اور یہ جو آپ نے یہودی سے ادھار لیے تھے اُن ہی میں سے آپ خود کھاتے رہے اور یہی اپنے گھر والوں کو کھلاتے رہے۔

جلد اوّل

حدیث نمبر ۴۶ ـــــ اگر اللہ کا دیدار چاہتے ہو تو صبح وعصر کی نماز نہ چھوڑو۔

عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ نَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ فَقَالَ اَمَا اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ وَاَشَارَ اِلَی الْقَمَرِ بِالسَّبَابَۃِ لَا تُضَامُّوْنَ عہ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَاءَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا۔ الایۃ ۲۸ (صحیح متفق علیہ)

حضرت جریرؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا۔ سُن لو عنقریب تُم لوگ اپنے رب کو قیامت کے دن اسی طرح دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اور آپ نے چاند کی طرف شہادت کی اُنگلی سے اشارہ کیا، کہ جیسے تمہیں اس کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی یعنی بھیڑ کے باعث کسی کو دیکھنے میں زحمت نہ ہوگی یا یہ مطلب ہو کہ کوئی شخص اس کے دیدار سے محروم نہ رہے گا۔ پس اگر تمہاری ہمت ہو تو سورج نکلنے سے پہلے فجر کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کو کبھی نہ چھوڑنا۔ مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز اور عصر کی نماز پوری پوری پابندی سے پڑھتے رہنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا۔ اور تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر بلا تکلیف دیدارِ الٰہی کے طالب ہو تو صبح اور عصر کی نماز کا بطور خاص اہتمام کرنا۔

حدیث نمبر ۴۷ ـــــ بیت اللہ کا طواف بھی نماز ہے

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

عہ یروی بالتشدید والتخفیف فالتشدید معناہ لا ینضم بعضکم الٰی بعضٍ تزدحمون وقت النظر الیہ و معنی التخفیف لا ینالکم ضیم فی رویتہ فیراہ بعضکم دون بعضٍ والضیم الظلم۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلوٰۃٌ اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ اَحَلَّ فِیْہِ الْمَنْطِقَ فَمَنْ نَطَقَ فَلَا یَنْطِقُ اِلَّا بِخَیْرٍ۔ ۱۲۸/۱۵

علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ اللہ نے اس میں بولنا حلال کر دیا۔ پس جو کوئی دیکھے یا بولے تو اس کو چاہیئے کہ وہ بھلی بات کے سوا اپنی زبان سے کوئی اور بات نہ کہے۔

حدیث نمبر ۴۸ — قتل کرانے والے شیطان کو بڑا شیطان عزت کا تاج پہناتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رضی یَرْفَعُہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْلِیْسَ یَبْعَثُ جُنُوْدَہٗ کُلَّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ فَیَقُوْلُ مَنْ اَضَلَّ رَجُلًا اَکْرَمْتُہٗ وَمَنْ فَعَلَ کَذَا فَلَہٗ کَذَا فَیَاْتِیْ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ لَمْ اَزَلْ بِہٖ حَتّٰی طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ قَالَ یَتَزَوَّجُ اُخْرٰی فَیَقُوْلُ لَمْ اَزَلْ بِہٖ حَتّٰی زَنٰی فَیُجِیْزُہٗ وَیُکْرِمُہٗ وَیَقُوْلُ لِمِثْلِ ھٰذَا فَاعْمَلُوْا وَیَاْتِیْ اٰخَرُ فَیَقُوْلُ لَمْ اَزَلْ بِفُلَانٍ حَتّٰی قَتَلَ فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً یَجْتَمِعُ اِلَیْہِ الْجِنُّ فَیَقُوْلُوْنَ لَہٗ یَا سَیِّدَنَا مَا الَّذِیْ فَرَحَکَ فَیَقُوْلُ اَحَدُ بَنِیْ فُلَانٍ اِنَّہٗ لَمْ یَزَلْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ یَفْتِنُہٗ وَیَصُدُّہٗ حَتّٰی قَتَلَ رَجُلًا

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بحوالہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ شیطان اپنے لشکروں کو ہر صبح اور ہر شام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ تم میں سے جو کوئی کسی آدمی کو گمراہ کرے گا میں اس کا اکرام کروں گا اور جو کوئی یہ کام کرے گا اس کو یہ انعام ملے گا۔ چنانچہ ان میں کا ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ شیطان کہتا ہے پھر وہ دوسری سے نکاح کر لے گا۔ وہی شیطان پھر کہتا ہے۔ میں اس کے ساتھ چمٹا رہا یہاں تک کہ اس نے زنا کر لیا۔ یہ سن کر شیطان اس کو انعام دیتا ہے اور اس کا اکرام کرتا ہے اور دوسرے شیطانوں سے کہتا ہے تم لوگ اس جیسا کام کیا کرو۔ پھر دوسرا شیطان آتا ہے اور اپنی کارگزاری بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں آدمی کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ اس نے قتل

وَ دَخَلَ النَّارَ فَیُجِیْزُہٗ وَ یُکْرِمُہٗ کَرَامَۃً لَّمْ یُکْرِمْ بِھَا اَحَدًا مِّنْ جُنُوْدِہٖ ثُمَّ یَدْعُوْا بِالتَّاجِ فَیَضَعُہٗ عَلٰی رَأْسِہٖ وَ یَسْتَعْمِلُہٗ عَلَیْھِمْ۔ (رواہ فضیل) ۱۲۹/۱

کر ڈالا۔ یہ سن کر ابلیس ایسی چیخ مارتا ہے کہ اُس کے پاس دُور دُور کے جنّات اور شیاطین جمع ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے ہمارے آقا آپ کو کس چیز نے اتنا خوش کیا۔ ابلیس کہتا ہے کہ فلاں قبیلہ کے شیطان نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ بنی آدم کے ایک مرد کے ساتھ لگا رہا، اُسے فتنہ میں ڈالتا رہا اور اُسے دین سے منحرف یعنی اسلام کی پابندی کرنے سے روکتا رہا۔ یہانتک کہ اُس نے ایک آدمی کا خون کر دیا اور وہ اُس کے قتل کی وجہ سے جہنّم کا مستحق ہوگیا۔ یہ کہہ کر آنے والوں کے سامنے اُس شیطان کو ابلیس انعام دیتا ہے اور اس کا ایسا اکرام کرتا ہے کہ اپنے لشکروں میں اُس نے ایسا انعام و اعزاز اس سے پہلے کسی کو بھی نہیں بخشا تھا پھر تاج منگاتا ہے اور قتل کرانے والے شیطان کے سر پر رکھ دیتا ہے اور اُسے دوسرے شیاطین پر سردار بنا دیتا ہے۔

جلد اوّل

حدیث نمبر ۱۴۹ —— دین دار آدمی ہر حال میں فائدہ پہنچاتا ہے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اِنْ مَاشَیْتَہٗ نَفَعَکَ وَ اِنْ شَاوَرْتَہٗ نَفَعَکَ وَ اِنْ شَارَکْتَہٗ نَفَعَکَ وَ کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِہٖ مَنْفَعَۃٌ۔ غَرِیْبٌ بِھٰذَا اللَّفْظِ تَفَرَّدَ بِہٖ لَیْثٌ عَنْ مُجَاھِدٍ وَ ھُوَ ثَابِتٌ صَحِیْحٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِیْثِ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ ۱۲۹/۱۵

حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ مؤمن یعنی دین دار مسلمان کے ساتھ اگر تُو چلے گا، تو وہ تجھے نفع پہنچائے گا۔ اور اگر تُو اُس سے مشورہ کرے گا تو وہ تجھے فائدہ پہنچائے گا اور اگر تُو اس کے ساتھ مل کر کسی چیز میں شریک رہے گا، تب بھی وہ تجھے نفع دے گا اور مؤمن یعنی اللہ والے کے ہر کام اور اس کی ہر بات میں نفع ہی نفع ہے —— مطلب یہ ہے کہ دین دار اور اللہ والے سے جتنا بھی اور جیسا بھی تعلّق رکھو گے اور

اُس کی جس قدر بھی صحبت اختیار کروگے، اُس سے بہرصورت فائدہ اُٹھاؤ گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ کے حالات ومقالات، حالات ومقالاتِ صحابہؓ جلد امیں پڑھیں۔

حدیث نمبر ۵۰ ۔صلہ رحمی کی تعریف یہ ہے کہ توڑنے والے سے جوڑے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُعَافِي بِالْمُوَاصِلِ وَلٰكِنَّ الْمُوَاصِلَ مَنْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔ ۱۲۹/۴

عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، بدلہ دینے والا نہیں ہے رحم کا جوڑنے والا۔ لیکن رحم کا اور قرابت کا جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اسکی قرابت کاٹ دی جائے تو یہ اس کو جوڑ دے۔

حدیث نمبر ۵۱ ۔غلاموں کی دعوت قبول کرنا، گدھے کی سواری اور بیماروں کو پوچھنا، رسول اللہؐ کا معمول تھا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِيْبُ الْعَبْدَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيَعُوْدُ الْمَرِيْضَ۔ ۱۳۱/۶

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غلام کی دعوت پر چلے جاتے اور گدھے پر سواری کر لیتے اور مریض کی بیماری میں اُس کی عیادت کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۵۲ ۔آنحضرتؐ ہر رات حٰم سجدہ اور سورۂ مُلک پڑھ کر سویا کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ، وَتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔ ۱۲۹/۲۰

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس وقت تک نہ سوتے تھے جبتک سورۂ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ اور سورۂ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ نہ پڑھ لیتے تھے۔

حدیث نمبر ۵۳ ۔رات میں اُٹھ کر سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھنے والا ناکام اور رُسوا نہ ہوگا۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَيَّبَ

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی ناکام

اللہُ عَبْدًا قَامَ فِی جَوْفِ اللَّیْلِ فَافْتَتَحَ[عہ] سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَ آلِ عِمْرَانَ وَنِعْمَ کَنْزُ الْمُؤْمِنِ الْبَقَرَۃُ وَآلُ عِمْرَانَ۔

نہیں کیا اُس بندے کو جس نے رات میں اُٹھ کر سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیتیں تلاوت کیں اور اہلِ ایمان کا عمدہ اور اچھا خزانہ سورۃ بقرہ، اور سورۃ آل عمران ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اُن کو یاد کرنا چاہیئے، جس طرح دنیادار دولت کا خزانہ جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں تم اس خزانہ کو جمع کر لو۔ اور یہ مطلب بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح دنیادار کے پاس اگر دولت کا خزانہ ہو تو وہ ہر طرح سے بے فکر ہو جاتا ہے، اسی طرح جن اہلِ ایمان کے پاس سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران جیسی سورتوں کی دولت موجود ہو اُس کو ہر قسم کے دُنیاوی فکرات سے بے فکر ہو جانا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۵۴ —— درود و سلام کی عظمت

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحُوْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ۔ (غریب من حدیث الثوری) ۱۳۰ے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے کچھ خاص فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ اُن کا کام یہ ہے کہ میری اُمت کے لوگوں کا سلام مجھے پہنچا دیا کریں۔

حدیث نمبر ۵۵ —— درود شریف پڑھنے کے برکات و ثمرات

عَنْ اَنَسٍؓ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَؓ قَالَ دَفَعْنَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اَطْیَبُ شَیْءٍ نَفْسًا فَقُلْنَا لَہٗ فَقَالَ وَمَا یَمْنَعُنِیْ وَاِنَّمَا خَرَجَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ آنِفًا فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ مَنْ

حضرت انسؓ، حضرت ابی طلحہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا۔ ہم حضور کی خدمت میں پہنچے تو آپ بہت زیادہ خوش و خرم اور بڑے ہشاش بشاش معلوم ہوتے تھے۔ ہم نے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں کیوں رُکوں اور تمہیں کیوں نہ بتاؤں

عہ افتتح ۔ افتتاح کی ماضی ہے۔ صاحب نہایہ نے اس کے معانی کے متعلق یہ لکھا ہے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے بقیہ صفحہ آئندہ

صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحٰی عَنْہُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ وَرَدَّ عَلَیْہِ مِثْلَ مَا قَالَ۔ (ثابت مشھور من حدیث انس عن ابی طلحۃ) ۱۳۱

ابھی ابھی جبریل علیہ السلام مجھے خبر دے کر گئے ہیں کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ اس کے واسطے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور جس طرح اُس نے درود پڑھا، ایسے ہی اللہ تعالےٰ اُس پر واپس فرما دیتا ہے یعنی اُس پر دس مرتبہ اپنی رحمت بھیجتا ہے۔

حدیث نمبر ۵۶

جس مجلس میں خدا کی یاد اور درود نہ ہو وہ مجلس گھاٹے میں رہتی ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ قَطُّ فَتَفَرَّقُوْا وَلَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا کَانَتْ عَلَیْھِمْ تِرَۃً عہ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنْ شَاءَ عَفٰی عَنْھُمْ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَھُمْ ۔ ۱۳۰/۴۳

حضرت ابو ہریرہؓ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب بھی کوئی جماعت کسی جگہ بیٹھی اور بیٹھ کر وہاں سے رخصت ہو گئی لیکن اُس مجلس میں ان لوگوں نے نہ تو اللہ کا ذکر کیا اور نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو اُن کی یہ مجلس قیامت کے دن اُن پر گھاٹے اور خسارے کی مجلس ہوگی یا تاوان کی مجلس ہوگی اگر وہ چاہے گا تو اُنہیں معاف کر دے گا، اور اگر چاہے گا تو اُنہیں عذاب دے گا۔

حدیث نمبر ۵۷

عذاب یعنی سزائے آخرت کیلئے دو انگلیوں کے گناہ بھی کافی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

جلد اوّل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اِفْتَتَحَ الْبِلَادَ، یعنی اُس نے شہروں کو فتح کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ کے معنی معلوم نہ تھے۔ آخر ایک عورت سے سُنا کہ وہ اپنے خاوند سے کہہ رہی تھی تَعَالَ اُفَاتِحْکَ۔ آئیں تیرا فیصلہ کر دوں۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) عہ تِرَۃً، کے معنی نہایہ میں نقص یعنی گھاٹے اور نقصان کے لکھے ہیں اور تاوان کے بھی معنی آتے ہیں۔ فقیر نے ترجمہ میں دونوں معنوں کی رعایت کی ہے۔ انصاری ۳ ستمبر ۱۹۷۱ء

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ یُؤَاخِذُنِیْ وَابْنَ مَرْیَمَ رَبِّیْ بِمَا جَنَتْ ھَاتَانِ یَعْنِیْ اِصْبَعَیْہِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْھَامَ وَالَّتِیْ تَلِیْھَا لَعَذَّبَنَا وَلَا یَظْلِمُنَا شَیْئًا۔ ۳۲

وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ میری اور ابن مریمؑ کی پکڑ کرے اُن کاموں پر اور اُن خطاؤں پر جو ان دونوں نے کئے۔ یعنی اُس اُنگلی نے جو انگوٹھے کے قریب ہے، اور اُس اُنگلی نے جو اُس سے قریب ہے یعنی شہادت کی اُنگلی اور بیچ والی اُنگلی نے جو اللہ کی نافرمانی کی ہے محض ان دو اُنگلیوں کی نافرمانی پر اگر اللہ تعالےٰ میری اور ابنِ مریم کی گرفت فرمائے۔ تو وہ ہم دونوں کو ضرور سزا دے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس عذاب دینے میں ہم پر بالکل ظُلم نہ کرے یعنی اس سزا دینے میں وہ حق بجانب ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کی ممتاز اور معصوم شخصیتیں دو انگلیوں کے گناہوں کی سزا سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اِس حدیث کو سُنانے کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم جیسے اولوالعزم پیغمبر بھی دو اُنگلیوں کے گناہوں پر اللہ کے مواخذہ سے بغیر اُس کے فضل کے نہیں بچ سکتے، پس تم لوگ تو سارے جسم کے ساتھ گناہ کرتے رہتے ہو۔ تمہارے ہاتھ گناہ کرتے ہیں، تمہارے پاؤں گناہ کرتے ہیں، تمہاری آنکھ کان زبان اور قلب و دماغ سب اعضاء گناہ کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کریں تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ پس ایسی صورت میں اوّل تو جہاں تک ممکن ہو اپنے تمام اعضاء کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کرتے رہو، اور اس کے ساتھ ساتھ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہو، اور کثرت سے توبہ و استغفار کرتے رہو، کیونکہ آدمی خواہ کتنا کچھ کرے اور کتنا ہی گناہوں سے بچے، مگر پھر بھی اس کے گناہوں کا کوئی شمار نہیں۔

حدیث نمبر ۵۸۔ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت آپ کی زرہ مبارک یہودی کے پاس گروی تھی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُہٗ رَھْنٌ

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس حالت میں کہ آپ کی

جلد اوّل

عِنْدَ رَجُلٍ یَهُودِیٍّ بِثَلَاثِیْنَ صَاعًا[ع] مِنَ الشَّعِیْرِ اَخَذَهٗ طَعَامًا لِاَهْلِهٖ۔ (مشهور من حدیث عکرمه) ۱۳۲/۱۸

زرہ ایک یہودی مرد کے پاس ۳۰ صاع جو کے بدلے رہن رکھی ہوئی تھی اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کی خوراک کیلئے لیے تھے

حدیث نمبر ۵۹ ۔ آنحضرتؐ کے گھر والوں کے پاس پورے پورے مہینہ آٹا نہ ہوتا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ یَأْتِیْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَلشَّهْرُ مَا یَخْتَبِزُوْنَ۔ ۱۳۳/۲۲

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر بعض دفعہ ایسا مہینہ بھی آجاتا تھا کہ آپکے گھر والوں کے پاس روٹی پکانے کے لئے کسی قسم کا بھی آٹا نہیں ہوتا تھا جس کی وجہ سے ہم پورے مہینہ روٹی نہیں پکاتے تھے۔

حدیث نمبر ۶۰ ۔ مکہ کا میدان سونے کا بنا کہ آپ کو پیش کیا گیا مگر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا یَا رَبِّ وَلٰكِنْ اَجُوْعُ یَوْمًا وَاَشْبَعُ یَوْمًا اِذَا اَشْبَعْتُ حَمِدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ وَ اِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْكَ وَ دَعَوْتُكَ۔

حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر میرے رب نے یہ پیش کش فرمائی کہ مکہ کی تمام کنکریلی زمین تمہارے لئے سونا بنا دوں۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا نہیں اے میرے رب۔ لیکن میں تو یہ بات پسند کرتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن پیٹ بھر کر روٹی کھاؤں پس جب پیٹ بھر لوں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہہ کر آپ کا شکر ادا

[ع] ایک صاع تقریباً ۳½ یا پونے چار سیر وزن کے برابر ہوتا ہے۔ اس حساب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری وقت اپنی زرہ گروی رکھ کر جو جو اپنے گھر والوں کی خوراک کیلئے لئے تھے، اُن کا وزن فی صاع پونے چار سیر کے حساب سے ۱۱۲½ سیر ۲-۳ من بنتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آخری وقت میں اتنی رقم بھی موجود نہ تھی جس سے دو تین من جو خرید کر اپنے گھر والوں کی خوراک کا بندوبست فرماویں اور آخری وقت میں بھی گھر والوں کو جو کھلاتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

کروں اور جب بھوکا رہوں تو آپ کے سامنے گڑگڑاؤں اور آپ سے دعا مانگو کہ اے اللہ مجھے کھانے کو دے۔

حدیث نمبر ۶۱ ۔ آنحضرتؐ نے ساری عمر عمدہ گیہوں کی روٹی مسلسل تین رات نہیں کھائی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبُرِّ السَّمْرَاءِ ثَلَاثَ لَيَالٍ حَتّٰى مَاتَ۔ ۱۳۷/۶

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری عمر میں تین رات بھی خالص گیہوں کی یا عمدہ گیہوں کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے۔ مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے ساری عمر میں مسلسل تین راتیں بھی خالص گیہوں کی روٹی نہیں کھائی۔

حدیث نمبر ۶۲ ——— جو حاکم ضرورت مند لوگوں پہ اپنا دروازہ بند رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پہ جنّت کا دروازہ بند رکھے گا۔ اور جس کا مقصد دنیا سمیٹنا ہوگا اس پہ میری شفاعت حرام ہوگی۔

عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ ضَرَبَ عَلَى النَّاسِ بَعْثًا فَخَرَجُوْا فَرَجَعَ اَبُو الدَّحْدَاحِ فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ اَلَمْ تَكُنْ خَرَجْتَ مَعَ النَّاسِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَضَعَهٗ عِنْدَكَ مَخَافَةَ اَنْ لَا تَلْقَانِیْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ وَلِیَ مِنْكُمْ عَمَلًا فَحَجَبَ بَابَهٗ عَنْ ذِیْ حَاجَةٍ لِلْمُسْلِمِيْنَ حَجَبَهُ اللّٰهُ اَنْ يَّلِجَ بَابَ الْجَنَّةِ

عون بن ابی جحیفہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے ایک وقت فرمان جاری کیا کہ تمام لوگ جہاد کے لئے نکل جائیں۔ پس لوگ جہاد کے واسطے نکل گئے۔ مگر ابو دحداحؓ صحابی واپس آ گئے۔ امیر معاویہؓ نے اُن سے کہا۔ کیا آپ لوگوں کے ساتھ جہاد کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ فرمایا کیوں نہیں، میں گیا تھا لیکن میں اس لئے لوٹ آیا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ایک حدیث سُن رکھی ہے میری طبیعت چاہی اور میرے دل نے تقاضہ کیا کہ وہ حدیث میں آپ کے گوش گذار کر دوں، اور اُسے آپ تک پہنچا دوں۔ اور میں یہ حدیث پہنچانے کیلئے آپ کے پاس اس لئے آ گیا ہوں کہ مجھے اس بات کا

وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا نَهْمَتَهُ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ جِوَارِيْ فَإِنِّيْ بُعِثْتُ بِخَرَابِ الدُّنْيَا وَلَمْ أُبْعَثْ بِعِمَارَتِهَا۔ ۱۳۰/۱۷

ڈر تھا کہ کہیں میری اور آپ کی پھر ملاقات نہ ہوسکے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ اے لوگو! جو تم میں سے حکومت کے کسی عہدہ پر والی ہو جائے اور وہ اپنا دروازہ مسلمان حاجت مندوں پر بند کرے یعنی اپنے دروازہ پر پہرہ لگادے اور دربان مقرر کردے جو لوگوں کو حاکم کے پاس نہ جانے دے یا وہ حاکم ضرورت مندوں سے ملاقات کرنے سے گریز کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے حاکم کیلئے جنّت کے دروازہ پر پہرہ بٹھادے گا تاکہ یہ حاکم جنّت میں نہ جاسکے۔ اور جو شخص اپنا بڑا مقصد دُنیا کو بنائے گا اللہ تعالیٰ اُس پر میرا قرب اور میری حمایت کو حرام کردے گا یعنی جس کے پیش نظر صرف دُنیا، اُسکی دولت اور اُس کا اقتدار ہوگا، اللہ تعالےٰ مجھ پر اُس کی حمایت کرنے اور اُس کی حفاظت کرنے اور مدد کرنے کو حرام کردے گا۔ کیونکہ مجھے اس جہان میں بطور خاص دنیا کے اُجاڑنے اور ویران کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے، اور مجھے دُنیا کے آباد کرنے اور اُسے بارونق بنانے کے لئے اس جہان میں نہیں بھیجا گیا۔

حدیث نمبر ۶۳۔ اللہ تعالیٰ سائلوں کو اپنے در سے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔

عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ كَرِيْمٌ حَيِيٌّ يَكْرَهُ إِذَا بَسَطَ الرَّجُلُ يَدَهُ أَنْ يَرُدَّهَا صِفْرًا لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ۔ ۱۳۱/۱۹

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ بیشک اللہ کریم اور بڑا حیا والا ہے۔ جب کوئی اُس کے آگے ہاتھ پھیلائے، تو وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی واپس کردے اور ان ہاتھوں میں دین دُنیا کی کوئی چیز نہ ہو۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنے سامنے ہاتھ پھیلانے والے کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے۔ مانگنے والے کو وہ کچھ نہ کچھ ضرور دیتا ہے۔ یا دنیا دیتا ہے یا آخرت دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۴ — آخرت کے مقابلہ میں دنیا بے حقیقت و بے ثبات ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ كَمَثَلِ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ فَتَعَلَّقَ بِخَيْطٍ مِنْهَا فَمَا لَبِثَ ذٰلِكَ الْخَيْطُ اَنْ يَّنْقَطِعَ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْفُضَيْلِ لَمْ نَكْتُبْهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ وَاَبَانَ بْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ لَا يَصِحُّ حَدِيْثُهٗ لِاَنَّهٗ كَانَ نَهِمًا بِالْعِبَادَةِ وَالْحَدِيْثُ لَيْسَ مِنْ شَانِهٖ۔ ۱۳۱/۲۴

حضرت انسؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔ دنیا و آخرت کا حال یہ ہے جیسے ایک کپڑا ہو جو اوّل سے آخر تک پھٹ چکا ہو مگر اُس کے ایک دھاگہ کے ساتھ اُس نے اپنا تعلق قائم کر لیا یعنی اُس کپڑے کے ایک دھاگہ کے ساتھ لٹک گیا ہو۔ آخر یہ دھاگہ بھی زیادہ دیر تک باقی نہ رہا۔ اور ٹوٹ گیا یعنی دُنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایسی بے ثبات اور ناپائیدار ہے جیسے ایک کپڑا ہو جو اوّل سے آخر تک سارا پھٹ گیا ہو اور اس میں سے صرف ایک دھاگہ بچ گیا ہو اور اس کے ساتھ کسی نے تعلق یا وابستگی پیدا کر لی ہو۔ مگر دھاگہ آخر دھاگہ ہے کب تک باقی رہے گا۔ آج نہیں تو کل اور اب نہیں تو پھر ٹوٹ جائے گا۔ پھر ایسے ضعیف اور کمزور سہارے کے ساتھ جینا اور تعلق رکھنا جہالت نہیں تو کیا ہے، نادانی اور بے عقلی نہیں تو کیا ہے؟ آخر یہ دھاگہ کب تک باقی رہے گا، اور تو اس کے ساتھ کب تک چمٹا رہے گا۔ آخرت اس کے بعد یقیناً آنے والی ہے اور اُس کے آنے میں دھاگہ ٹوٹنے کی دیر ہے۔

حدیث نمبر ۶۵ — وقت سے پہلے نماز کیلئے تیار ہو کر جماعت کے انتظار میں بیٹھ جانے کی فضیلت

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر کسی کے واسطے جب تک کہ وہ اپنی نماز پڑھنے

مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَاحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ ۔ ۱۳۲/۴

کی جگہ موجود[1] رہے، فرشتے یہ دعائیں کرتے رہتے ہیں اے اللہ تو اس کی مغفرت کردے یعنی اس کے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ اس پر مہربانی فرما، اور اپنی رحمت سے اسے مالامال کردے۔ اور تم میں سے ہر کوئی آدمی نماز ہی میں مشغول رہتا ہے جبتک کہ باجماعت نماز پڑھنے کی خاطر نماز، نماز پڑھنے والے کو روکے رکھے۔

مطلب یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے انتظار میں بیٹھنے والا، اگرچہ وہ اُس وقت نماز نہیں پڑھتا ہے مگر جماعت کے انتظار میں بیٹھنے کی بدولت اللہ کے یہاں اس کو بغیر نماز پڑھے بھی نماز پڑھنے کا ثواب دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ فرشتوں کی دُعائیں اس کے واسطے مفت میں ہوں گی اور یہ اشارہ ہے اس امر کا کہ فرشتوں کی یہ دُعائیں قبول ہوں گی۔ اس کی مغفرت ہوگی یعنی دوزخ سے محفوظ رہے گا۔

حدیث نمبر ۱۶۶ - مجھے اُمّت کے بے علم ہونے کا ڈر نہیں، ہاں اس کے بے عمل ہونے کا فکر ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَيَّتُهَا الْاُمَّةُ اِنِّيْ لَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ فِيْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَلٰكِنْ اُنْظُرُوْا كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فِيْمَا تَعْلَمُوْنَ۔ ۱۳۳/۱

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُمّت کے لوگو! میں تمہارے اس علم کے متعلق خائف نہیں ہوں جو تم نہیں سیکھتے بلکہ تم لوگ اس کا خیال رکھو اور اس کو دیکھتے رہو کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اس علم کے بارہ میں جسے تم حاصل کرتے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنی اُمّت کے بے علم ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ ہاں مجھے اس بات کا فکر ہے کہ علم حاصل کرنے کے بعد تم اس پر عمل نہ کرو۔ اور اس بات کا خطرہ ہے کہ عالم بن کر بھی بے عمل رہو۔

[1] موجود رہنے کا مطلب وسیع ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھا رہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز کی جگہ بیٹھ کر نماز کے وقت کا، یا جماعت کھڑے ہونے کا انتظار کرتا رہے۔ محمد ادریس انصاری

حدیث نمبر ۶۷ فیاضی، سخاوت، خوش خلقی اللہ کو پسند اور گرے ہوئے اخلاق ناپسند ہیں۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ وَمَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ وَيُبْغِضُ سَفْسَافَهَا۔ ۱۳۳

حضرت سہل بن سعدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا کریم یعنی بڑا فیاض بڑی بخشش اور درگذری کرنے والا، بڑی عزت اور شرافت والا ہے۔ وہ کرم یعنی فیاضی بخشش درگذری اور شرافت کو پسند کرتا ہے۔ نیز وہ اعلےٰ اخلاق اور شریفانہ عادتوں کو بھی پسند کرتا ہے اور وہ نفرت کرتا ہے گرے ہوئے اخلاق اور کمینہ خصلتوں سے۔

تشریح حدیث ۶۷ : یہ حدیث دوسرے طریقوں سے ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ رَضِيَ لَكُمْ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ وَكَرِهَ لَكُمْ سَفْسَافَهَا۔

اللہ تعالیٰ تمہارے عمدہ اخلاق سے راضی ہے، اور برے اخلاق اس کو ناپسند ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے :

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُوْرِ وَيُبْغِضُ سَفْسَافَهَا۔

اللہ تعالیٰ شان دار کاموں کو پسند کرتا ہے، ذلیل پست اور حقیر کاموں سے نفرت کرتا ہے اور انہیں ناپسند کرتا ہے۔

سفساف کے معانی لغت میں سفساف آٹے کی اس بھوسی کو کہتے ہیں جو چھاننے کے وقت اڑ جاتی ہے۔ گرد و غبار کو بھی سفساف کہتے ہیں۔ برے اور بے معنی شعر کو بھی سفساف کہتے ہیں۔ پست اور ادنیٰ کام مثلاً راستوں میں کھانا، مرد کا عورتوں کے زیور یا زنانہ لباس پہننا، عورتوں کی وضع بنانا، عورتوں کی طرح مانگ چوٹی، زیب و زینت میں مصروف رہنا۔ یہ بھی سفساف ہے کہ آدمی ساری عمر اپنی شکم پروری اور جسمانی لذتوں میں مصروف رہے، گانے بجانے، کھانے پینے اور ناچ رنگ میں اپنی عمر گذار دے۔ دین کے دشمنوں اور دنیا داروں کی خوشامد، چاپلوسی اور ان کی خیر خواہی میں اپنا قیمتی وقت برباد کرے۔ جھوٹ

فریب، بدعہدی اور چھچھورپن میں اپنی عمر تباہ کرے۔

اِس تفصیل کے بعد فقیر کہتا ہے کہ ہر وہ حالت اور ہر وہ خصلت جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے، وہی سفساف میں داخل ہے۔ مثلاً بخل، تکبّر، بدگوئی، چغلی، غیبت، تہمت، اسی طرح اللہ کی یاد سے غفلت یہ سب سفساف میں داخل ہیں۔ اور سفساف یعنی گرے ہوئے اخلاق کے مقابلہ میں جو عمدہ اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق و عادات ہیں، اُن کو مکارمِ اخلاق کہتے ہیں۔

اخلاق کے معانی اخلاق، خُلُق کی جمع ہے۔ خُلُق کے معنی عادت، طبیعت، خصلت، وہ قوت جس سے افعال بغیر سوچے اور فکر کئے ہوتے یعنی بلا تکلّف اور بے ارادہ جو کام آدمی سے ہونے لگے، یہ اس کی عادت، طبیعت اور خصلت کہلاتی ہے۔ مثلاً دایاں ہاتھ کھانے پہ خود بخود حرکت کرے، اور استنجہ کرتے وقت بایاں ہاتھ خود بخود حرکت کرے۔ اس میں آدمی کے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ میرے حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، "آدمی کا کمال یہ ہے کہ شریعت اس کی مقتضائے طبیعت بن جائے"۔ یعنی آدمی سے بے تکلّف شریعت کے احکام صادر ہونے لگیں اور شرعی اخلاق اس کی طبیعت و عادت بن جائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ میرے پیغمبر بنا کر بھیجے جانے کا اصل مقصد یہ ہے کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کردوں اور شریفانہ اخلاق اپنی زندگی میں پورے کردوں۔ شریعتِ محمدیؐ کیا ہے، تمام اچھے اخلاق کا مجموعہ ہے جس سے آدمی کی دنیا اور آخرت دونوں بن جاتی ہیں۔ شریعتِ محمدیؐ کی ساری باتیں عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم کے موافق ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے کسی نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق و عادات کے متعلق دریافت کیا کہ آپ کے اخلاق کیا تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ: آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ذاتِ عالی قرآنی اخلاق و آداب کی خاموش تفسیر تھی۔

یعنی آپ کے تمام افعال، عادات و اطوار قرآن پاک کے احکام کے موافق تھے۔ جو کام کرنے کو قرآن کہتا تھا، آپ وہ کام کرتے تھے اور جن کاموں سے قرآن منع کرتا تھا، آپ اُس سے پرہیز فرماتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے:

اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَ خُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ۔

ہر دین میں ایک غالب خصلت ہوتی ہے یعنی خاص صفت ہوتی ہے اور اسلام کی خاص خصلت حیاء و شرم ہے۔

تو جس میں حیا اور شرم نہیں، اس میں اسلامی اخلاق اور اسلام کی اعلیٰ خصلت نہیں ہے۔

حُسنِ اخلاق کے فضائل

(۱) حضرت ابوالتیاح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کائناتِ انسانی میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔

(۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

اِنَّ الْعَبْدَ لَیَبْلُغُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَاتِ الْاٰخِرَۃِ وَشَرَفَ الْمَنَازِلِ وَاِنَّہٗ لَضَعِیْفُ الْعِبَادَۃِ وَ اِنَّہٗ لَیَبْلُغُ بِسُوْءِ خُلُقِہٖ دَرْکَ جَھَنَّمَ وَ ھُوَ عَابِدٌ۔

آدمی اپنے حُسنِ اخلاق کے ذریعہ آخرت کے درجات اور اُونچی منزلوں میں جا پہنچے گا، حالانکہ وہ عبادت میں کمزور تھا۔ اور آدمی اپنی بداخلاقی کی وجہ سے جہنّم کے نچلے درجہ میں جا گرے گا، حالانکہ وُہ عبادت گذار تھا۔

(۳) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

اِنَّ الْعَبْدَ لَیَبْلُغُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَۃَ قَائِمِ اللَّیْلِ وَصَائِمِ النَّھَارِ۔

آدمی اپنے اچھے اخلاق کے باعث اس مقام پر پہنچ جائے گا جس پر ساری رات عبادت کرنے والا اور سارے دن روزہ رکھنے والا پہنچے گا۔

(۴) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا گیا کہ وہ کونسے اعمال ہیں جن کے کرنے سے زیادہ تر آدمی جنّت میں داخل ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا:

تَقْوَى اللهِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ ۔ اللہ سے ڈرنے اور اچھے اخلاق کے رکھنے سے۔

آپؐ سے پھر پوچھا گیا۔ وہ کون سے اعمال ہیں کہ زیادہ تر لوگ اُن کے باعث جہنّم میں جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا:

اَلْاَجْوَفَانِ، اَلْفَمُ وَ الْفَرْجُ ۔ دو پولی چیزیں، ایک مُنہ دوسرے پیشاب کی جگہ۔

⑤ حضرت اسامہ بن شریکؓ کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپؐ کے پاس ہر جگہ سے دیہاتی لوگ آگئے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہؐ! سب سے اچھی نعمت جو انسان کو دی گئی ہے، وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

حُسْنُ الْخُلُقِ اخلاق کی خوبی

⑥ ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَيْءٍ اَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ ۔ قیامت کے دن نیکیوں کی ترازو میں حُسنِ اخلاق سے زیادہ کوئی نیکی وزن والی نہیں ہوگی۔

⑦ عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا ۔ تم میں سب سے اچھا وہ آدمی ہے جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔

⑧ حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ لَيُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الثَّوَابِ عَلٰى حُسْنِ الْخُلُقِ كَمَا يُعْطِي الْمُجَاهِدَ فِي سَبِيْلِ اللهِ يَغْدُوْا عَلَيْهِ الْاَجْرُ وَ يَرُوْحُ ۔ آدمی کو حُسنِ اخلاق پر ایسا ثواب دیا جائے گا، جیسے اُس آدمی کو ثواب دیا جاتا ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے نکل گیا ہو۔ صبح کے وقت بھی اس کو ثواب ملے گا اور شام کے وقت بھی۔

⑨ ابی ثعلبہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَ اَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَ اَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ مَنْزِلَۃً فِی الْجَنَّۃِ مَسَاوِیْکُمْ اَخْلَاقًا - وَالثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَیْہِقُوْنَ -

بیشک میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پیارا اور میری مجلس میں سب سے زیادہ میرے قریب بیٹھنے والا وہ آدمی ہوگا جو تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہوگا اور تم میں سب سے زیادہ میرے نزدیک قابلِ نفرت اور میری جنّت والی منزل سے سب سے زیادہ مجھ سے دُور رہنے والا وہ شخص ہوگا جو تُم میں بُرے اخلاق والا ہوگا، اور اُجڈ، گنوار آدمی اور اناپ شناپ، بے سوچے سمجھے باتیں کرنے والے، ہنسی ٹھٹا کرنے والے، مسخری کرنے والے، زبان درازی کرنے والے، چھچھوری باتیں کرنے والے۔ یعنی مجھے اس قسم کے لوگوں سے سب سے زیادہ نفرت ہے۔ اور یہ لوگ میری مجلس سے سب سے زیادہ دُور رہنے والے ہیں۔

(۱۰) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَکْمَلِکُمْ اِیْمَانًا اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا اَلْمُوطَؤُوْنَ اَکْنَافًا اَلَّذِیْنَ یُؤْلَفُوْنَ وَیَاْلَفُوْنَ -

کیا میں تم کو وہ لوگ نہ بتلاؤں جو تُم میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور اُن کی خصلتیں شریفانہ ہیں، جن کے کنارے نرم ہیں، لوگ اُن کو روندتے ہیں یعنی اُن کے پاس آکر بے تکلف اُترتے پڑتے ہیں، وہ محبّت سے پیش آتے ہیں، اُن کو تکلیف نہیں پہنچنے دیتے، اُن کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا بندوبست کرتے ہیں، لوگ اُن سے اُلفت رکھتے ہیں اور وہ لوگوں سے اُلفت رکھتے ہیں یعنی بڑے ملنسار اور خوش اخلاق ہیں۔

(۱۱) بکر بن ابی الفراتؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

مَا حَسَّنَ اللّٰہُ خَلْقَ رَجُلٍ وَ خُلُقَہٗ فَتُطْعِمَہُ النَّارُ -

ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جس کی صورت اور سیرت اللہ نے اچھی بنائی ہو پھر آگ اس کو اپنا لُقمہ بنالے۔

(۱۲) ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

خَصْلَتَانِ لَا یَجْتَمِعَانِ فِی مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَ سُوْءُ الْخُلُقِ۔ — دو عادتیں مؤمن میں جمع نہ ہوں گی۔ بُخل اور بد اخلاقی۔

(۱۳) میمون بن مہران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

مَا مِنْ ذَنْبٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ سُوْءِ الْخُلُقِ۔ — اللہ کے نزدیک بد اخلاقی سے بڑھ کر دُوسرا کوئی گناہ نہیں۔

اس کی وجہ راوی نے یہ بیان کی کہ بداخلاق آدمی ایک گناہ سے نکلتا ہے، اور دوسرے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے ——— دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے:

اللہ کے نزدیک بد اخلاقی سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اچھے اخلاق یعنی خوش خلقی گناہوں کو ایسا گلا دیتی ہے جیسے سورج جَلِید یعنی جمے ہوئے پانی کو۔ اور بُرے اخلاق، نیک اعمال کو ایسا خراب کر دیتے ہیں جیسے سرکہ شہد کو۔

(۱۴) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّکُمْ لَا تَسَعُوْنَ النَّاسَ بِاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ لِیَسَعْھُمْ مِنْکُمْ بَسْطُ وُجُوْہٍ وَحُسْنُ خُلُقٍ۔ — جب تم لوگوں کی مدد اپنے مال سے نہ کر سکو، تو تمہیں چاہیئے کہ خندہ پیشانی اور اپنے اچھے اخلاق کے ساتھ اُن کی مدد کرو۔

(۱۵) حضرت محمد ابن سیرینؒ کہتے ہیں:

حُسْنُ الْخُلُقِ عَوْنٌ عَلَی الدِّیْنِ۔ع۵ — اچھے اخلاق آدمی کے دین پر اُس کی مدد کرتے ہیں

اعلےٰ اخلاق کے تین۳ اصول | حضرات علماء نے لکھا ہے کہ اعلیٰ اخلاق کے تین اصول ہیں۔ حکمت۱ و وصداقت۔ یہ شیوہ ہے صدیقین کا۔ شجاعت۲ "بہادری" یہ شیوہ ہے شہداء کا۔ سخاوت۳۔ یہ شیوہ ہے متوکلین اور اہل یقین کا۔ یہ سب اخلاق کریمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ع۵ یہ سب روایات واحادیث فقیر نے تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحات ۴۳۸ تا ۴۳۹ سے جمع کی ہیں۔ الانصاری

میں بدرجۂ اتم جمع فرما دیئے تھے۔ چنانچہ حضرت انسؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ ظاہری اور حُسنِ باطنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ۔ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَهُمْ عَلٰى فَرَسٍ قَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۹۵)

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ شجاعت والے اور لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت والے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں خوف و ہراس پھیل گیا (یعنی افواہ گرم ہوگئی کہ دشمن حملہ آور ہوگیا) تو حضور اکرمؐ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر اُس طرف نکل کھڑے ہوئے جس طرف خطرہ کا پتہ لگا تھا۔ حالانکہ لوگ ابھی مدینہ سے نکلے بھی نہ تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر پہنچے اور فرمایا، کوئی خطرہ نہیں۔ اور حضرت جابرؓ کے گھوڑے کے متعلق (جس کے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے) فرمایا۔ ہم نے اسے دریا پایا۔

دوسری روایت جُبیر بن مُطعم کی ہے جس میں انہوں نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، اور آپؐ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ اور یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب آپؐ غزوۂ حنین سے واپس ہو رہے تھے۔ اُس وقت گاؤں کے دیہاتی آپؐ کو چمٹ گئے۔ ایسے مانگ رہے تھے، اور آپؐ کے پیچھے لگے ہوئے تھے کہ آپؐ ہٹتے ہٹتے ایک درخت پر سہارا لینے پر مجبور ہوگئے۔ اور اسی دھکا پیل میں یہ مانگنے والے آپؐ کی چادر مبارک چھین کر لے گئے، تو آپؐ نے فرمایا:

أَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدَ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا (بخاری ج ۱ ص ۳۹۶/۴۴۶)

لوگو! مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر اُونٹ ہوں تو میں ضرور تمہارے درمیان انہیں تقسیم کر دوں۔ پھر تم لوگ نہیں پاؤ گے مجھے بخل کرنے والا، اور نہ جھوٹ بولنے

والا، اور نہ ہی جبان یعنی کم ہمتی کرنے والا۔

اس حدیث میں تینوں اصولِ اخلاق کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ مثلاً مجھے جھوٹ بولنے والا نہ پاؤ گے۔ اس سے اشارہ ہے کمالِ قوّتِ عقلیہ یعنی حکمت اور دانائی کی طرف۔ اور مجھے جبان یعنی کم ہمت نہ پاؤ گے۔ اس سے اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ کمالِ قوّتِ غضبیہ یعنی مجھ میں شجاعت موجود ہے۔ اور تم لوگ مجھے بخیل نہ پاؤ گے، اس سے اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ کمالِ قوّت شہویہ یعنی جود وسخا بدرجۂ اتم مجھ میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت ابی وائلؓ حضرت عبداللہؓ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں، کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ غزوۂ حنین میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ آنحضرت علیہ السلام نے اس میں سے کئی نومسلموں کو بطور خاص بہت مال دیا۔ مثلاً اکورع بن حابس کو سو اونٹ دیئے عیینہ بن حصین الفزاری کو سو اونٹ دیئے اور اس کے علاوہ عرب کے دوسرے سرداروں کو آپؐ نے بہت کچھ دیا۔ ایک آدمی نے آپؐ کی اس تقسیم اور دریادلی کو دیکھ کر کہا۔ اس مال کی تقسیم میں حضورؐ نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا، اللہ کی قسم میں اس بات کو حضورؐ تک پہنچاؤں گا۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا۔ پھر کون انصاف کرے گا جب اللہ اور اس کا رسول ہی بے انصاف ہو جائے۔ پھر فرمایا۔ اللہ رحم کرے موسیٰؑ پر، اُن کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی اور اذیت پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر کیا۔ بخاری ص ۴۴۶/۱۹ ۔ حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ علاقہ نجد کی اطراف میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ایک غزوہ میں شریک تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن مراجعت فرمائی تو آپ کے تمام ساتھیوں نے بھی آپ کے ساتھ مراجعت کی۔ ان سب حضرات پر دوپہر ایک گھنے جنگل میں آگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر اتر پڑے اور آپ کے ساتھی بھی علیحدہ علیحدہ درخت کے سایہ میں پہنچ گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے آرام فرما ہو گئے اور اپنی تلوار کو اس درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔ ہم لوگ کچھ سو گئے تھے کہ اچانک ہمیں آپؐ کی آواز پہنچی۔ حضورؐ ہمیں بلا رہے تھے۔ ہم نے دیکھا، اُس وقت آپ کے پاس ایک دیہاتی موجود تھا۔ ہم

آپ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا۔ اس آدمی نے مجھ پر اپنی تلوار سونت لی تھی اور مَیں اس وقت سو رہا تھا جس وقت مَیں بیدار ہوا تو دیکھا کہ یہ اپنی تلوار مجھے قتل کرنے کے لئے سونت چکا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ مَیں نے کہا۔ اللہ، اللہ، اللہ۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حضورؐ نے اُس کو کوئی سزا نہیں دی اور وہ بیٹھا ہوا تھا۔ امام زہری کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر اُس نے اپنی تلوار نیام میں رکھ لی اور وہ آدمی یہ ہے جو میرے پاس بیٹھا ہوا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو کوئی سزا نہیں دی۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۰۸) اور قسطلانی میں اس کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے کہ جبریلؑ نے اس کے سینہ پر تھپڑ مارا اور وہ آپؐ کے سامنے گر پڑا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ہاتھ میں لی اور فرمایا۔ تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ اُس نے کہا، مَیں کسی کو نہیں پاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جا اپنا کام کر۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور کہا۔ آپؐ مجھ سے بہتر ہیں حضورؐ نے فرمایا۔ مجھے یہی کرنا چاہیئے تھا۔ اُس نے کہا۔ وَ اَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ مَیں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپؐ اللہ کے رسول ہیں"۔ پھر یہی شخص اپنی قوم کے پاس آیا۔ اُن کو سلامتی اور حضورؐ کے ساتھ صلح جوئی کی دعوت دی (کذافی الخیر الجاری) ایک اور روایت امام بخاری نے اپنی سند سے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل فرمائی کہ مَیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپؐ نے اپنے جسم مبارک پر ایک عمدہ قسم کی نجرانی چادر اوڑھی ہوئی تھی جس کے پلّو سخت اور کھردرے تھے۔ اتنی دیر میں ایک اعرابی آپؐ کے پاس آیا، اور آپ کی چادر پکڑ کر بڑے زور سے آپؐ کو کھینچ لیا۔ مَیں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر اُس کے کھینچنے کے باعث اس چادر کے پلّو سے خراش آگئے۔ اس کے بعد اُس دیہاتی نے یہ کہا۔ اللہ کے اس مال سے جو آپ کے پاس موجود ہے میرے لئے دینے کا حکم کر۔ آپؐ اُس کی طرف متوجّہ ہوئے اور ہنس پڑے۔ پھر آپ نے اس بدتمیز اور بیہودہ دیہاتی کو مال دینے کا حکم فرمایا۔ (بخاری جلد اوّل ص ۴۴۶)

ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت آئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس بحرین سے مال آیا، اور وہ اتنا مال تھا کہ حضورؐ کے پاس اتنا مال پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس مال کو مسجد میں ڈال دو۔ اُسی وقت آپ کے پاس حضرت عباسؓ آگئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے بھی عنایت فرمائیں کیونکہ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لے لے۔ حضرت عباسؓ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈالا۔ اور جب اُس کو اُٹھانے لگے تو بوجھ زیادہ ہونے کے باعث اُس کو اُٹھا نہ سکے۔ اور آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ آپؐ کسی کو حکم دیں کہ وہ مجھے اُٹھوا دے۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ پھر آپؐ اُٹھوا دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت عباسؓ اُس میں سے کچھ نکال کر پھر اُٹھانے لگے تو اب بھی اُن سے نہ اُٹھایا گیا۔ پھر کہا۔ کسی کو حکم دیں کہ وہ مجھے اُٹھوا دے۔ آپ نے فرمایا، نہیں۔ اُنہوں نے کہا پھر آپ ہی اُٹھوا دیں۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں۔ آخر انہوں نے پھر اُس پوٹ میں سے کچھ اور نکالا۔ پھر اپنے کندھے پہ اُٹھا کر لے گئے۔ جب وہ جا رہے تھے تو اُن کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے آپؐ اُنہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عباس نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْھَا دِرْھَمٌ۔ آپ یہاں سے اس وقت تک نہیں اُٹھے جبتک کہ یہاں ایک درہم بھی باقی رہ گیا۔ یعنی ایک ایک درہم ختم کر کے یہاں سے اُٹھے۔ (بخاری جلد اوّل صـ ۴۲۸)

حدیث نمبر ۶۸ ۔ مؤمن کو چین نہ ملے گا جب تک اللہ سے نہ ملے گا۔

عَنْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ لَیْسَ لِلْمُؤْمِنِ رَاحَۃٌ دُوْنَ لِقَاءِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ کَانَتْ رَاحَتُہٗ فِیْ لِقَاءِ اللّٰہِ فَکَانَ قَدِ۔ ۱۳۳/۱۸

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ مؤمن یعنی ایمان دار آدمی کے لئے اللہ عزّ وجلّ کی ملاقات کے بغیر آرام نہیں ہے۔ یعنی مؤمن کو چین نہیں ملے گا، جبتک کہ وہ اللہ سے ملاقات نہ کر لے۔ اور جب اللہ کی مُلاقات کے وقت اس کو آرام نصیب ہو گیا تو یہ آرام حقیقت میں آرام ہے اور یہ راحت واقعی راحت ہے۔

یعنی جس خوش نصیب کو اللہ کی ملاقات کے وقت راحت مل گئی تو اس راحت کے بعد پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ

جلد اوّل

راحت میں رہے گا۔ اگر ملاقات سے مراد موت ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مؤمن کو مرنے سے پہلے چین و آرام نصیب نہ ہوگا۔ البتہ جب مرنے کے بعد اُسے چین مل جائے تو پھر ہمیشہ ہمیشہ چین سے رہے گا۔

حدیث نمبر ۶۹۔ امن چین والی دنیا گذر گئی اب تو فتنہ فساد والی رہ گئی۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ یَقُوْلُ مَا شَبَّهْتُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا شَعْبًا شُرِبَ صَفْوُهٗ وَبَقِیَ کَدَرُهٗ۔ ۱۳۳/۲۰۱

حضرت ابوجحیفہؓ نے فرمایا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سُنا، آپ فرماتے تھے دُنیا جسقدر گذر چکی ہے اُس کو میں ایسا سمجھتا ہوں جیسے کوئی قبیلہ کسی ایسے تالاب پر آیا ہو جس کا صاف ستھرا پانی تو پی لیا گیا ہو لیکن اُس کا گدلا یعنی مٹی ملا پانی باقی رہ گیا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ تالاب کا صاف ستھرا پانی تو دوسرے پی گئے، اب ہمارے لئے تو گدلا اور مٹی ملا ہوا پانی باقی رہ گیا ہے۔ یعنی دُنیا کا عمدہ اور اچھا حصّہ تو ختم ہو چکا۔ جس میں نہ فتنے تھے نہ فساد۔ اب تو فتنوں سے بھری ہوئی اور فسادات سے ملی ہوئی دُنیا باقی رہ گئی ہے جو ہمارے حصّہ میں آئی ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ دُنیا کا زیادہ اور اچھا حصّہ تو گذر چکا، ہاں خراب اور تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔

فائدہ: حضرت ابوجحیفہؓ کا نام وہب بن عبداللہ العامری ہے۔ کوفہ میں جا کر قیام کیا اور یہ چھوٹی عمر کے صحابی ہیں کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابوجحیفہ سنِ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ لیکن اسی حال میں حضورؐ کی حدیثوں کی سماعت فرمائی ہے اور روایت بھی کی ہے۔ کوفہ کے مقام پر ۷۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔ اُن سے اُن کے صاحبزادہ عونؒ نے اور دوسرے بہت سے تابعین نے حدیث کی روایت کی ہے۔ بڑے ذہین تھے۔ امام بخاریؒ نے اپنی سند سے ان کا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابوجحیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر میں بطحاء کی طرف تشریف لے گئے۔ یہاں پر آپ نے وضو کیا۔ پھر ظہر کی نماز کی دو رکعتیں اور عصر کی نماز کی دو رکعتیں پڑھیں اور آپ کے سامنے ایک بڑی سی لکڑی سُترہ کیلئے گاڑھی ہوئی تھی اور دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس لکڑی کے سامنے سے عورتیں گذر رہی تھیں اور لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ لگاتے تھے اور پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیرتے تھے پھر میں اُٹھا

پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے چہرے پر رکھ لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ کا ہاتھ مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (بخاری ج ا ص ۵۰۲)

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی قَالَ الشِّتَاءُ غَنِيْمَةُ الْعَابِدِ۔ ۱۳۴

حضرت عمر بن الخطاب رضی نے فرمایا کہ سردی عبادت گذاروں کے لئے لوٹ کا مال ہے کہ بغیر تکلیف و مشقت کے ثواب حاصل کر لیتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات ومقالات حالات ومقالات صحابہ رضی میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث نمبر امام پر مقتدیوں کی رعایت لازم ہے یعنی انکی کمزوریوں اور مجبوریوں کا خیال رکھے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ آخِر مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلِّ بِأَصْحَابِكَ صَلٰوةَ أَضْعَفِهِمْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَ ذَا الْحَاجَةِ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى الْأَذَانِ أَجْرًا۔ ۱۳۴

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی نے فرمایا۔ سب سے آخری عہد جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا وہ یہ ہے۔ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ کمزور کی نماز پڑھنا، کیونکہ جماعت میں کمزور اور بوڑھے اور کام والے سب طرح کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے، اذان دینے پر اس آدمی کا تقرر کرنا جو اذان دینے پر اُجرت اور تنخواہ حاصل نہ کرے۔

دوسرے فقرے کا مطلب یہ ہے کہ اپنا مؤذن اس شخص کو بنایو جو اللہ کے واسطے اذان کہے اور اذان کہنے پر مزدوری نہ لے۔

حدیث نمبر جمعہ کی نماز پڑھ کر کھانا اور سونا صحابہ رضی اور حضور کا طریقہ تھا۔

عَنْ أَنَسٍ رضی قَالَ كُنَّا نَجْمَعُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَقِيلُ۔ ۱۳۴ / ۱۲

حضرت انس رضی نے فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور فراغت کے بعد اپنے گھر واپس آتے، اور کھانا کھا کر قیلولہ

یعنی دوپہر کا آرام کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۷ جو بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا اللہ اُسے جنّت کے پھل کھلائے گا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَطْعَمَ مُسْلِمًا جَائِعًا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ۔ ۱۳۴/۱۹

حضرت ابوسعیدؓ الخدری نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کسی نے کھانا کِھلایا بھوکے مسلمان کو، اللہ تعالیٰ اُس کا پیٹ بھرے گا جنّت کے پھلوں سے۔

حدیث نمبر ۳۷ یہ اُمّت بدعہدی کی وجہ سے تباہ ہوگی۔

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِیْعٍؓ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ الْفَارِسِیَّؓ یَقُوْلُ اِنَّمَا تَھْلِكُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ مِنْ قِبَلِ نَقْضِ مَوَاثِیْقِھَا۔ ۱۴۴/۲۵

حضرت اسود بن سریعؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے، یہ اُمّت اس صورت میں ہلاک اور تباہ ہوگی، جب کہ بدعہد ہو جائیگی

یعنی اس اُمّت کی ہلاکت اور بربادی اُس وقت وقوع میں آئے گی جب حضورؐ کی اُمّت وعدے کر کے توڑنے کی عادی ہو جائیگی۔ حاصل یہ کہ جب اُمّت میں بدعہدی یعنی غدر کی بیماری عام اور وعدہ کر کے توڑنے کی عادت عمومی ہو جائے گی تو حضورؐ کی اُمّت اس بیماری کے باعث ہلاک ہو جائے گی۔

حدیث نمبر ۴۷ آدمیوں کے اختلافِ رنگ، مزاج وطبع کی وجوہات۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قُبْضَۃٍ قَبَضَھَا مِنْ اَدِیْمِ الْاَرْضِ فَجَاءَ مِنْھُمْ الْاَبْیَضُ وَالْاَحْمَرُ وَالْاَسْوَدُ مِنْ

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی سطح سے ایک مُٹھی بھر کر اُٹھائی اور اُس مٹی سے آدم کو بنایا۔ پس اس وجہ سے آدم کی اولاد میں کوئی سفید، کوئی سُرخ رنگ کا ہوگیا، کوئی کالا ہوا

جلد اوّل

ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزَنُ وَالْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ ۔ ۱۳۵

اور کوئی نرم مزاج کا ہوگیا اور کوئی سخت مزاج کا کوئی بُری عادتوں کا ہوگیا اور کوئی اچھی خصلتوں والا۔ یعنی یہ مٹی کی تاثیرات ہیں جو آدمیوں کے رنگ میں اور اُن کے مزاج میں ظاہر ہوئیں۔

حدیث نمبر ۷۵ جو دنیا سے دُور رہے گا اُسے بغیر اُستاد کے علم اور بغیر رہنما کے ہدایت اور ۵۰ صدیقوں کا ثواب ملے گا

عَنِ الْحَسَنِ رضؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَصْحَابِهٖ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ اَحَدٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عِلْمًا بِغَيْرِ تَعَلُّمٍ وَهُدًى بِغَيْرِ هِدَايَةٍ هَلْ مِنْكُمْ اَحَدٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّذْهِبَ اللّٰهُ عَنْهُ الْعَمٰى وَيَجْعَلَهٗ بَصِيْرًا اَلَا مَنْ رَغِبَ فِى الدُّنْيَا وَطَالَ اَمَلُهٗ فِيْهَا اَعْطَى اللّٰهُ الْعَمٰى قَلْبَهٗ عَلٰى قَدَرِ ذٰلِكَ وَمَنْ زَهِدَ فِى الدُّنْيَا وَقَصَّرَ[عہ] اَمَلَهٗ فِيْهَا اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِلْمًا بِغَيْرِ تَعَلُّمٍ وَهُدًى بِغَيْرِ هِدَايَةٍ ۔ اَلَا سَيَكُوْنُ بَعْدَكُمْ قَوْمٌ لَا يَسْتَقِيْمُ لَهُمُ الْمُلْكُ اِلَّا بِالْقَتْلِ وَالتَّجَبُّرِ وَلَا الْغِنٰى اِلَّا

حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم گھر سے اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے، کہ اللہ عزّوجلّ بغیر سیکھے اُس کو علم عطا فرمائے اور بغیر کسی راہنما کے اُس کی راہنمائی کرے اور بغیر کسی ہدایت کرنے والے کے اُس کو ہدایت بخشے؟ اور کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندھے پن کو دُور کر دے اور اس کو بصیرت والا بنا دے؟ پھر فرمایا۔ اچھی طرح اور غور سے میری بات سنو۔ جو کوئی آدمی دُنیا میں رغبت اور دلچسپی رکھے گا اور دُنیا کے متعلق اس کی آرزوئیں بڑی اور امیدیں طویل ہونگی تو جس قدر دنیا سے اس کو رغبت ہوگی اور دُنیا کے بارہ میں اُس کی آرزوئیں و اُمیدیں طویل ہوں گی، اُسی کے بقدر اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو اندھا کر دے گا اور جو شخص دُنیا کو حقیر سمجھ کر اس سے دُور رہے گا اور دُنیا میں اپنی آرزو کم رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بغیر

جلد اوّل

عہ قَصَّرَ الشَّیْءَ: کسی چیز کو کوتاہ کرنا۔ قَصَّرَ الشَّیْءَ: کسی چیز کو چھوٹا کرنا۔ (المنجد عربی اردو ص ۱۰۰۳)

بِالْعَجْزِ وَ الْبُخْلِ وَ لَا الْمَحَبَّةُ اِلَّا بِاسْتِخْرَاجِ فِي الدِّيْنِ وَ اِتِّبَاعِ الْهَوٰى اَلَا فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ الزَّمَانَ مِنْكُمْ فَصَبَرَ لِلْفَقْرِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى الْغِنٰى وَصَبَرَ عَلَى الذُّلِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى الْعِزِّ وَصَبَرَ لِلْبُغْضَةِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى الْمَحَبَّةِ لَا يُرِيْدُ ذٰلِكَ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثَوَابَ خَمْسِيْنَ صِدِّيْقًا۔ ۱۳۵/۲۳

(لَا اَعْلَمُ رَوَاهُ بِهٰذَا اللَّفْظِ اِلَّا الْفُضَيْلُ عَنْ عِمْرَانَ وَعِمْرَانُ يُعَدُّ فِي اَصْحَابِ الْحَسَنِ لَمْ يُتَابَعْ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ)

سیکھے از خود علم عطا فرمائے گا اور بغیر کسی رہنما کی رہنمائی کے اس کو شریعت کی راہ یعنی صراطِ مستقیم پر چلائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا کی رغبت یعنی اُس کے مال و منصب اور دولت و حکومت کی خواہش و آرزو رکھے گا اور اس دُھن میں رہے گا کہ یہ کروں گا، یہ کراؤں گا۔ ایسا بنوں گا، ایسا بناؤں گا۔ مثلاً کوٹھی بنگلہ بناؤں گا، باغ لگاؤں گا، کار خریدوں گا، کارخانہ بناؤں گا۔ حاکم بنوں گا، وزیر بنوں گا۔ یا اپنے بیٹے بھائی کو انجینئر بناؤں گا، کمشنر بناؤں گا۔ ایسا آدمی جس قدر مال و جاہ کی خواہش اور بڑی بڑی آرزوئیں رکھے گا اور دنیا کے حاصل کرنے کے جس قدر طویل منصوبے بنائے گا، اللہ تعالیٰ اسی قدر اُس کے دل کو اندھا بنا دے گا اور اُس کے دل سے نورِ ایمان نکال دے گا۔ جس کے باعث یہ آدمی اعمالِ خیر کی توفیق سے محروم اور دین کی سمجھ سے بے بہرہ ہو جائے گا۔ اور جو آدمی دُنیا کو حقیر و ذلیل سمجھ کر اُسے ٹھکرا دے گا، یعنی دنیا کی عیش و عشرت، مال و جاہ، عہدے اور مناصب کو گندی اور گھناؤنی چیزیں سمجھ کر جتنی اُس سے نفرت کرے گا اور اُس کے اندر آرزوئیں تھوڑی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بغیر سیکھے علم عطا فرمائیں گے اور بغیر کسی کی راہنمائی کے اس کو ہدایت نصیب فرمائیں گے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا سَيَكُوْنُ بَعْدَكُمْ قَوْمٌ لَا يَسْتَقِيْمُ لَهُمُ الْمُلْكُ اِلَّا بِالْقَتْلِ وَ التَّجَبُّرِ۔ اچھی طرح سُن لو کہ تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جن کی سلطنت اور حکومت قائم نہ رہے گی، مگر قتل، خون ریزی، ظلم اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ۔ یعنی وہ لوگ اللہ و رسولؐ کے قانون کو چھوڑ دیں گے،

اپنے قانون بنا کر لوگوں کو قابو میں رکھیں گے، کیونکہ ہر وہ قانون ظالمانہ قانون ہے جسے کوئی حاکم، شریعت یعنی اسلامی قانون کے خلاف بنائے۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ وَلَا الْغِنٰی اِلَّا بِالْعَجْزِ وَالْبُخْلِ۔ اور دولت مندی نہیں آئے گی مگر لوگوں کے حقوق دبانے اور اللہ کے حق ضائع کرنے سے یعنی اس زمانہ میں کوئی شخص دولت مند نہیں بنے گا جبتک کہ وہ لوگوں کے حق نہ دبائے گا اور بخیلی کرکے اللہ کے حق کو ضائع نہ کرے گا۔ یعنی غربا، مساکین اور مسافروں پر اپنا مال اللہ کے حکم کے مطابق خرچ نہیں کرے گا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ وَلَا الْمَحَبَّةُ اِلَّا بِاسْتِخْرَاجٍ فِی الدِّیْنِ وَاتِّبَاعِ الْهَوٰی۔ اور آدمی محبّت یعنی مقبولیت حاصل نہیں کرسکے گا مگر لوگوں کے کہنے کے مطابق دین و مذہب سے آزاد ہونے اور اپنی یا اُن کی خواہشات کی پیروی کرنے سے۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ کی محبّت اور مقبولیت کا معیار شریعت کی پابندی نہ ہوگی بلکہ محبّت رکھنے والے بیوی بچے، عزیز و اقارب، دوست و احباب، معتقدین و مریدین، اس کے متعلق عموماً یہ چاہیں گے کہ ہمارا آدمی بے قید و بے لگام رہے اور شریعت کی قیود سے آزاد ہو کر اپنی من مانی یعنی نفس اور اس کی خواہشات کی پیروی کرتا رہے، خوب دُنیا کمائے اور یہ نہ دیکھے کہ شریعت اس کمائی کے متعلق کیا حکم دیتی ہے۔ تفریح کرتا اور دادِ عیش دیتا رہے۔ خلافِ شرع گانے سُنتا رہے، ناچ رنگ دیکھتا رہے اس کے علاوہ کھانے پینے اور پیٹ بھرنے میں غذاءِ حلال حرام کی تمیز نہ رکھے۔ ایسے بے دین اور آزاد آدمی سے اُس کے رشتہ دار، دوست، احباب اور عوام، عموماً اس کی قدر اور اُس سے محبّت کریں گے۔ مگر اس زمانہ میں جو آدمی شریعت کی پابندی کرے گا، اُس کے بال بچے، عزیز و اقارب سب ہی اس سے تنگ اور بددل رہیں گے۔ افسوس کہ ہمارا زمانہ وہی زمانہ ہے جس کی اس حدیث میں پیشین گوئی فرمائی گئی ہے۔ اور اس کی ایک ایک بات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس دَور میں اپنی حکومت کے استحکام کیلئے حاکموں کو ظلم اور جبر کا سہارا لینا پڑتا ہے اور دولت مندوں کو دولت مند بننے کے لئے عجز اور بخل کا اصول اپنانا پڑتا ہے، اور محبّت و مقبولیت حاصل کرنے کے لئے بے دین بننے اور شریعت کی قیود سے آزاد ہونے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اَلَا فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ الزَّمَانَ مِنْكُمْ

فَصَبَرَ لِلفَقْرِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى الْغِنٰى وَصَبَرَ عَلَى الذُّلِّ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى الْعِزِّ۔
اچھی طرح سن لو، تم میں سے اگر کوئی شخص اس زمانہ کو پائے اور حرام ذریعہ سے مال دار بننے پر قدرت رکھنے کے باوجود فقر اور تنگدستی پر صبر کرے۔ اور عزت وشہرت کے مواقع حاصل ہونے کے باوجود اپنی گمنامی اور بے چارگی پر صبر کرے۔ نیز لوگوں کی نظروں میں قابلِ قدر، باعزت، پسندیدہ اور محبوب بننے پر قدرت رکھنے کے باوجود، اُن کی نظر میں حقیر، ذلیل اور ناقابلِ التفات بن جانے پر صبر کرے۔ اور ان سب باتوں میں اُس کا مقصد اور دلی خواہش محض اللہ کی خوشنودی ہو، پس ایسے آدمی کو اللہ عزّ وجلّ پچاس صدّیقین^ع^ کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

اس حدیث میں چونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ھُدیٰ و ہدایت کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، اس لئے ان کے معانی ومشتقات پر تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔ جو یہ ہے:

ھُدیٰ وہدایت کے معانی ھادی: اللہ کا نام بھی ہے کیونکہ اُس نے اپنے بندوں کو اپنی شناخت کے طریقے بتلا دیئے یہاں تک کہ اُنہوں نے اُس کی ربوبیت کا اقرار کر لیا، نیز اپنی مخلوق کو ساری وہ ضروری چیزیں بتلا دیں جو اُس کی بقائے دوام کے لئے ضروری تھیں۔ ھَدیٌ کے معنی سیرت اور طریقہ کے ہیں۔ حدیث میں ہے: إِنَّ أَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ۔ سب سے اچھا طریقہ اور سب سے حسین سیرت، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت اور اُن کا طریقہ ہے۔ نیز اَلْھَدِیُّ کے معنی راہنمائی کرنے کے بھی آتے ہیں۔ ہدایت ضد ہے ضلالت کی۔ پس اس صورت میں ہدایت کے معنی راستہ پر چلتے رہنا، اور ضلالت کے معنی اس راستہ کو چھوڑ دینا۔ مَھدِیٌّ اُس کو کہتے ہیں جس آدمی کو اللہ تعالےٰ نے حق اور ہدایت کی طرف راہنمائی فرمادی ہو۔ اور امام مہدیؑ جن کی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بشارت دی ہے، وُہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ اور خلفاء الراشدین مھدیّین سے مراد خاص کر حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ ہیں۔ ویسے یہ صفت ہر اُس شخص کے حق میں عام ہے جو اِن حضرات کے طریقہ پر چلے

جلد اوّل

ع صدّیق کا درجہ نبوّت سے نچلا درجہ ہے۔

(نہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۵۳) حضرت امام مہدیؑ کے متعلق حدیث عبداللہ بن مسعودؓ میں اس طرح آیا ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دُنیا کی عمر میں سے صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس دن کو لمبا کرتا رہے گا، یہاں تک کہ اُسی دِن میں اللہ تعالےٰ نے مجھ سے فرمایا۔ وُہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو کھڑا کرے گا جس کا نام میرے نام کے اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ وُہ زمین کو عدل و انصاف، یعنی کتاب وسنّت کے قانون سے بھر دے گا۔ یعنی شریعت کا پورا پورا نظام دُنیا پر قائم کردیگا جبکہ دُنیا اس سے پہلے ظلم وجور سے بھر جائے گی۔ یعنی ساری دُنیا میں انسان کے بنائے ہوئے قانون کی حکمرانی ہوگی اور کرۂ ارض پر ظلم وجور کا دَور دورہ ہوگا اور انسانیت، انسان کے بنائے ہوئے قانون میں پِس رہی ہوگی۔ علماء نے فرمایا ہے، جس طرح حضرت محمد بن عبداللہ خاتم الانبیاء ہیں، اسی طرح دوسرے محمد بن عبداللہ مَہدِیِ مَوعُود خَاتَم الاَوْلِیَاء، اور تمام صوفیاء کے قائم مقام ہوں گے۔ اور جس طرح اکثر آئمہ اور اکابر اُمّت حضرت امام حسینؑ کی اولاد سے ہوئے ہیں، اس کے برعکس حضرت امام مہدیؑ، حضرت امام حسنؓ کی اولاد سے ہوں گے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے صاحبزادوں میں سے حضرت اسحاق علیہ السّلام کی اولاد سے بیشمار پیغمبر بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے، مگر حضرت ابراہیمؑ کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی اولاد میں صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین پیدا ہوئے جو سب نبیوں سے افضل اور سب سے زیادہ شرافت والے ہیں۔ امام مہدیؑ کے متعلق دوسری روایت حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْمَهْدِيُّ مِنِّيْ۔ مہدیؑ میرے سے ہے۔ اس کی پیشانی چمک دار اور فراخ ہوگی۔ ناک اُبھری ہوئی اور اُس کے نتھنے تنگ ہوں گے۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے کہ اس سے پہلے زمین ظُلم وجور سے بھری ہوگی اور سات سال تک وہ حکومت کرے گا (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۰ بحوالہ ابی داؤد)

امام مہدیؑ کی سخاوت کے بارہ میں حضورؐ نے فرمایا کہ مہدی کے پاس ایک آدمی آئے گا اور کہے گا۔ اے مہدیؑ مجھے دیدے، مجھے دیدے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اس کے سوال کرنے پر مہدیؑ اپنے دونوں ہاتھوں سے اُس کے کپڑے میں اتنا مال ڈال دیں گے کہ سائل اُس کو اُٹھا نہ سکے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۱ بحوالہ ترمذی)

حدیث نمبر ۶ ۔ بڑے دجال کے چشم دید حالات :۔

عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ دَخَلْتُ اِلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ فَسَأَلْتُھَا عَنْ حَدِیْثِھَا فَاَخْبَرَتْنِیْ وَ قَرَّبَتْ اِلَیَّ رُطَبًا ثُمَّ قَالَتْ اَلَا اُخْبِرُكَ بِشَیْءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا عَلَی الْمِنْبَرِ وَقَدِ اجْتَمَعَ اِلَیْهِ مَنْ کَانَ فِی الْمَسْجِدِ فَجَلَسْتُ قَرِیْبًا مِّنْهُ فَقَالَ اِنِّیْ لَمْ اَجْمَعْکُمْ لِشَیْءٍ بَلَغَنِیْ عَنْ عَدُوِّکُمْ وَ لٰکِنَّ تَمِیْمَ الدَّارِیَّ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ بَنِیْ عَمٍّ لَهٗ اَخْبَرُوْهُ اَنَّھُمْ کَانُوْا فِیْ سَفِیْنَةٍ فَوَصَفَتْھُمُ الرِّیْحُ اِلٰی جَزِیْرَةٍ فَذَکَرَ قِصَّةَ الْجَسَّاسَةِ بِطُوْلِھَا۔ ۱۳۶/۱۱

حضرت شعبیؒ نے فرمایا۔ مَیں فاطمہ بنت قیس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں نے اُن سے درخواست کی کہ مجھے اپنی کوئی حدیث سنائیں۔ پس اُنہوں نے مجھے حدیث سُنائی اور میرے سامنے کھجوریں رکھ دیں۔ پھر فرمایا، سُنو، مَیں تمہیں وہ حدیث سُناؤں گی، جو مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت سُنی تھی جب آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور مسجد میں جسقدر آدمی موجود تھے، آپ کے قریب جمع ہو گئے تھے۔ مَیں بھی آپ کے قریب بیٹھ گئی۔ اس وقت آپ نے فرمایا مَیں نے تم لوگوں کو کسی ایسی بات کے لئے جمع نہیں کیا جو مجھے تمہارے دشمن کی طرف سے پہنچی ہو۔ لیکن تمیم داری نے مجھے بتلایا ہے کہ اُس کے چچازاد بھائیوں نے جو کشتی میں سوار تھے اور مخالف ہوا نے اُنہیں ایک جزیرہ میں پہنچا دیا۔ پھر آپ نے جسّاسہ کا پورا قصہ سُنایا، جسے مشکوٰۃ شریف ص۴۷۳ میں بحوالہ صحیح مسلم پوری تفصیل کے ساتھ اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

جلد اوّل

فاطمہ بنت قیسؓ نے بیان کیا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی آواز سُنی وہ اعلان کر رہے تھے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ ۔ لوگو نماز کے لئے حاضر ہو جاؤ، نماز کھڑی ہونے والی ہے۔ اعلان سُن کر مَیں مسجد میں گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ منبر پر بیٹھ گئے۔ آپ اس وقت ہنس رہے تھے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا سب بیٹھے رہو

کوئی شخص اپنی نماز کی جگہ سے نہ ہلے۔ پھر آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ صحابہؓ نے کہا۔ اللہ اور اُس کے رسُول سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نے تم لوگوں کو کسی رغبت و لالچ والی چیز مثلاً مالِ غنیمت یا دوسرے عطیات دینے کے لئے جمع نہیں کیا، اور نہ ہی تمہارے دشمنوں کے حملے کے خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے میں نے تمہیں یہاں بُلایا ہے۔ لیکن میں نے تمہیں یہاں پر اس لئے جمع کیا ہے کہ تمیم الدّاری ایک نصرانی مذہب کا آدمی تھا، وہ میرے پاس آیا اور مسلمان ہوگیا، اور اُس نے مجھ سے وُہی بات کی ہے جو میں تمہیں مسیح الدّجال کے متعلق بتایا کرتا تھا۔ مجھ سے اُس نے بیان کیا کہ وہ ایک بہت بڑی کشتی میں لخم اور جذام کے قبیلوں کے ۳۰ آدمیوں کے ساتھ سوار ہوا، اور اُن لوگوں کو سمندر کی موجوں نے ایک مہینہ تک دریا میں گھیرے رکھا۔ پھر وہ لوگ غروب آفتاب کے وقت اپنی کشتی کو ایک جزیرہ کے قریب لے آئے اور چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرہ میں داخل ہوئے۔ اس جزیرہ میں ان لوگوں سے مادین چوپایہ مِلا، جس کے بدن پر بال بہت زیادہ تھے۔ اُس کے بال اتنے زیادہ تھے کہ دیکھنے والوں کو اُس کے اگلے اور پچھلے حِصّہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا۔ اُن لوگوں نے اُس سے کہا۔ تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے، تو اس جانور نے کہا۔ میں جسّاسہ ہوں۔ یعنی دجّال کے لئے مُخبری کرنے والی جاسوسہ ہوں۔ تم لوگ اس کے پاس جاؤ، جو دَیر یعنی راہب کے عبادت خانہ میں بیٹھا ہوا ہے، وہ تمہاری خبریں معلوم کرنے کا مشتاق ہے۔ اس واقعہ کے بیان کرنے والے نے کہا۔ اُس جانور نے ہمارے سامنے آدمی کا ذکر کیا تو ہم ڈر گئے اور ہم نے خیال کیا کہ یہ شیطانہ بھُوتنی ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ ہم جلدی جلدی گئے، یہاں تک کہ ہم اُس دَیر میں داخل ہوگئے، جس میں جانے کے متعلق ہمیں کہا گیا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا آدمی موجود ہے اور اتنا بڑا قد آور آدمی ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور اُس کے دونوں ہاتھ اُس کی گدی کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اُس کے دونوں گھٹنوں اور دونوں ٹخنوں کا درمیانی حصّہ لوہے کی بیڑیوں سے جکڑا ہوا ہے یعنی گھٹنوں سے ٹخنوں

جلد اوّل

ع جسّاسة: جاسوس سے بنا ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا جسّاسہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ دجّال کیلئے جاسوسی کرتی ہے اور عبداللہ بن عمر العاصؓ فرماتے ہیں کہ یہ وہی دابّۃ الارض ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ علامہ ابن الاثیرؒ نے نہایہ جلد ۔ صہ پر لکھا ہے۔

تک دونوں ٹانگوں میں لوہے کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ ہم نے کہا، تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا، میرا
حال تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا لیکن تم بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ ہم نے کہا، ہم عرب کے رہنے والے ہیں، دریائی
کشتی میں ہم لوگ سوار ہوئے تھے۔ سمندر کی موجیں ہمارے ساتھ ایک مہینہ تک کھیلتی رہیں جس کے باعث ہم
اس جزیرہ میں داخل ہو گئے۔ اور یہاں آکر ہمیں ایک مادین جانور ملا اور اُس نے کہا، میں جسّاسہ ہوں۔ اُس
آدمی کے پاس عبادت خانہ دَیر میں چلے جاؤ، اس لئے ہم جلدی جلدی تیرے پاس آگئے۔ اُس نے کہا مجھے بیسان عہ
کی کھجوروں کے متعلق خبر دو کہ کیا پھل دیتی ہیں۔ ہم نے کہا، ہاں پھل دیتی ہیں۔ اُس نے کہا، عنقریب وقت
آیا چاہتا ہے کہ وہ پھل دینے بند کر دیں گی۔ پھر اُس نے کہا، اچھا یہ بتلاؤ کہ بحیرۂ طبریہ عہ میں پانی موجود ہے۔ ہم
نے کہا، اس دریا میں بہت پانی ہے۔ اُس نے بیان کیا کہ جلد ہی اس کا پانی خشک ہو جاوے گا۔ پھر کہا مجھے
زغر کے چشمہ کا حال سُناؤ، کیا اُس چشمہ میں پانی موجود ہے اور کیا وہاں کے لوگ اس چشمہ کے پانی سے اپنے کھیت
سیراب کرتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ ہاں وہ بہت پانی والا چشمہ ہے اور وہاں کے لوگ اس سے اپنے کھیت سیراب کرتے
ہیں۔ پھر کہا، اچھا بتلاؤ۔ اُمّیین یعنی اَن پڑھوں کے نبی کا کیا ہوا؟ ہم نے کہا کہ وہ مکّہ سے نکل چکا ہے، اور
یثرب میں جا کر قیام کر لیا ہے۔ یہ سُن کر وہ بولا۔ کیا عرب کے لوگوں نے اُس کے ساتھ جنگ لڑی ہے؟ ہم نے
کہا۔ ہاں۔ اُس نے کہا، پھر جنگ کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے کہا کہ وہ نبی آس پاس کے تمام علاقوں پر غالب آگیا
ہے اور عرب کے لوگوں نے اُس کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اُس نے کہا سُنو، عرب کے لوگوں نے اچھا کیا، کہ
اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ یعنی وہ لوگ دنیاوی اعتبار سے اچھے رہے۔ اگر اطاعت قبول نہ کرتے تو نقصان
اُٹھاتے۔ اور یہ باتیں کر کے اُس نے اپنے متعلق بیان کیا کہ میں مسیح الدّجّال ہوں اور وقت آنے والا ہے کہ
مجھے باہر آنے کی اجازت دی جائے گی۔ چنانچہ میں نکلوں گا اور روئے زمین پر گھوموں گا اور دنیا کا کوئی شہر ایسا

عہ یہ شام میں اُردن کے قریب ایک قصبہ ہے۔ عہ یہ چھوٹا سا دریا ہے، جو طبریہ کی طرف منسوب ہے۔
اُردن میں واقع ہے، اور اس کی طرف اگر کسی کو منسوب کرنا ہو تو اُسے طبرانی کہتے ہیں۔ یہ دریا شام کے علاقہ میں
واقع ہے۔ اُس کا طول دس ۱۰ میل ہے۔

نہیں ہو گا کہ میں اس میں چالیس دن کے اندر اندر نہ چلا جاؤں یعنی دنیا کے کونہ کونہ اور بستی بستی میں پہنچوں گا البتہ مکّہ اور طیبہ ان دونوں شہروں کا داخلہ مجھ پر حرام کر دیا گیا ہے۔ جب میں ان میں داخل ہونے کا ارادہ کروں گا تو ایک فرشتہ تلوار سونت کر میرے سامنے آجائے گا اور مجھے ان دونوں شہروں میں داخل ہونے سے روک دے گا۔ یہی نہیں بلکہ مکّہ و مدینہ کی ایک ایک گھاٹی پر حفاظت کے لئے فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے۔ یہ واقعہ سُنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اور آپؐ کے دستِ مبارک میں جو کھنڈی یعنی عصا مبارک تھی منبر پر ماری اور فرمایا۔ هٰذِهٖ طَيْبَةٌ ، هٰذِهٖ طَيْبَةٌ ، هٰذِهٖ طَيْبَةٌ یہ ہے طیبہ، یہ ہے طیبہ، یہ ہے طیبہ۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ۔ کیا میں نے تمہیں یہی باتیں نہیں بتائی تھیں؟ لوگوں نے جواب دیا۔ جی ہاں، آپؐ نے ہمیں سُنادی تھیں، وہ شام کے سمندر میں ہے یا یمن کے، نہیں بلکہ وہ مشرق میں ہے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا (مسلم شریف) مطلب یہ ہے کہ ان تینوں جگہوں میں باری باری قید کیا جاتا ہے قطعی طور پر اُس کی کوئی جگہ متعین نہیں کی جاسکتی۔

حدیث نمبر ۱۷ جس نے اپنے کو شتبہات سے بچایا اُس نے اپنی عزّت اور اپنا دین بچایا۔

عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رض يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَ اَهْوٰى النُّعْمَانُ بِاِصْبَعَيْهِ اِلٰى اُذُنَيْهِ اَلَا اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَ بَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَ عِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِى الشُّبُهَاتِ

حضرت عامر کا بیان ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر رض صحابی سے سُنا، وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا اور نعمان نے اپنی اُنگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حدیث کے یہ الفاظ اپنے کانوں سے سُنے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا سُنو، حلال بَیّن، کُھلا اور واضح ہے یعنی اس میں کوئی پردہ نہیں رہنے دیا گیا۔ اور حرام بھی کُھلا اور واضح ہے اور اس میں بھی کوئی پردہ نہیں رکھا گیا۔ اور ان دونوں

وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْتَعُ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ اَنْ يَرْتَعَ فِي الْحِمَى اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ وَطَابَتْ صَلَحَ لَهَا الْجَسَدُ وَطَابَ وَاِنْ سَقِمَتْ وَفَسَدَتْ سَقِمَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَفَسَدَ وَهِيَ الْقَلْبُ۔
(صحیح ثابت من حدیث الشّعبی عن النّعمان رواہ الجمّ الغفیر) ۱۳۶/۲۲

کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں۔ پس جس آدمی نے شبہ کی چیزوں سے اپنے آپ کو بچا لیا، اُس نے اپنے دین اور اپنی عزّت کو بچا لیا۔ اور جو کوئی شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا تو سمجھ لو کہ وہ آج نہیں تو کل حرام میں پڑ جائے گا۔ جیسے کوئی چرواہا جب اپنے مویشی کھیت کی باڑہ کے اس پاس چرائے گا تو بہت جلد اُس کے مویشی باڑہ میں منہ مار لیں گے۔ سُن لو ہر بادشاہ کے لئے باڑہ ہوتی ہے اور اللہ کی باڑہ اس کے مُحرّمات یعنی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ اور فرمایا۔ سُن لو، بلاشبہ آدمی کے بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ درست، ٹھیک، اور پاکیزہ ہوگا تو اُس کی وجہ سے سارا جسم درست، صالح اور پاکیزہ ہو جائے گا، اور اگر وہ بیمار اور فاسد ہوگا تو سارا جسم فاسد اور بیمار ہوگا۔ وہ گوشت کا ٹکڑا، انسان کا دل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دل کی درستگی پر سارے جسم کی درستگی اور دل کی اصلاح پر سارے جسم کی اصلاح کا دار و مدار ہے۔ اور اسی طرح دل کے فساد اور اس کی خرابی پر تمام جسم کے اعضاء کی خرابی موقوف ہے مثلاً اگر دل میں ایمان ویقین کی جڑیں مضبوط ہو جائیں اور قیامت کے حساب کتاب کی فکر دل پر چھا جائے تو سمجھو کہ اس کا دل صالح اور پاکیزہ بن گیا اور اس کا اثر جسم کے باقی اعضاء مثلاً آنکھ، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں پر یہ ظاہر ہوگا کہ یہ تمام اعضاء خدا تعالےٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول ہوں گے اور یہی جذبۂ اطاعت ان اعضاء کی اصلاح اور پاکیزگی ہے۔ اس کے برخلاف اگر دل ایمان ویقین، فکرِ آخرت اور خوفِ خداوندی سے بالکل خالی ہوگا تو سمجھو کہ یہ دل غیر صالح اور بگڑا ہوا ہے اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ جسم کے تمام اعضاء ہاتھ پاؤں آنکھ کان زبان وغیرہ خدا تعالےٰ کی نافرمانی میں مبتلا رہیں گے، اور یہی اُن کا خراب ہونا ہے۔

حدیث نمبر ۸۷۔ آدمی میں حیا ہے تو وہ سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ خِرَاشٍ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ اِنَّ اٰخِرَ مَا اَدْرَكْنَا مِنَ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ وَهُوَ صَحِيْحٌ ثَابِتٌ مِنْ حَدِيْثِ رِبْعِيٍّ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو ۱۲۷/۳

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آخری وہ چیز جو ہم نے نبوت سے پائی یعنی وہ بات جو نبوت کی زبان سے نکلی ہوئی آخیر میں ہمارے پاس رہ گئی ہے، وُہ یہ ہے کہ جب تجھ میں شرم نہ رہے، تو کر، جو تیرا دل چاہے۔

مگر امام بخاریؒ نے اپنی سند سے بحوالہ ابنِ مسعودؓ اس روایت کے الفاظ اس طرح بیان فرمائے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ (بخاری جلد اول ص ۴۵۵) اسی روایت کی سند میں حضرت ربعی بن خراشؒ جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ سے اور حضرت علی، حضرت حذیفہ، حضرت عقبہ بن عمرو، ابوذر، ابوبکرہ اور طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرتے ہیں۔ ربعیؒ نے ساری عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۶۹)۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ ربعی بن خراشؒ کی جماعت کہتی ہے کہ آپ نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی جھوٹ نہیں بولا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف کے مخبروں نے حجاج کو بتلایا کہ یہاں ایک سب سے بڑا بہادر آدمی ہے۔ اُس کے آدمی کہتے ہیں کہ اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، لیکن آج وہ آپ کے سامنے جھوٹ بول دے گا۔ کیونکہ آپ نے اُس کے دو لڑکوں پر جنگ میں نکلنے کا حکم جاری فرمایا ہے لیکن اُنہوں نے آپ کی حکم عدولی کی ہے اور وہ دونوں لڑکے گھر میں موجود ہیں۔ چنانچہ حجاج نے وہاں ایک آدمی بھیجا تو اُس نے دیکھا کہ ایک کمزور بڈھا بیٹھا ہوا ہے۔ اُس آدمی نے پوچھا، آپ کے لڑکے کہاں ہیں؟ تو حضرت ربعی بن خراشؒ نے فرمایا۔ وہ دونوں گھر میں ہیں۔ اُس آدمی نے حجاج کو اس کی خبر دی تو حجاج نے اُن کی خدمت میں رقم اور کپڑوں کے جوڑے پہننے کیلئے پیش کئے اور حجاج حضرت ربعیؒ کے ساتھ بہت اعزاز و اکرام سے پیش آیا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۶۸/۳۶۹)

احادیث حضرت ربعی بن خراشؒ کہتے ہیں۔ مَیں نے حضرت علیؓ سے سُنا کہ وہ خطبہ میں یہ حدیث سُنا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَکْذِبُوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ یَّکْذِبُ عَلَیَّ یَلِجُ النَّارَ۔
خبردار مجھ پر ہرگز جھوٹ نہ بولو۔ کیونکہ جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

دوسری حدیث حضرت ربعی بن خراشؒ نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْمَعْرُوْفُ کُلُّہٗ صَدَقَۃٌ۔ ساری نیکیاں خواہ کسی قسم کی نیکی ہو، صدقہ ہے۔ یعنی ہر نیکی ثواب میں صدقہ کا حکم رکھتی ہے۔

تیسری حدیث میں حضرت حذیفہؓ سے روایت کی حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَیَأْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ لَا یَکُوْنُ فِیْہِ شَیْءٌ اَعَزُّ مِنْ ثَلٰثَۃٍ مِنْ اَخٍ یُسْتَأْنَسُ بِہٖ اَوْدِرْھَمٍ حَلَالٍ اَوْ سُنَّۃٍ یُعْمَلُ بِھَا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۷۰)
بہت جلدی تم پر یہ وقت آجائے گا کہ اس میں کوئی چیز تین چیزوں سے زیادہ نادر الوجود قیمتی اور عزت والی نہ ہوگی۔ بھائی[۱] جس سے آدمی دوستی کرے پیسہ[۲] جو حلال کے ذریعہ حاصل کیا جائے، سنت[۳] جس پر عمل کیا جائے۔

جلد اوّل

مرکر باتیں کرنا عبدالملک بن عمر حضرت ربعی بن خراشؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہم چار بھائی تھے، اور ربیع ہمارا بھائی ہم میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والا اور گرمیوں میں سب سے زیادہ روزے رکھنے والا تھا۔ اُس نے جب وفات پائی تو ہم اُس کے گرداگرد موجود تھے۔ ہم نے ایک آدمی کو کفن خریدنے کے لئے بھیج دیا۔ اس کے بعد میت کے چہرے سے کپڑا اُٹھایا گیا تو انہوں نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ حاضرین نے کہا۔ وعلیکم السلام، اے بنی عبس کے کنبہ کے آدمی، کیا مرنے کے بعد باتیں کی جاتی ہیں؟ میرے بھائی نے کہا۔ ہاں، مَیں تم سے رخصت ہو کر اپنے رب عزّ وجلّ سے ملا ہوں۔ میں نے اپنے رب کو پایا کہ وہ مجھ سے خوش ہے، اور میرے رب نے ریشمی لباس اور روح و ریحان کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ اور بات سُنو! حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ کی نماز پڑھنے کا انتظار فرما رہے ہیں۔ پس جلدی کرو اور نماز میں

تاخیر نہ کرو۔ پھر وہ ایسا ہوگیا جیسے کوئی کنکری کسی طباق میں ڈال دی گئی ہو۔ یہ واقعہ سُنا کر حضرت ربعی بن خراشؒ نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے یہ حدیث سنائی کہ حضرت اُمّ المؤمنین نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا، آپؐ نے فرمایا:

يَتَكَلَّمُ رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِي بَعْدَ الْمَوْتِ۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۴ ص ۳۶۸)

میری اُمّت میں سے ایک مرد مرنے کے بعد لوگوں سے باتیں کرے گا۔

اور دوسری روایت میں اس تفصیل سے بیان کیا گیا کہ حضرت ربعی بن خراشؒ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی کا انتقال ہوگیا۔ ہم نے اُس پر چادر ڈال دی اور میں اس کے کفن کی تلاش میں نکلا۔ جب میں کفن لے کر واپس ہوا تو اس وقت اُن کے چہرے پر سے کپڑا اُٹھایا ہوا تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔

أَلَا إِنِّي لَقِيتُ رَبِّي بَعْدَكُمْ فَتَلَقَّانِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ وَإِنَّهُ كَسَانِي ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ وَإِنَّ الْأَمْرَ أَيْسَرُ مِمَّا فِي أَنْفُسِكُمْ فَلَا تَغْتَرُّوا وَعَدَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَذْهَبَ حَتّٰى أُدْرِكَهُ۔

سُنو اے لوگو! تم سے رخصت ہو کر میں اپنے رب سے ملا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ملاقات فرمائی، اور اُس نے مجھے سندس، اور استبرق کا بنا ہوا سبز ریشمی لباس پہنایا اور بات یہ ہے کہ معاملہ بہت آسان ہے اُس سے جو تمہارے دل میں ہے۔ پس بے خبر نہ رہو، اور غفلت میں اپنے کو نہ ڈالو۔ اور مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جبتک کہ تیرے جنازہ کی نماز نہ پڑھ لوں گا۔

جلد اوّل

حضرت ربعیؒ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی جان نکلنے کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں جیسے کوئی پتھری پانی میں ڈالی گئی ہو۔ اور وہ اُس کی تہ میں بیٹھ گئی ہو۔ آخر اس واقعہ کو حضرت عائشہؓ سے بیان کیا گیا، تو اُنھوں نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا۔ یہ سچّا واقعہ ہے۔ ہم حدیث بیان کرتے تھے کہ اس اُمّت کا ایک آدمی مرنے کے بعد لوگوں سے کلام کرے گا۔ حضرت ربعیؒ نے فرمایا۔ ہمارا یہ بھائی ٹھنڈی راتوں میں ہم میں سے سب سے زیادہ بیدار

ہو کر اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ اور گرمی کے موسم میں ہم میں سب سے زیادہ روزے رکھنے والا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۴ صفحہ ۳۶۸)۔

حدیث نمبر ۷۹ دنیا کی تمام نعمتیں و راحتیں آخرت کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے دریا میں ڈوبی ہوئی انگلی کا پانی۔

عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ ابْنِ رَاشِدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا كَمَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَا يَرْجِعُ۔ ۱۳۷/۱۳

مستورد بن راشد کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا، آخرت کے مقابلہ میں بس ایسی ہی ہے جیسے تم میں کا کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈالے اور پھر نکال کر دیکھے کہ انگلی پر کتنا پانی لگا رہ گیا ہے، اور کتنا دریا میں رہ گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا کا اتنا حصہ تو گذر گیا جتنا کہ سمندر میں پانی ہے اور اس کے مقابلہ میں انگلی پر جو پانی لگا رہ گیا ہے بس اتنا ہی حصہ دنیا کا باقی رہ گیا ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ دنیا تمہیں کتنی ہی مل جائے، خواہ تم سارے جہان کے بادشاہ بھی بن جاؤ، یہ سب نعمتیں آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے سمندر کے پانی کے مقابلہ میں وہ پانی جو تمہاری انگلی پر لگا رہ گیا۔

حدیث نمبر ۸۰ ۔ پانی پی کر یہ دعا مانگو۔

عَنْ اَبِيْ جَعْفَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ الْمَاءَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا۔ ۱۳۷/۲۲

حضرت ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی نوش فرماتے تو اپنی زبان مبارک سے یہ فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا عہ

جلد اوّل

عہ ساری خوبیاں اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہمیں اپنی رحمت سے شیریں اور خوش ذائقہ پانی پلایا، اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اُسے نمکین اور کڑوا نہیں بنایا۔

درخواست: تمام پڑھنے والے حضرات بھائیوں اور بہنوں سے میری یہ التجا ہے کہ اس دعا کو یاد کرلیں اور پانی پی کر اس دعا کو ہمیشہ پڑھتے رہیں۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ادب المفرد میں اپنے طریقہ سے بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۸۱ - کتے کا مارا ہوا شکار کھانے کی شرط۔

عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدْرَكْتَ كَلْبَكَ وَقَدْ أَكَلَ بِضْعَةً فَكُلْ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْفُضَيْلِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ تَفَرَّدَ بِهٖ عَنِ الْفُضَيْلِ عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ وَالصَّحِيْحُ مَا رَوَاهُ خَيْثَمَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ فِيْهَا فَلَا تَأْكُلْ مِنْهُ فَإِنَّمَا أَمْسَكَهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ ۱۳۸/۵

حضرت سلیمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو شکاری کتے کو اس حال میں پائے کہ اس نے اپنے شکار کئے ہوئے جانور کا گوشت خود کھا لیا تو تو بھی اس جانور کا گوشت کھالے۔ لیکن صحیح حدیث وہ ہے جو حضرت خیثمہ نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کتا اپنے شکار کئے ہوئے جانور میں کھانے کے لئے منہ ڈال دے یعنی اس میں سے کچھ کھالے تو تجھے اس شکار کئے ہوئے گوشت کو نہ کھانا چاہیئے۔ کیونکہ اس صورت میں کتے نے تیرے لئے شکار نہیں کیا بلکہ اس نے اپنے لئے شکار کیا ہے۔

حدیث نمبر ۸۲ - جمعہ کے دن نہانے کا حکم۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غسل یوم الجمعۃ واجب علیٰ کل محتلم۔ ۱۳۸ (غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْفُضَيْلِ صَحِيْحٌ

حضرت ابو سعید الخدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعہ کے دن غسل کرنا۔ ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہوسکے جمعہ کے غسل کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ اور

جلد اوّل

ثَابِتٌ مِنْ حَدِیْثِ صَفْوَانَ)۔ — یہ حکم تاکید کے لئے ہے نہ کہ وجوب کے لئے۔ ع۵

حدیث نمبر ۸۳۔ فرضوں کی جماعت کے وقت کوئی نماز نہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ۔ (غَرِیْبٌ مِنْ حَدِیْثِ الْفُضَیْلِ وَزِیَادٍ صَحِیْحٌ مَشْهُوْرٌ مِنْ حَدِیْثِ عَمْرٍو وَرَوَاهُ عَنْهُ الْجَمُّ الْغَفِیْرُ۔ ۱۳۸

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو جائے تو اس وقت فرض نماز کے سوا دوسری کوئی نماز نہیں یعنی نفلیں و سنتیں اور واجب وغیرہ نہ پڑھے جائیں۔

حدیث نمبر ۸۴۔ موت کا کوئی وقت نہیں، وصیت کرنے والے کو چاہیئے کہ تحریر میں دیر نہ کرے!

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَیْءٌ یُوْصِیْ فِیْهِ اَنْ یَّبِیْتَ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَصِیَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔ (صحیح من حدیث عبد اللہ بن عزیز) ۱۳۸/۱۹

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسی مسلمان کو حق نہیں، یعنی مناسب نہیں کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو جس میں اس کو وصیت کرنی ضروری ہو، اور وہ دو۲ راتیں اس حال میں گذار دے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔

حدیث نمبر ۸۵۔ اپنی طرف سے حدیث بنانے اور سنانے والے کے لئے جہنم ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی النَّارِ۔ ۱۳۸/۲۳

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا۔ یعنی کسی قول یا فعل کے متعلق جان بوجھ کر کوئی یہ کہے کہ یہ قول یا یہ فعل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ قول یا فعل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں

ع۵ ابن ماجہ میں دوسری روایات اس کے مقابلہ میں آئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا۔ پھر اس کا وجوب منسوخ ہو گیا مگر سنت ہونا ثابت ہے۔

ہے، ایسے آدمی کے واسطے اللہ تعالیٰ جہنّم میں گھر بنائے گا۔

حدیث نمبر ٨٦ مسجد میں جانے اور اس سے باہر آنے کے وقت درود شریف پڑھ کر رحمت و مغفرت کی دعا کرو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ اَخَذَ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ بِیَدِیْ فَقَالَ خُذْ مِنِّیْ اِثْنَیْنِ اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ قُلِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ الرَّحْمَةِ وَاِذَا خَرَجْتَ فَصَلِّ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ قُلِ اللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ ١٣٩/٥

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اُبَیّ بن کعب نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ مجھ سے دو ٢ خصلتیں حاصل کر لے۔ ایک یہ کہ تو جب مسجد میں داخل ہو، تو داخل ہونے سے پہلے اوّل درود شریف پڑھ اور پھر پڑھ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ الرَّحْمَةِ (ترجمہ) اے اللہ میرے واسطے رحمت یعنی اپنے لطف و کرم کے دروازے کھول دے اور جب تو مسجد سے باہر نکلے تو اوّل درود شریف پڑھ۔ اس کے بعد پڑھ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ (ترجمہ) اے اللہ شیطان سے میری حفاظت فرما۔ یعنی اُس کی شرارتوں سے مجھ کو محفوظ رکھ۔

حدیث نمبر ٨٧ تدبیر کرنا سنّت ہے اگرچہ ہوگا وہی جو تقدیر میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَأْسِهٖ مِغْفَرٌ۔ (ثابت صحیح من حدیث مالك) ١٣٩/١١

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے دن، مکّہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر خود چڑھا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

حدیث نمبر ٨٨ صحابہؓ کا عشق حضورؐ کے ساتھ۔ صحابہ تیروں کی بوچھاڑ میں حضورؐ کی حفاظت کے لئے اپنے بدن کو ڈھال بنا لیتے تھے۔

عَنِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰیؓ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ

حضرت ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ

عہ اُن کا پورا نام عبداللہ بن ابی اوفیٰ ہے۔ صحابی ہیں۔ حدیبیہ اور خیبر کے معرکوں میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مدینہ میں مقیم رہے اور آپ کی وفات کے بعد کوفے منتقل ہو گئے اور کوفہ

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ عُمْرِهٖ مَكَّةَ وَهُمْ يَرْمُوْنَهٗ وَنَحْنُ نَسْتُرُهٗ۔ (صحیح ثابت متفق علیہ) ۱۳۹/۱۷

علیہ وسلّم اپنی عمر کے کسی حصّہ میں مکّہ میں داخل ہوئے اور لوگ آپؐ پر تیر برسا رہے تھے اور ہم لوگ آپؐ کی اس طرح حفاظت کر رہے تھے کہ آپؐ کے اور تیروں کے درمیان اپنے جسموں کے ساتھ آڑ بن کر آپؐ کا بچاؤ کر رہے تھے۔

حدیث نمبر ۸۹ - حج یا عمرہ میں بال منڈائے جائیں۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْضَعُ النَّوَاصِیُّ اِلَّا لِلّٰهِ فِیْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ فَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَمُثْلَةٌ۔

(غریب من حدیث الفضیل) ۱۳۹/۴۳

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ کے لئے سر نہیں مُنڈایا جاتا مگر حج یا عمرہ میں، اور اس کے علاوہ ثواب کی خاطر سر کے بال منڈانے مثلہ یعنی فقط اپنی شکل کو بگاڑنا ہے

جلد اوّل

حدیث نمبر ۹۰ - اللہ تعالےٰ کی ذرہ نوازی اپنے بندوں کے ساتھ۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانٍ قَالَ اِنَّهٗ يَشْكُرُ لِلْعَبْدِ اِذَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاِنْ كَانَ عَلٰى فَرْشٍ وَطِيئَةٍ وَعِنْدَهٗ شَابَّةٌ حَسْنَاءُ۔ (لَا اَعْرِفُ لِلْفُضَيْلِ مِنَ الشَّامِيِّيْنَ اِلَّا هٰذَا) ۱۳۹/۳۵

حضرت خالد بن معدانؓ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشکور ہوتا ہے یعنی قدر کرتا ہے، آدمی کی جب بھی وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتا ہے اگرچہ وہ ہمبستری کے فرش پر ہو، اور اس کے پاس کوئی حسین نوجوان بیوی ہو۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں سب صحابہ کے بعد ۸۷ھ میں وفات پائی۔ آپ سے حضرت شعبی کے علاوہ دوسرے مشہور محدثین نے روایت حدیث کی ہے۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) ج۔ خالد بن معدان کو ابوعبداللہ شامی کلاعی بھی کہتے ہیں۔ آپ حمص کے رہنے والے تھے یحضرت خالد بن معدان کہتے ہیں، ءمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ستر صحابہؓ سے ملا ہوں۔ شام کے محدثین میں آپ کا نام قابلِ اعتبار اور مستند محدثین میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی وفات طرسوس کے مقام پر ۱۰۴ھ میں ہوئی۔

تشریح : اللہ تعالیٰ مشکور ہوتا ہے، اس کا مطلب علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ کا شکر بندے کے لئے یہ ہے کہ وہ اُس کی مغفرت کرے۔ شکورٌ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام بھی ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے نزدیک بندہ کے قلیل اعمال بڑھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کی جزا بڑھا کر دیتا ہے۔ شُکر اور حمد دونوں کے ایک جیسے معنی ہیں مگر حمد، شُکر سے زیادہ عام ہے کیونکہ آدمی، انسان کی اچھی صفات پر ہی اس کی حمد کرتا ہے اور اس کے احسانات پر بھی اس کی حمد کر سکتا ہے۔ مگر شُکر صرف احسان کرنے والے کے احسانات پر ہی کر سکتا ہے۔ اور شُکر کے معنی نعمت کا بدلہ دینا، اور یہ بدلہ خواہ قول سے ہو یا فعل سے ہو یا نیّت سے ہو۔ اور اصل شُکر یہ ہے کہ احسان مند آدمی اپنے محسن یعنی احسان و انعام کرنے والے کی اپنی زبان سے تعریف کرے اور اپنے نفس کو اُس کی فرمانبرداری میں لگا دے۔ اور حدیث میں جو یہ آیا ہے لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ مَنْ لَا یَشْکُرُ النَّاسَ، اس[1] کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کے شُکر کو قبول نہیں کرتا جو اُس کی نعمت پر اُس کا شُکر تو ادا کرتا ہے، مگر لوگوں کے احسان پر اُن کا شُکر گذار نہیں ہوتا بلکہ اُن کے احسانات کا کُفران اور ناشُکری کرتا ہے۔ اور اس[2] حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جس آدمی کی طبیعت میں یہ چیز داخل ہو اور اُس کی عادت یہ ہو کہ وہ لوگوں کے احسانات کی ناشُکری اور ناقدری کرتا ہو، ایسے آدمی کی طبیعت میں یہ بات بھی داخل ہوگی کہ وہ اللہ تعالےٰ کی نعمت کا شُکر ادا نہیں کرے گا، اور یہ شخص عام طور پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ناشُکری کریگا نیز حدیث[3] پاک کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص لوگوں کا شُکر ادا نہیں کرتا، ایسا آدمی بُرائی میں اس آدمی کے مانند ہے جو اللہ کا شُکر ادا نہیں کرتا، اگرچہ وہ اللہ کا شُکر ادا بھی کرتا ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، محض اس کی توفیق وعنایت سے حالات ومقالات صوفیہ جلد اوّل ختم ہوئی۔

دُعا

یا الٰہی رحم کن بر ما ہمہ	عفو کن جُملہ گناہِ ما ہمہ
مفلسانم عاجزانم از ہمہ	تُو قویؒ و تُو غنیؒ از ما ہمہ
مشکلاتِ دو جہاں آسان کن	نعمتہائے دو مکاں ارزان کن
خاتمہ بالخیر گرداں یا اللہ	از عذاب نار گردی ہم پناہ
بے نوا ہم بے ہنر ادریس را	جذبِ سوئے ذات کن از یک نگاہ

حالات و مقالاتِ صوفیہؒ